الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

انوارِ شمسیہ

المسمّٰی باسم التاریخی

خطبہ چشتیہ

۱۳۳۵ھ

تالیف

مولانا امیر بخش منشی آستانہ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا

مکتبہ ضیاء شمس الاسلام ○ سیال شریف پاکستان

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

انوارِ شمسیّہ

المسمّٰی باسم التاریخی

خطِ چشتیّہ

۱۳۳۵ھ

طالب علی الوان

تالیف

مولانا امیر بخش رحمۃ اللہ علیہ منشی آستانہ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا

مکتبہ ضیاء شمس الاسلام ○ سیال شریف پاکستان

فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آں جملہ رسل ہادی برحق کہ گذشتند
آج تک جتنے سچے رسول گذرے ہیں

برفضلِ تو اے ختمِ رسل دادہ گواہی
اے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، سب نے آپکی بزرگی کی گواہی دی

در خَلق و در خُلق توئی نیرِ اعظم
صورت اور سیرت میں آپ آفتابِ عالمتاب ہیں،

لا تدرک اوصافک لم تدر کماہی
نہ آپکے اوصاف کا احاطہ کیا جا سکتا ہے نہ ہی ان کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے

یا احسن یا اجمل یا اکمل اکرم
اے سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ جمیل، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ سخی

واللہ باخلاقک فی الملاء یباہی
ملائکہ کی محفل میں اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاق پر فخر کرتا ہے

تو باعثِ تکوین معاشی و معادی
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دنیا و آخرت کی تکوین کا باعث آپ ہیں

اے عبدِ الٰہ ہست مسلم بہ تو شاہی
اے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے! کونین کی شاہی آپکو بخشی گئی

عالم بہوادارئیت از ہوش برفتہ
آپ کی محبت کے باعث سارا جہاں مدہوش ہے

آہو شدہ دریم و بصحرا شدہ ماہی،
ہرن دریا میں چھلانگیں لگا رہے ہیں اور مچھلیاں صحرا میں بھاگ رہی ہیں

زآفاق پریدی و زافلاک گذشتی
آپ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے بھی آگے گزر گئے

درجاتک فی السدرۃ غیر المتناہی،
آپ کے درجات مقامِ سدرہ سے بھی آگے نکل گئے

امید بکرمت کہ مکارم شیم تست
میں حضور کے کرم کا امیدوار ہوں اور کرم فرمانا آپکی پسندیدہ عادت ہے

من کیستم و چیست معاصی و تباہی
اس ذات کے سامنے میری کیا حقیقت ہے، میرے گناہوں کی کیا حیثیت ہے

آئیں نیم از فضلِ تو اے رُوحِ خداوند
اے رحمتِ الٰہی! میں تیرے فضل و کرم سے مایوس نہیں ہوں

نظرے نہ کہ رباید ز قمر رنج و سیاہی
ایک ایسی نظر فرمائیے جو قمر سے رنج و سیاہی کو دور کر دے

○

رشحاتِ قلم حضرت خواجہ قمر الملت جناب حافظ محمد قمر الدین صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد بیحد خالقِ لیل و نہار — کس نمے آرد بہ تحریر و شمار
آں قدیمے ذات گز بہر شہود — نیست را آورد در کونِ وجود
کرد اشرف خلق مشتِ خاک را — بے ستوں قائم نمود افلاک را
بے عدد اقسام مخلوقِ جہاں — کرد پیدا مختلف رنگ و نشاں
پس مہ و خورشید ابر و آسمان — کرد شاں را شاغلاں اندر جہاں
تا کہ ہر مخلوق زاں روزی خورد — عمر در یاد خدا ماضی کند
ہست ذاتش واحد و حی و قدیم — بر ہمہ عالم محیط و مستقیم
عقل و وہم و فکر ادراک و خیال — در پے کیفیتش کرتند و لال
ہست مالک ہر چہ خواہد او کند — نیست جرأت کس کہ پیشش دم زند

در نعتِ سرورِ کائنات فخرِ موجودات سیّد المرسلین رحمت اللعالمین شفیع المذنبین محبوب الالٰہ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیّد الکونین محبوبِ خدا — سرورِ الثقلین فخرِ انبیاءؐ
صاحبِ لولاک شاہِ مرسلین — حامیٔ آفاق رائسِ عالمین
آمدہ قرآں بہ نعتِ آنجناب — شد عطائش از خدا عالی خطاب
رتبۂ اعلیٰ چہ داد آں را کریم — پایۂ تختش شدہ عرشِ عظیم
ساقیٔ کوثر بہ رحمت بیشتر — اُمّتے را شافع روزِ حشر
حُلّۂ ما ینطق آں را شد عطا — زاں محلے گشت شاہِ دوسرا

گشت خالق ہم خلائق ہر زماں
برو ے اش شام و سحر صلوٰۃ خواں

چوں ثنا خواں ہست خود رحمان او
پس چہ گوید بندہ وصف شان او

لاتعد اعجازہا کز آں جناب
در جہاں گشتند ظاہر بے حجاب

لائق قدرش نبود آں نشان
شان آں بودش کہ نامش از زبان

گر دمیدے اُمتش بر مُردگان
زندہ گشتندے ہماندم بیگمان

میر بخش احقر چہ مے دارد قدر
رقم سازد نعت آں خیر البشر

باد صلوات وسلامِ بے شمار
بروے و بر آل و اصحابش کبار

در مدح قدوۃ السالکین زبدۃ الکاملین فخر العارفین ممتاز رب العالمین حضرت خواجہ محمد شمس الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبلۂ ارباب علمِ معرفت
کعبۂ اصحاب عالی منزلت

پیشوائے سالکین و کاملین
مقتدائے صالحین و عارفین

مظہرِ علمِ علی المرتضیٰ
حامیٔ دین محمد مصطفیٰ

قدوۂ درگاہ رب العالمین
خواجۂ دوران حضرت شمس دین

بود میلادش چراغے آنجناب
غش بیاید در وصال مستطاب

یُدعیوبہ عمرِ آں عالی تبار
صرف گردش در رضاکے کردگار

بد ہمہ عادات و فعلش چوں نبی
روز و شب شاغل بیاد ایزدی

بحرہائے عشق وحدت نوش کرد
در دلِ حمان خود شاں را نورد

از طلاطم ہائے آں ابحار جود
باکرم سیراب عالم را نمود

زہد پیش علمش زبدگانِ فاضلین
طفل مکتب بودہ اند و خوشہ چین

از کمالش سالکانِ آں زماں
بہرہ ور گشتند یکدم جملگان

خطۂ پنجاب ہند و سندھ و چین
از عرب تا ترک بل روئے زمین

آمدندے صد گروہ از ہر دیار — ساختندے بیعتش با انکسار

ہر کسے مقصود قلبی یافتے — در حضورش جان قرباں ساختے

چوں شدندے آں فارغ از اشغالِ خویش — خلق گردش آمدے زاندازہ بیش

بعد ہر ساعت سرے افراختے — نظر خود بر ہر یکے انداختے

زاں نظر زنگِ قلوبِ حاضرین — صاف گردیدے چو شکلِ آبگیں

اندراں مجلس بلطفِ کردگار — نور باریدے چو بارانِ بہار

غیر مذہب معترض منکر ز دور — اعتراضاً آمدندے در حضور

ہرگز آنہارا نماندے طاقتے — در تکلم مے شدندے ساکتے

ساختندے توبہ از کفر و نفاق — طالبِ بیعت بدندے ز اشتیاق

ہر دمے صد ہا کراماتے حضور — آمدندے در جہاں اندر ظہور

خادمانِ خویشتن را آنجناب — کرد از گنج معارف کامیاب

بے عدد خدام را آں ذوالہدا — از خلافت خلعتے کردہ عطا

بعض را بایک نگاہ پُر کرم — ساختہ قطب زماں عالی ہمم

خاکساراں را ز حالِ مفلسی — برحمت کردہ منال خسروی

سارقاں را ساخت آں اہلِ نظر — ناقصاں را کرد آں عالی قدر

دختراں را کہ دمر شکل پسر — کور چشماں را نمود آں بالبصر

بر بساطِ رحمتِ صد ہا جاں را — در دمے بایک نظر داداں شفا

از سزائے قتل بردارِ محن — باکرم کرد آں رہا صد ہا بدن

رہبراں ہارا بدشتِ ہائلاں — داد از جورِ دداں حفظ و اماں

بے عدد خدام را از معصیت — باکرم آورد اندر عافیت

پُر مصائب خاماں ہارا بخواب — کرد از راہِ عنایت کامیاب

ہر کہ آمد بر درِ شمسِ جہاں — ہر یکے گردید از وے کامراں

ہیچ کس خالی نرفتہ زاں جناب — حسب قسمت یافتہ از وے نصاب

خبیان صد بار لطفِ آں رشید | با عقیدت یافتہ فیضے مزید
الغرض انس و بہائم جن و دام | زیرِ ظلِ عظمتش بودند رام
ایں کرامات و فیوضاتِ حضور | آنکہ در عالم شدند از وے ظہور
جملہ ہیچ انداز علو ہمتش | زانکہ برتر ہست قدرِ عظمتش
آں کمالاتے کہ دادش ذوالجلال | کم رسد عقلے دراں ہم نے خیال
ذات اور با صفاتِ ظاہری | ساختن موصوف ہست ایں قاصری
کایں بداں ماند کہ گوئی بالمثال | در کمالِ روحِ اعظم ایں مثال
کہ کمالش شد گیا ہے بہرہ ور | چوں ازیں وصف است آں بالاتر
نیست یارائے خرد ناکام را | در کمالِ باطنی شمس الہدا
زاں سبب لرزید دستِ کلک من | ہیبتے افتاد در سائرِ بدن
پس دریں جا نظم را کردم تمام | در سوانح عمریش سازم کلام

رحمت و غفران آیزد ذوالکرام!
بر روانِ پاک او بادا مدام!

سببِ تالیف کتاب

اس کتاب مستطاب کی تالیف اور تصنیف کا باعث یہ ہے۔ کہ ایک دن جناب فضائل مآب مولوی محمدؐ ذاکر صاحب بگوی اور مخدومی مکرمی مولوی غلام محمدؐ صاحب للوی نے اس خاکسار کو بڑے اصرار سے فرمایا کہ قبلۂ عالمین حضرت شمس العارفین کی ذات مصدر حسنات سے ہزارہا کرامات کبیر اور کمالات بے نظیر عالم میں ظہور پذیر ہوئے۔ مگر کسی اہل تحریر محبت تخمیر نے تسطیر نہیں کیئے۔ بہت غلامان صادق ایمان جو حضور کے کمالات اور مکاشفات سے واقف اور ماہر تھے۔ تقدیر لایزال انتقال کر گئے۔ اور جو خادمان حضور کے دامن گرفتگاں اب موجود ہیں، وہ بھی ایام معدود تک بہ امر کلّ نفسٍ ذائقة الموت مفقود ہو جائیں گے۔ پھر آئندہ زمانہ کے تمام مردمان جناب فیضان اور عظمت شان کے اعلام سے بیخبر رہیں گے۔ اس لیے اب لازمی اور

ضروری ہے کہ فی الحال اُس محبُوب ذوالجلال کے کمال اور افعال کا کچھ احوال بصدق مقال ضرور لکھا جائے۔ تاکہ بعد الزمان کے آہ مان کو اُس کے دیکھنے اور پڑھنے سے سعادت جاودان اور صدق ایمان حاصل ہووے۔ اگرچہ اس قلیل البضاعت کو عدم لیاقت اور بلاغت سے اس کام کا انصرام محال نظر آیا۔ اور اس مرحلہ ہراساں سے جان ناتواں پر لرزہ پڑ رہا۔ مگر لاجرم اُن صاحبان ممدوح الشان کے فرمان سے آں ذات بابرکات کے ظاہری حالات اور یقینی واقعات کے تحریر کا خیال کسی قدر اس ضراعت سگال کو لاحق حال ہُوا۔ دوسرا یہ کہ ایک دن اسی اثنار میں یہ خادم الفقرا کتاب احسن الشواہد ترجمہ افضل الفوائد ملفوظ حضرت سُلطان العارفین خواجہ نظامُ الدّین محبُوب الٰہی کا مطالعہ کر رہا تھا جس کو جناب فیضمآب حضرت امیر خسرو صاحب مرحُوم نے اپنی قلم سے مرقوم فرمایا ہے۔ اس میں یہ ذکر صفحہ نمبر ۱۱ پر نظر آیا جو بعینہٖ بعبارت صحیحہ نقل کیا جاتا ہے۔

(حضرت امیر خسرو صاحب رضؓ تحریر فرماتے ہیں) کہ ۶ ربیع الاخر روز شنبہ میں حضرت محبُوب الٰہی کی پابوسی مجھے نصیب ہوئی۔ اولیا کرام کی بزرگی کا بیان ہونے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ عند ذکر الاولیاء تنزل الرحمۃ یعنی اولیاء کرام کے ذکر کرنے کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اُسی محل میں فرمایا۔ کہ شیخ نجم الدین صغرا رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے میں نے سُنا ہے۔ کہ منازل امیر المومنین علی المرتضےٰ میں ہے۔ کہ ذکر الاولیاء عبادۃ یعنی اولیاء کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ اور عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اسی کتاب کے دوسرے محل میں لکھا ہے۔ کہ حضور نے فرمایا کہ جو شخص اولیاء کرام کے حالات اور ارشادات کو اپنی قلم سے تحریر کرتا ہے۔ ہر ایک حرف کے پاداش بدلہ میں ایک ایک محل خاص اس کے لیے جنّت میں تیار ہوتا ہے۔ پس یہ ذکر پُراثر دیکھتے ہی خاکسار ذرّہ بمقدار کے دل میں شمس الانوار کے ذکر اذکار کے لکھنے کا شوق بیشمار نمودار ہُوا۔ حتیٰ کہ اشتیاق کمال نے گسستہ خیال کو بلا اہمال یکدم مصمم اور بحال کر دیا۔ بدیں موجب کہ اس ناکام گمنام نے اپنی عمر تمام سیاہ کاری اور خواری میں گذاری عاقبت کی گذران کا کچھ سامان نہ کیا اس لیے بغرض ثواب اور حصول مراد آں ذات بابرکات کے حالات بڑی صداقت اور وضاحت

کے ساتھ پہلے فارسی عبارت میں لکھنے شروع کیے۔ لیکن چند اصحاب ذوالاہتدا اور اکثر احباب صائب الراء نے فرمایا۔ کہ چونکہ اس زمانہ ناہنجار میں بلاغت علمی اور لیاقت فارسی کا اقتدار کم ہو گیا ہے۔ اس لیے خواص اور عوام نے اُردو زبان کا رواج پکڑ لیا ہے۔ بنابرآں شایاں ہے۔ کہ اس مرغوب البیان کو اُردو زبان میں ارقام کیا جائے۔ تاکہ جمیع مردمان یعنی فارسی دان اور اُردو خوان اس کے ملاحظہ اور مطالعہ سے مستفیض اور مستفید ہوں۔ لہٰذا اُن اصحاب کے ارشاد بالصواب سے اس مختصر کتاب کو اُردو تقریر میں تحریر کیا۔ اور اس کا نام انوارِ شمسیہ رکھا گیا۔ یہ رسالہ دو مقالہ پر مشتمل ہے۔ مقالۂ اوّل میں آں ذات حمیدہ صفات کے سوانحہ عمری کے حالات۔ اور مقالۂ دوئم میں آنجناب عظمت مآب کے کرامات اور مکاشفات کے بیانات۔

اب بخدمتِ جملہ صاحبان اہل بلاغت اور انشا پردازاں ذی فصاحت بعجز خاص التماس ہے۔ کہ یہ بندہ ناکارہ اُردو کے محاورہ سے بے بہرہ ہے۔ اس لیئے براہ عنایت اور مرحمت عبارت کی غلطی پر شکایت نہ فرماویں۔ بلکہ کرم بخشی سے عیب پوشی کریں ؎

بپوش گر بہ خطائے رسی و طعنہ مزن — کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

ذکر در بیان حسب نسب حضرت شمس دوران علیہ الرحمۃ والغفران

قوم آں شمس منور ہست کھوکھر ز ابتدا — بعد ازاں گشتہ سیال از سال جدّ باصفا
لفظ کھوکھر فی الاصل خونخوار بُد اندر جہاں — ہندیاں کھونکھار گفتند بے تخصیص زباں
پس مخفف گشت آں گردید کھوکھر مشتہر — در اصل نامش زماں شاہ است ابن قطب شہر
چونکہ آں مردِ بہادر بُد ہژبر و پہلوان — زاں سبب عرفش بُدہ خونخوار مشہور زماں

آپ کی قوم کھوکھر عرف سیال ہے۔ عرفیت کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ کے اجداد امجاد سے ایک بزرگ کا نام سال ہوا ہے۔ اُس کی اسمیّت کی نسبت سے اس کی اولاد بالعموم سیال کی قوم سے موسوم ہوئی۔ فی الاصل یہ اُس قوم سیال سے نہیں جو کہ ضلع جھنگ وغیرہ اطراف اور دیگر اکناف میں بود و باش رکھتے ہیں اور وہ آپ کو راجپوت کہلاتے ہیں۔ وہ تو مسلم ہیں

جو اُن کا مورثِ اعلیٰ حضرت گنج شکر علیہ الغفران کی خدمت میں ایمان لایا تھا۔ اور آنجناب
شمس الاقطاب کے آبائے اجداد حضرت عباس بن علی المرتضیٰ مشکلکشا کی اولاد والا نژاد سے
ہیں جن کے اسناد کی تصدیق و تحقیق کتب تواریخ سے ظاہر ہے۔ اور کھوکھر کی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ آپ کے اوّلین بزرگوں سے ایک مرد بڑا بہادر اور جرار تھا جو کہ گروہ کثیر کا سردار
با اختیار تھا۔ ہند کے باشندگان اس شوکت نشان بہادری اور دلیری کے سبب سے خونخوار
کہتے تھے۔ چونکہ ہندی زبان میں عوام مردمان حرف خ کو کھ بولتے ہیں۔ اس لیے وہ خونخوار
کی بجائے کھونکھار مشہور ہوا۔ اور بعد میں کھونکھار کا لفظ مخفف ہو کر کھوکھر معروف ہو رہا۔ پھر اس
کی تمام اولاد کی قومیت اس کی اسمیت پر مشتہر ہو گئی۔ فی الاصل اس کا نام زمان شاہ یا
زمان علی ہے جو کہ عبد العلی کا بیٹا ہے۔ اور عبد العلی کو جناب غوث الاقطاب محبوب سبحانی
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے عرب کی مملکت سے قطبیت کے مرتبت پر ہند کی
کی ولایت میں بھیجا تھا۔ اور ملک پنجاب میں قطبیت کے القاب سے اُس عالیجاہ کا نام
قطب[1] شاہ مشتہر عام ہوا۔ اس عالی منصب کی پاک نسب نانویں پشت سے حضرتِ عباس
علمدار بن حیدر کرار سے ملتی ہے۔ جس سے ثابت اور محقق ہے۔ کہ قوم کھوکھر اصل میں
قریش علوی ہے۔ اور آپ کے خاندان عالی شان سے مورث اعلیٰ کا نام جناب کرامت
مآب مقبول بارگاہ لم یزلی حضرت شبیر کرم علی صاحب ہے۔ جس کو پانچویں پشت سے
حضرت شمس دوران کی نسب کرامت ملتی ہے اور ان کا روضہ منورہ بیل شریف کے قرب و جوانب
مغرب کی جانب دہقان شناخت میں جس کو لہندیوالہ باغ کہتے ہیں بعمارت پختہ تیار اور نمودار ہے۔

ذکر در بیان حالات مجمع الکمالات سیاح مسالک طریقت عارف معارف حقیقت قدوۂ بارگاہِ لم یزلی شبیر کرم علی صاحب قادری رضی اللہ تعالےٰ عنہ

فاضل دوران شیخ قادری قطب زمان | در تصوف بسوئے رب گرویدہ روان

[1] کتاب تواریخ [illegible] سے [illegible] غوث [illegible] حضرت صاحب کی [illegible] قطب شاہ صاحب کے [illegible] تھی۔

بود در حرمین و در بغداد ماندہ مدتے	باز در ملتان ز موسیٰ پاک گشتہ کامران
بعد ازاں از صحبت شیر خدا شاہ علیؓ	بہرہ ور گردیدہ آمد باز واپس بر مکاں
در پئے صد سال آں حسب وصیت پیشوا	کردہ شادی پنج پسر نسلش شدند اندر جہاں
عالمے شد مستفیض از فیض آں بحر کرم	پس بامر ایزدی شد راہرو ان سوئے جناں
دفن کردند آں ولی را در عبادت گاہ خود	پس بنا شد روضہ اش از کوشش اولاد آں
باد لطف حق تعالیٰ بر روان پاک او	تا کہ ماند بر بقا ارض و دور آسمان

میاں غلام فرید صاحب سیال وغیرہ چند بزرگان صدق مقال نے یوں بیان کیا کہ والد ماجد حضرت شیر کرم علی صاحب ریاضت اور عبادت میں باکمال اور بے مثال تھے۔ جن کا ابتدائی حال یوں منقول ہے۔ کہ اول موضع دھول میں جو سیال شریف سے شرق اور شمال کی جانب ساہیوال کے قریب ہے۔ آپ کے والدین ماجدین کی سکونت اور اقامت تھی اس زمانہ میں وہ یگانہ بحالت طفلانہ بہت صغیر تھے۔ بتقدیر قادر قدیر مغلوں کا ایک لشکر کبیر جو ہندوستان سے لوٹ کر خراسان کو واپس جا رہا تھا۔ اس شہر کے قرب جوار سے گذرا۔ اور وہ پسر نیک اختر اس راستہ پر آ کر لشکر راہ گذر کو دیکھنے گئے۔ تو سپاہ ستمگار نے اس برخوردار کو شکیل اور پسندیدہ اطوار سمجھ کر جبراً گرفتار کر کے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اور پشاور کے شہر میں سے جو کہ چند یوم اس مقام میں آرام کیا۔ ایک دن وہ مسافر غمگین بہت حزین ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ٹہلتے پھرتے ایک درس گاہ میں جا نکلے۔ وہاں ایک مولوی صاحب بڑے نیک سیر اور مسکین پرور بیٹھے تھے۔ انہوں نے بڑی شفقت اور پیار سے ان کا حال استفسار کیا تو آپ نے سب عرض زار پر اضطرار ان کے آگے اظہار کیا۔ مولوی صاحب کو اس معصوم مغموم کے حالات اور حوادثات پر سخت افسوس آیا۔ اور التفات فراوان سے اس آزردہ جان پر حرمان کو بغرض امان اپنے مکان میں چھپا دیا۔ جب چند یوم کے بعد وہ لشکر اس شہر سے روانہ ہوا۔ اور اس سے کوئی ڈر اور خطرہ نہ رہا۔ تب مولوی صاحب موصوف نے ان کو تعلیم میں مصروف کر دیا۔ اگرچہ وہ نیک خصال خورد سال تھے۔ مگر ایزد متعال کے فضل کمال سے ان کو پڑھنے کا خیال دل حق حال ہوا۔ اور استاد صاحب ذو الکرام کی خدمت

میں بہ اشتیاق تمام پختہ قیام کیا۔ چنانچہ پہلے قرآن کو اختتام کر کے درسیہ کتابوں کو اختتام
کیا۔ بعد ازاں وہ مولوی صاحب حرمین شریفین کی زیارت کے لیے جب عرب شریف
کو تشریف فرما ہوئے تو ان کو بھی بہ محبت دلی اور شفقت قلبی سے اپنی معیت میں ہمراہ
لے چلے۔ بیت اللہ معلیٰ کا حج کر کے جب مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے۔ تو بہ امر ذوالجلال وہ
مولوی صاحب نیک خصال وہیں انتقال کر گئے۔ اور وہ فرخندہ عنوان جو اُس وقت نوجوان
تھے بغرض تعلیم اُس مقدس ترین شہر میں اقامت گزیں ہو رہے۔ عرصہ دس سال میں اُس
حمیدہ افعال نے علم کی تحصیل اور تکمیل فرمائی۔ اور بارہ سال محبت ایزدی سے بہ خلوص قلبی
مسجد نبوی میں امامت کرائی۔ اور ریش مبارک سے اس صحن متبرک کی جاروب کشی کی۔ بائیس سال
کے بعد جناب رسالت مآب کی بارگاہ والا جاہ سے خواب میں اُن کو ارشاد ہوا کہ تم اب شام
کے رستے بغداد میں جاؤ۔ اور اُس جناب سے اپنا نصاب پاؤ۔ پس حسب ارشاد واجب تقلید
وہ طالب رحمان بہ اشتیاق تمام غوث زمان کی آستان پر حاضر ہوئے۔ کچھ مدت وہیں ریاضت
و عبادت کرتے رہے۔ اور بڑی جانفشانی سے دربار کا پانی بھرتے رہے۔ لیکن بیعت کی
نسبت اس دربار کے سجادہ نشین پر ان کو یقین نہ ہوا۔ اور یہ خیال اُس صاحب حال کے دل
میں سمایا کہ بیعت ظاہری بڑی ضروری ہے کس کے پاس جاؤں اور کس کو ہاتھ پکڑاؤں
بدیں تفکرات ایک رات پُر برکات میں اُن کو جناب غوث اعظم نے خواب کے عالم
میں فرمایا اور دکھایا کہ یہ مرد رشید موسیٰ پاک شہید میری اولاد سے لائق ہے اور برگزیدہ خلائق
ہے اور اُس وقت میرے سلسلہ کا مالک ہے۔ تم شہر ملتان میں جاؤ۔ اور اُس فیض رساں
سے فیضان پاؤ۔ جو تیرے لیے امانت خاص اس کے پاس ہے۔ پھر آپ نے ان کا ہاتھ
بڑی عنایت کے ساتھ پکڑ کر موسیٰ پاک کے سپرد فرمایا۔ اور شفقت اور مرحمت سے رخصت
کیا۔ پس حسب الایماء صاحب وہ طالب کردگار اُس دربار پُر انوار سے مرخص ہو کر مسافت
دور دراز کو محنت بے اندازہ سے طے کر کے ملتان کے قرب و جوار میں وارد ہوئے۔ اور باشندگان
دیہات سے اس پاک ذات کے حالات اور توسلات دریافت کرنے لگے۔ استفسارات سے معلوم
ہوا کہ آنجناب کے خلفاء کبار سے شیر شاہ علی صاحب ذات بہ عنقریب مقام میں رہتے ہیں۔ اور

آپ کی خدمت بابرکت میں اکثر اوقات بڑی محبت کے ساتھ مشرف ہوتے رہتے ہیں
تو پہلے میاں صاحب موصوف اُس خلیفہ معروف کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا سب ماجرا
مفصل افشا کیا۔ اور ان ہمراہ لے جانے میں ملتجا کیا تو شاہ صاحب مذکور عنایت موفور سے
میاں صاحب کی استدعا پر اپنے پیشوا کی خدمت میں اُن کے ہمراہ روانہ ہوئے جب وہ
دونوں صاحبان اُس فیاض زمان کے آستان پر پہنچے تو خادمان حاضرین نے آں قدوۃ العارفین
کو عرض کیا کہ عالی جاہا آیا ہے شبیر شاہ علی۔ آپ نے فرمایا کہ اُس کے ساتھ ہے شیر کرم علی
جب وہ دونو اصحاب غلامانہ اداب بجالا کر بیٹھ رہے۔ تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ عرصہ
کثیر سے یہ فقیر تیری انتظار کر رہا ہے۔ اور لیل و نہار تیری دیدار کا منتظر رہا ہے۔ کیونکہ تیری
امانت خاص میرے پاس موجود ہے جس کو بموجب فرمان غوث الزمان کے میں نے
تیرے سپرد کرنا ہے۔ یہ کہہ کر آنحضرت نے بڑی شفقت سے ان کو بیعت فرمایا۔ اور
نعمت باطنی اور خدمت ظاہری سے یکدم منور اور مزین کیا۔ اور کہا کہ میری عمر اب بسر
ہو چکی ہے۔ صرف تیرے آنے پر منحصر تھی۔ تجھے لازم ہے کہ میرے انتقال کے بعد
کئی سال تو نے شبیر شاہ علی کی صحبت میں رہنا۔ اور اس کی خدمت میں رہکر منازل اور
مدارج کو تکمیل پر پہنچانا۔ یہ تیرا بھائی ہے۔ تیرے ساتھ برادرانہ خیر خواہی کرے گا جب یہ
تمہیں رخصت اور اجازت دے گا۔ تب تو نے اپنے موطن اور مسکن کو جانا ہوگا۔ اور وہاں
جاکر اپنا نکاح بیاہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ عالیجاہا یہ درویش کنگال معمر کہن سال
ہے۔ اس ۹۰ برس کی عمر میں نکاح کرنا بہت محال اور سراسر وبال ہے۔ اس پیر روشن ضمیر
نے فرمایا کہ ایزد خبیر نے اس فقیر کو خبر دی ہے۔ کہ تیری پشت سے اولاد نیک نہاد ہوگی
جو قیامت تک وہ تیری عاقبت کے لیے دعاء مغفرت کرے گی۔ اور نیز اُن میں سے
ایک مرد گرامی عارف ربانی نمایاں ہوگا۔ جس کا فیضان تمام جہان میں عیاں ہوگا۔ اس
لیے تم کو نکاح کرنا واجب اور مناسب ہے۔ پس اس ہدایت اور وصیت کے بعد اسی
اثنا میں وہ مقتدا حقیقی بکبریا دار الفنا سے دار بقا کو رحلت فرما ہوئے۔ اور میاں صاحب
راسخ الایقان ان کے فرمان سے بصدق یقین شبیر شاہ علی صاحب اکمل تریں کی خدمت میں

جاگزیں ہوئے۔ چندیں سال کے بعد جب اُس صاحب حال نے اپنے منازل کو کمال پر پہنچایا۔ تو شاہ صاحب ذوالابتداء نے موجب وصیت پیشوا کے نصف حصّہ اپنی جائداد اور خزانہ سے بطریق برادرانہ اس یگانہ زمانہ کے پیش کیا۔ اور فرمایا کہ یہ تیرا مال ہے مجھ سے سنبھال لو۔ اور اپنے آبا اجداد کی مسکن پر جاکر سکونت اختیار کرو۔ مگر اس کرامت شعار نے مال اموال کے لینے سے اعتذار اور انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال کے لینے کی کچھ حاجت نہیں۔ صرف شغل باطنی کی ضرورت ہے۔ پس وہ ملکی صفات آں ذات بابرکات کی اجازت کے ساتھ اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ جب وہ وطن کے مقام میں جہاں آپ کے والدین ماجدین کا قیام تھا تشریف لائے۔ تو وہاں اپنے مقربین اور متوسلین سے کوئی بشر آپ کو نظر نہ آیا۔ یعنے آپ سے پیشتر سب اقربا عالم بقا کو رحلت فرما ہو گئے تھے چونکہ وہ عالیقدر بباعث شغل مراقبات مردم کے اختلاط سے دن اور رات میں احتراز رکھتے تھے اس لیے وہاں سے چل کر ایک دشت مہیب میں جو دریا کے قریب تھا تشریف لے گئے اس جنگل کی ہیکل کو دیکھ کر ایک خواب یاد آیا جو کہ آپ نے زمانہ پیشینہ میں شہر مدینہ کے اندر اس بیابان ویرانہ کو عالم منام میں معائنہ کیا تھا۔ اور اُس خواب میں آنجناب کو ارشاد ہُوا تھا۔ کہ اس خاک بابرکت میں تیری تربت ہوگی۔ اور آپ نے وہاں عرض کیا تھا کہ میری تو استدعا اور التجا یہ ہے۔ کہ مدینہ طیبہ میں رحلت پاؤں ۔۔۔ اور جنتُ البقیعؔ میں دفن ہوں۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ قطعہ ارضیہ خاص جنتہ البقیع ہے چونکہ اس خواب کی رؤیت کے بعد مدت مدید اور عرصہ بعید گذر چکا تھا۔ اس لیے آنجناب کے یاد سے وہ خواب فراموش ہو گیا تھا۔ پھر اب اس دشت کی ہیئت کے دیکھنے سے اس خواب کی رؤیت اور اس کی سرگذشت سب یاد آئی۔ جس سے آں قدوۃ السالکین نے بامر رب العالمین اُس زمین میں بڑی تسکین سے اقامت فرمائی۔ عبادت اور ریاضت کے لیے ایک درخت کے نیچے خلوت نشینی اور مجاہدہ گزینی اختیار کی۔ وہاں ایک ملاح ہوا خواہ نے آپ کی عبادت گاہ کے لیے چھوٹی سی کوٹھی تیار کر دی جس میں آپ آسائش سے رہائش کرنے لگے۔ پھر جب مردمان زائرین ہر جگہ سے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ تو اس وقت ان کے آرام اور قیام کے واسطے آپ نے

وہاں ایک کنوئیں کھدوایا۔ اور مسجد اور مکان بنوایا جن میں مسافر لوگ رہتے تھے۔ اور استراحت پاتے تھے۔ ہزاروں انسان آپ کے فیضان سے کامران ہوئے۔ اور بے شمار عاجزان بیکساں آپ کے کرم عام سے شادماں ہوئے وہیں ایک فقیہ نے مائی جیونی جو بڑی شریفہ اور عفیفہ تھی اور عقیدت دلی اور صداقت قلبی سے جناب کی خدمت میں اقامت رکھتی تھی۔ آپ نے حسب وصیت اپنے پیشوا کے اُس کے ساتھ نکاح کیا۔ مگر اُس نیک نہاد سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پھر اس مائی صاحبہ نے صدق اعتقاد سے اولاد کی ایجاد کے لیے ایک جو نہیں قوم زمیندار کے گھر میں اُس عالی جاہ کا بیاہ کر دیا۔ جس سے بفضل خداوند پانچ فرزند ارجمند تولد ہوئے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱	۲	۳	۴	۵
میاں عبدالکریم،	میاں محمد یار،	حافظ تاج محمود،	میاں موسیٰ،	میاں عبدالرحیم ؛

ان میں سے حافظ تاج محمود صاحب بڑے فاضل اور کامل مکمل تھے۔ چنانچہ وہ حج کے ارادہ پر گھر سے آمادہ ہو کر عرب شریف کو تشریف لے گئے اور انہیں مقامات متبرکات میں رحلت پذیر ہوئے۔ پیچھے ان کا فرزند حافظ برخوردار جو صاحب علم اور نیک اطوار تھا۔ اپنے کاروبار میں ہوشیار اور خبردار ہُوا اور اپنے جدِ امجد کو ماہ رمضان میں خوش الحانی سے مصلیٰ پر قرآن سنایا اور جد والا شان نے اُس پر کرم بے پایاں فرمایا۔ جس سے جہان میں وہ جوان صاحب عظمت اور ذوالاحترام ہُوا۔ بعد ازاں اُس عارف ربانی شیر یزدانی حضرت **کرم علی** صاحب نے بتقدیر سُبحانی دار فانی سے عالمِ جاودانی کو تشریف ارزانی فرمائی۔ اور اُسی نشست گاہ میں جو آپ کی عبادت گاہ تھی حسب الارشاد آنجناب کی قبر بنائی گئی۔ چونکہ موضع ہندوان کے مالکان نے صدق یقین سے پانچ سو بیگہ زمین اُس زبدۃ العارفین کو بخشیں نذر کی تھی اُس میں میاں برخوردار مذکور نے ایک شہر معمور کیا جس کا نام سیال مشہور ہُوا۔ کچھ مدت کے بعد وہ نامدار حسب وصیت جد بزرگوار حضرت شیر شاہ صاحب ولی تبار کے دربار پر گئے۔ اُس وقت سید لشکین کا پوتا سجادہ نشین تھا۔ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور فرمایا کہ جدی امجدی اپنی اولاد کو وصیت و ارشاد فرما گئے ہیں کہ میاں شیر کرم علی صاحب مقبول الٰہی میرا بھائی ہے۔ اور میرے مال و دولت کا مستحق اور مالک ہے۔ بنا بر آن میں اُن کے فرمان واجب الایقان پر تعمیل کرتا ہوں۔ اور اپنے کل مال

املاک کو تقسیم کرتا ہوں۔ چونکہ تم آنجناب والا نژاد کی اولاد ہو۔ اس لیے کل جائداد سے نصف حصہ
کا حساب میرے سے سنبھال لو۔ اور جلد تر اپنے گھر لے جاؤ۔ میاں صاحب نے عرض کیا کہ جناب
نے جو کچھ نصاب اس خاک پا کو عطا فرمایا ہے۔ وہ سب خاکسار نے آپ کے دربار پر نذر کر دیا ہے
بندہ کو تو صرف آپ کی دعا اور رضا کی حاجت اور ضرورت ہے۔ تب اس ذوالاقتدار نے
بڑے اصرار سے فرمایا۔ کہ اگر بالغرض ان اشیاء کے لینے پر تیرا مقتضا نہیں تو یہ فہرست اسماء
خدام جو نصفا نصف مریدوں کے نام آپ کے حصہ کی بابت ارقام کئے گئے ہیں۔ ضرور لیکر
منظور کرو۔ اور ان تمام مریدوں کو جدی غلام سمجھ کر بطور مرشدانہ ان سے نذرانہ وصول کرتے
رہو۔ آخر میاں صاحب نے لاچار ان کے اصرار و تکرار پر اس سند منقول کو لے کر قبول کیا۔ پھر سجادہ
نشین نے خوش تر ہو کر یہ عہدنامہ ترقیم کر دیا کہ موضع ماچیوال سے لے کر اخیری سمت شمال تک
جو لوگ حضرت شیر شاہ علی صاحب کی اولاد والا نژاد کے مرید با اعتقاد ہیں۔ وہ سب اپنے آپ کو
شیر کرم علی صاحب کی اولاد کے مرید صادق الاعتقاد سمجھیں۔ اور حسب دستور قدیمانہ نذرانہ اور شکرانہ
بطور خادمانہ ان کے آگے ادا کریں۔ اور نیز ہر گراں میں اپنے مریدوں کے نام انہوں نے اعلان
بھی مشتہر عام کر دیا۔ پس میاں صاحب وہ عہدنامہ بمعہ گھوڑیاں اور نشان علامت پیرانہ اس آستانہ
سے لے کر دولتخانہ میں تشریف لائے۔ اور ان مریدوں سے نذرانہ لینے شروع کئے۔ چونکہ
علاقہ پہاڑ میں مرید بے شمار با عقیدت خدمتگذار تھے۔ وہ ہر سال اس محل میں بڑے عظمت
اور اجلال سے تشریف لے جاتے تھے۔ اور ان سے بہت سامان منال وصول کر لاتے تھے۔
آخر وہ نامدار بتقدیر کردگار اس دار ناپائدار کو واگذار کر کے جنت بریں کو رحلت گزیں ہوئے۔ پیچھے ان
کا فرزند سعادتمند حافظ محمد شریف صاحب جو اہل بدعت اور ذواکرامت تھے۔ پیر
سید محمدی صاحب قادری بہروی کی بیعت سے سرفراز اور مجاز ہوئے۔ اور کرامات اور مکاشفات
سے عالم میں ممتاز ہوئے۔ اس اثناء میں بسبب گردش روزگار ناہنجار حضرت شیر شاہ علی صاحب
کی اولاد موجود میں باہمی فساد پڑ گیا۔ اس وقت کے سجادہ نشین نے جو بڑے ذی عظمت اور ذی
تمکین تھے خشمگیں ہو کر اپنے بھائی چچازاد کو عنادت برباد کر کے جدی جائداد سے نکال دیا۔ وہ
بیچارہ مصیبت کا مارا بڑی خواری اور زاری سے بکمال لاچاری اپنے ضروریات و اخراجات

کے لیے دیہات اور موضعات میں سوال کرتا اور پھرتا سیال شریف میں آیا۔ میاں محمد شریف صاحب کو اس کی حالت نحیف پر بڑا رحم آیا۔ اور شفقت دلی اور کرم بخشی سے وہ فہرست مریدان اور عہد نامہ جو کہ بزرگان ماضیہ کا عطیہ تھا۔ حضرت مذکور اس آشفتہ حال پریشان کو دے دیا۔ اور فرمایا کہ یہ تمہارے بزرگوں کا اپنا مال ہے۔ تم اس کو واپس سنبھال لو۔ اور اپنے قیام کے لئے کسی جگہ مکان بنا کر آرام کرو۔ جیسے حقارت اور خجالت کی حالت میں پریشان اور سرگرداں ہو رہے ہو پھر رہے۔ لیکن اس وقت میاں صاحب نے تمام مریدوں سے اقوام گشکہ کو جو سیال شریف کے باشندگان تھے اپنے مریدوں میں رکھ لیا۔ شاہ صاحب کے سپرد نہ کیا۔ پس شاہ صاحب مذکور نے بہت ممنون اور مشکور ہو کر عہد نامہ مسطورہ لے لیا۔ اور بڑی خورسندی اور خوشنودی سے موضع جھنگ میں جا کر دریا کے کنارہ پر اپنی رہائش کا مقام بعمارت خام تیار کرایا جس کا نام پیر کی سبھل مشہور عام ہوا۔ اس مکان میں بڑی عزت اور کرامت سے وہ مقیم ہوئے۔ اور سب مرید صادق الیقین دل سے ان کی خدمت گزین ہوئے۔ بعدہ ان کی اولاد در اولاد میں بھی شاہ صاحب وغیرہ اصحاب انہیں مریدوں کی خدمت گذاری اور وفاداری سے جہانداری کے امورات اور حاجات ضروریات کو بسر کرتے رہے۔ میاں محمد شریف صاحب کے چار برخوردار باوقار رہے تھے چنانچہ میاں محمد پناہ میاں محمد یار۔ میاں خدا یار۔ میاں احمد یار۔ ان میں سے میاں پناہ صاحب بڑے بزرگوار اور با اقتدار تھے۔ کرامات اور مکاشفات میں بے نظیر۔ روشناسان اور سادات کرام کے پیر باتوقیر تھے۔ محتاجوں کے لیے فیاض اور مسکینوں نواز تھے۔ جہاں میں ممتاز اور منفرد تھے۔ اپنے جد امجد حضرت شیر محمد علی صاحب کا روضہ شریف قابل تعریف انہوں نے بنوایا اور اپنی سکونت اور اقامت کے لیے شرقیہ جانب میں ایک قریہ نو آباد کیا جو کہ وہ محمد پناہ کے نام سے مشتہر عام ہوا۔ آخر بتقدیر قادر قدیر وہ روشن خمیر دنیا سے رحلت پذیر ہوئے۔ اور جد امجد کے روضہ ہی میں مدفون کئے گئے۔ اس بزرگوار کے بھائی میاں محمد یار صاحب نیک خصال جو اس سے خوردسال تھے ایزد متعال کے کرم وافضال سے ان کے گلشن آمال میں ایک نونہال پرجمال بے باکمال نمودار ہوا۔ کہ جس کے قدوم میمنت لزوم کی شمیم بہجت سے تمام جہان کا مشام خوشبود اور فرحت تمام سے سرشار ہو گیا۔ یعنی قبلہ عالمین فخر العارفین حضرت خواجہ شمس الدین ابن مسعود کے موجود

ہوئے۔ جن کے برکات اور تجلّیات سے جہاں کے ظلمات معدوم اور مفقود ہوئے۔ نیز
آں پسر بلند اختر جن کے اجداد امجاد اس کے اقتدار اور افتخار سے عالم میں نامدار اور باوقار ہوئے
اور اس کے احترام اور اکرام سے پروردگار کے دربار میں کامگار ہوئے۔ پیشتر جو کہ عرصہ بعید سے
حضرت رشید موسٰی پاک شہید نے حضرت شیر کرم علی صاحب کو بصارت قلبی سے یہ بشارت دی
تھی کہ تیری اور و نیک نہاد سے ایک بزرگ صاحب ارشاد ہوگا۔ جس کے فیوضات اور کمالات
سے عالم فیضیاب ہوگا۔ سو اس پیش گوئی کے بموجب اب یہ فیاض زمن شمس دوران اس
خاندان عالی شان میں بفضل پروردگار نمودار ہوئے۔ جن کی برکت اور انوار سے عالم نادار کے بخت
بیدار ہوگئے

شجرہ نسب جناب فیضمآب پیشوائے سالکین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ شمس الحق والدین سیالوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت خواجہ شمس الدین بن میاں محمد یار بن میاں محمد شریف بن میاں برخوردار
بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی صاحب بن جان محمد بن سعد اللہ بن دولت
بن اکبر بن صالح محمد بن خدام محمد بن عظمت بن سلطان بن الہ دتا بن مقصود بن شیخ بن
سانگ بن کمال بن یعقوب بن بہت بن دریام بن سنجر بن حاتم بن گورنج بن
اچہر بن عثمان بن مابی بن جہانب بن صاحب بن جہتہ بن سالو بن بندل بن بسانی
جس سے اُس کی ددھیال مشہور ہوئی بن ساندر۔ چونکہ یہ بار کا سردار تھا اس لیے وہ بار
اس کے نام سے ساندر بار مشہور ہوگئی۔ بن گولا بن جیت بن کوڈ بن سیحن بن زمن علی
معروف کھوکھر بن قطب شاہ اصل نامش عبد العلی معروف عون بن یعلی بن حمزہ بن

حبیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسنؑ بن عبداللہ زید لعینے عبیداللہ بن
عباس بن حضرت علی المرتضےٰؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ؂

حلیہ کرام حضرت شمس دوران علیہ الرحمۃ الغفران

بنام ایزد کہ آں شمس یگانہ ‌‌‌‌‌‌ بصورت بود یکتائے زمانہ
زہے رعنا دلبر کہ جمالش ‌ جہانے شد فدائے پائمالش
زہے قامت زہے اعضاء نور ‌ زہے چشم مکحل مست دلبر
ہر آنکس نرگسش خمار دیدہ ‌ قسم بیزداں کہ او زخود رمیدہ
گرفتم کلک چوں در رقم حسنش ‌ قلم در لرزہ آمد تن بجنبش

خرد از حیرتش بے تاب گشتہ
خیال و فہم اندر خواب رفتہ

کہ حسن بیچگوں آں ذات اطہر
ز تحریر و بیاں ہا ہست برتر

گدائے بیخبر دا امکاں چہ دارد
کہ وصف حلیۂ ذاتش نگارد

دلے لابد شدہ ایں را نوشتن
بریق نور را در سلک بستن

کہ گرند ہم بہ تحریرش حوالہ
ہمہ گویند شد ناقص رسالہ

ازاں در رائے احقر ہر چہ دارم
بحالت حیرت و ہیبت نگارم

ہمایوں پیکرے آں شمس پرنور
بباغ حسن یوسف دار مشہور

وجودش معدن جود و عنایت
ز بہر خلق شد باعث ہدایت

قامت باجسامت آپکا سیدھا اور اونچا سرو کی مثال سراپا جمال

کشیدہ قامتے چوں سرو آزاد
بستان لطافت چہرہ بکشاد

چہ سروے بلکہ نخل باغ رحمت
ز ثمرش شد جہاں پر خوان نعمت

آپکے سر مبارک کا نارک نشستہ اور بڑا موزوں ہر آفت سے مصئون

سر او معدن اسرار پنہاں
مزین تر ز ہر افراد انساں

نباید سر سری توصیف آں سر
کہ ہست آں سر سر ہر ہاءِ ہر سر

آپکا چہرہ بہت چوڑا اور پر رخسار بڑا منور اور ملاحت دار

رخ او ہمچو خورشید جہانتاب
شدہ عالم ز نورش روشنی یاب

چہ چہرے بل گلے گلزار جنت
ز بوئش شد معطر جملہ خلقت

آپ کی مصفا پیشانی مورد انوار سبحانی بہت چوڑی اور نورانی

فروزاں شعلۂ نور جبینش
جہاں شیدا بوضع نازنینش

زمینیں لوح اعلاتر صفائش همه عالم شیده یکسر فدائش

ہردو ابرو مقوس جفتہ اوپر کے بال باہم پیوستہ

مقوس ابرو ش محراب پاکاں مقدس تکیۂ اندوه ناکاں
چه ابروبل کماں در صید عالم که دلہارا انوده زخم و برهم

چشمان مکحل بلا کحل نرگس وار مست خمار

نوشتہ حق زکحل چشم دو صاد شدند در صید دلہا خاص صیاد
چه صاد آں بل مکحل نرگس ناز بما زاغ البصر شد زیب پرداز

مژگاں کے بال تیروں کی مثال

زہے مژگاں بر نگا رنگ اعجاز گہے گشتہ به دلہا ناوک انداز
گہ کرده بزخم جاں مرهم گہے انداختہ بر جان ما غم

آپ کا ناک مصفا اور پاک اونچا لمبا ہموار لطافت میں زیبیدہ

شده بینی به پیش چشم خمار عصائے سیم اندر دست بیمار
عصائے چیست بل از نور سبحاں کشیده یک الف بر ورق قرآں

آپکے دانت سفید اور صاف موتیوں کی مثل شفاف

بریق دُرش از لعل بدخشاں چو از گلگوں شفق برقِ درخشاں
چه دُرش بلکه سین از میم انور کشاده عقدۂ عالم سراسر

آپکی ریش مبارک لمبی اور متوسط بھاری سفید رنگ اور بہت نیاری

بہ ریشش ریشہائے جملہ دوراں بہ ہر یک موئے او گشتند قرباں

چہ ریش آں بل شعاع شمس دویش — چو اطناب ضیاء بر تا ر موئش

گردن مجسم اور دراز بہت نازک اور ممتاز

چہ گردن خاص مینائے لطافت — ہویدا وصف قمقل از نزاکت
خدائش فرید از نور طاعت — گر دیدہ سر موجز اطاعت

سینہ فراخ اور بہن او بھرا ہوا اور مزین

مقدس سینہ اش گنجینۂ راز — شد از وصف الم نشرح سرفراز
چہ سینہ بلکہ کان گنج اعلےٰ — زوے شد بہرہ ور اعلیٰ و ادنےٰ

ہاتھ کی ہتھیلی پُر لحم اور اُنگلیاں نرم اور مجسم

یدش راحت دہ اندوہ ناکاں — رفادہ بند زخم سینہ چاکاں
دو دستش در حقیقت دست قادر — ید اللہ فوق شد اعلان صادر

آپکے پاؤں کی لمبائی بندرہ اُنگلی کے مقدار نیچے کی تلی بہت ہموار

قدم در لطف نیز از دست کم نیست — چو او در لطف کس ثابت قدم نیست
بہر جائیکہ قدمش ساختے جاء — شدے دریائے رحمت زاں ہویدا

آپ کا رنگ بہت عجیب سُرخ سفیدی مائل بڑا نجیب

عجیب تر رنگ از حدِ بشر دور — ندیدہ از پری نشنیدہ از حور
قمر پُر رنگ گشت از پرتوِ او — نہادہ ہر بشر سر بر درِ او

ذکر در بیان ولادت باسعادت شمس دوران وختام قران

ہا عنایت ایزدی آں شمس جلال و جمال — شد عیاں در دوازدہ ۱۲ و ۱۲ ربیع الاول سبال

ولدش در سال پنجم نزد اُستادش نشاند　　ختم قرآں ساختش در سال ہفتم از کمال

آپ کی ولادت با سعادت ۱۲۱۴ھ ہجری کے درمیان سیال شریف کے مکان جنت نشان میں ہوئی جن کے ظہور پُرنور سے تمام زمین برکت سے رنگین ہوگئی۔ اُس زمانہ میں سکھوں کی ابتدائی سلطنت اور حکومت تھی۔ اور خلقت میں سخت جہالت اور ضلالت تھی ؎

ہوئی جب شمس کی طلعت منور ہوگئی خلقت　　جہاں میں روشنی پھیلی ہوئی معدوم سب ظلمت

وہ دُرِ یتیم صاحب تکریم والدین ماجدین کے گھر میں ایک ہی فرزند ارجمند تھے۔ دوسرا کوئی حقیقی بھائی اپنا نہیں رکھتے تھے۔ جب وہ صاحب جمال ساڑھے چار سال تک پہنچے تو والد ماجد نے اُن کو اُستاد صاحب کے پاس بٹھایا اور قرآن مجید شروع کرایا۔ ساتویں سال میں اُس حمیدہ خصال نے تمام قرآن کو اختتام فرمایا اور علم کے استحصال کا خیال بفضل ذوالجلال آپ کے دل سعادت منزل میں مشتعل ہُوا ؎

بنانا ہو خدا جس کو جہاں میں صاحب عظمت　　محبت علم کی دیتا ہے اس کو اور تقویت

در سفر رفتن شمس العارفین بہمراہی ماموں صاحب میاں احمد الدین بنا بر تحصیل علوم

شد رواں شمس منور در سفر دور و دراز　　از برائے علم با ہمراہ خالے دل نواز
اوّلاً در ڈھوک پس اندر مکھڈ کردہ قیام　　ساختن آں تحصیل آنجا با محبت و از نیاز

چونکہ اُن ایام سعادت اقتران میں جو شمس العارفین قرآن کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ کا ماموں صاحب میاں احمد الدین جو عزیز ترین رشتہ دار اور قابل اعتبار تھا اور آں شمس الانوار سے بہت پیار رکھتا تھا۔ وہ سعادت اطوار تحصیل علم کے لئے خود سفر میں جانے کو تیار ہُوا۔ اور جناب کے والدین کو بھی جو کہ اپنے نور العین کے پڑھانے کا شوق بیشمار تھا۔ اور نیز جدائی کا گوارا نہ بھی ان کو برداشت کرنا دشوار تھا مگر اُس لخت جگر کی سعادت کو مدنظر رکھ کر محبت اور پیار کے سلسلہ کو برکنار رکھ دیا۔ اور صبر کا پہاڑ دل بیقرار پر رکھ کر اس نور ان نہار کو حصول علم کے لئے اپنی رضا سے ماموں صاحب کے ہمراہ روانہ کیا۔ اس وقت آپ لڑکپن کی حالت پُرملالت میں سفر کو جانا اور آپ کی ہجرت اور فرقت سے لوگوں

کا تمت کی نار یک واقعہ سخت دردخیز اور غم انگیز تھا ؎

یکایک خلق نے رو کر کہا افسوس مادر پر   کہ جس نے اس پدر کو آپ خود بھیجا سفر اندر

اگرچہ والدہ ماجدہ کا دل مشتاق آپ کے اشتیاق اور فراق سے چاک ہورہا تھا مگر بنابر زبان بڑے اطمینان سے زنان ملامت کنندگان کو فرماتے تھے۔ کہ میرا برخوردار لعلوں اور جواہروں کا گلزار لگا رہا ہے۔ جب وہ گلشن تیار ہوا تو اس کی بہار خوشبودار سے سب جہان معطر اور خمار ہو گا پس وہ عالی جاہ ماموں صاحب کے ہمراہ مسافت دور دراز کے نشیب و فراز کوطے کر کے موضع میکی ڈھوک علاقہ پنڈی گھیب میں وارد ہوئے۔ اور اس درس گاہ میں صرف دو ماہ رہ کر نار حق در کر میا پڑھا پھر وہاں سے استاد صاحب کے انتقال پُر ملال کے باعث روانہ ہو کر بحالت درویشانہ بلہ بس ملیانہ تحصیل شریف کے مقام میں جا کر قیام کیا ہے

گرچہ ظاہر میں تو وہ کب ہی مسکیں تھا   لیک باطن میں ازل کے نور سے رنگیں تھا

تین سال بڑے استقلال سے آپ نے وہاں رہ کر علم پڑھا چنانچہ پہلے نثر اور نظم کو اپنے ماموں صاحب والا مرتبت سے اتمام کیا۔ پھر دیگر کثر علوم کو مولوی علی محمد صاحب علیہ الرحمۃ سے تحصیل اور تکمیل کیا۔ اور کچھ عرصہ شہر انک میں بھی مولوی صاحب کے پاس بھی قیام فرمایا۔ اور نیز ایک دفعہ شہر کابل میں تشریف لے جا کر حدیث کی سند کسی ایک بڑے فاضل کمل سے حاصل کی جس کی تفصیل علیحدہ تحریر کی جائے گی۔ چونکہ اُس یوسف ثانی کی پیشانی سے حسن ازلیہ کے چمکار اور محمدیہ انوار ہر وقت نمودار تھے۔ اس لیے کثر مردمان اس شمس دوران کی صورت درخشاں پر گرفتار اور جاں نثار ہو جاتے تھے۔ اس سبب سے وہ صاحب جمال ہر حال اپنی چادر کو برقعہ کی مثال منہ پر ڈال رکھتے تھے۔ اور عورتوں کے اختلاط اور ملاقات سے احتراز کرتے تھے۔ رُباعی

حسن وجمال جس کو دیا ذوالجلال نے   اُس پہ ہزار جانیں فدا ہو رہیں

آشفتہ حال بلبل گل پر تڑپ رہی   پروانہ کو بھی ہجر سے آرام جان نہیں

جناب مولوی صاحب کو بھی شفقت اور پیار آپ سے بےشمار تھا۔ تمام درویشوں اور طالبوں پر آپ کا فوق اور اقتدار تھا۔ کثر اخیان اپنے دسترخوان پر جناب کو طعام کھلاتے تھے۔ اور تعظیم میں کوشش عظیم فرماتے تھے۔

دربیان رفتن شمس دوران بملک افغانستان و حصول کردن سند حدیث از یکے فاضل زمان

شمس دوران باجازت خاص اوستادِ زمان — رفت اندر شہر کابل با معیت کاروان
کرد حاصل از یکے فاضل دران سندِ حدیث — بعد از شش ماہ آمد باز واپس بر مکان

میاں محمد امین تاجر نامدار جو درویشوں کا بڑا خدمت گزار اور خاص کر مولوی صاحب کا معتقد اور جان نثار تھا۔ ایک بار تجارت کا مال لے کر کابل کو تیار ہوا۔ اور مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ چونکہ اس غلام کا کاروان افغانستان کو جانے والا ہے۔ اور راستہ کے درمیان رہزنوں کا خوف فراواں ہے۔ اس لیے اپنی عنایت اور احسان سے شمس دوران کو ہمیں کاروان کے ساتھ روانہ فرمایا جائے۔ جو علماء اور فضلا کی برکت اور حرمت سے اس ملک کے باشندگان سوداگراں کے مال اور جان کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ بلکہ نیاز بے اندازے پیش آتے ہیں۔ مولوی صاحب کو جو اس با اعتقاد کے ساتھ دلی اتحاد تھا۔ بنا برآں شمس دوران کو انہوں نے کارواں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری امان ہے تو نے اس کا دھیان رکھنا ہوگا پس جب وہ کاروان بسلامتی مال وجان کے بڑے آرام سے کابل میں داخل ہؤا۔ تو جناب کی برکات اور عنایات سے شہر کے باہر ہی ایک سودا ہو گیا۔ جس سے اس کو ہزار روپیہ کا فائدہ ہوا۔ پھر تاجر موصوف وہاں اپنے کار بیوپار میں مصروف ہو رہا۔ اور آنحضرتِ غریب نواز نے حافظ دراز صاحب کی خدمت میں جو کہ وہ علماء دہر سے ایک فاضل متبحر تھے ہدایہ شروع کیا۔ چندیں ایام میں اختتام فرما کر حدیث کی سند کو بھی حاصل کر لیا۔ چونکہ وہ استاد صاحب نیک نہاد بڑی بھاری جائداد کے مالک تھے۔ اور سرکار کے دربار میں بڑے نامدار اور با اقتدار تھے۔ مگر بتقدیر کردگار کوئی اپنا فرزند نور الابصار نہیں رکھتے تھے۔ صرف ایک دختر نیک اختران کے گھر میں نوجوان تھی۔ جس کی شادی کے سامان کے لئے کسی لائق وفائق انسان کے جویاں اور خواہاں تھے ؎

چو اوستاد قدر دگرانش بدید — بدانست پیشم ہمائے رسید

انہوں نے جب شمس دوران کو صاحب عظمت اور ذیشان دیکھا۔ تو ان کو اپنا داماد

بنانے پر آمادہ ہوئے۔ اور اپنے ارادہ پر استادہ ہو کر شادی کے کام کے انصرام میں سامان کرنے لگے۔ گو انہوں نے اس باب میں جناب سے استصواب کیا۔ مگر آپ نے شرم کے حجاب سے کچھ جواب نہ دیا۔ آخر جب چھ ماہ کے بعد وہ تاجر نامدار واپس جانے کو تیار ہوا تو اس وقت شمس دوران نے اُس عاقل زمان کو یہ حال تمام بیان کیا۔ اور فرمایا کہ اس معاملہ میں اگر جناب استاد صاحب کی مرضی سے خلاف ورزی کی جائے تو میرے لیے ندامت اور سخت خجالت ہو گی۔ لہذا کوئی ایسی مصلحت اور مشورت دل پسند عمل میں لائی جائے جس سے خوند صاحب رضامند اور خورسند ہو کر اس نیازمند کو اجازت اور رخصت فرمادیں۔ تب وہ تاجر ہوشیار جو بڑا تجربہ کار اور برگزیدہ روزگار تھا۔ اُستاد صاحب کی خدمت میں بڑی انکساری اور خاکساری سے حاضر ہوا۔ اور رخصت کے استحصال میں کمال دانشوری اور سخنوری سے بتہذیب مقال ایسا دلچسپ حال عرض کیا۔ کہ جس کے استماع سے وہ قدوۂ دوران دل اور جان سے راضی اور شادمان ہو گئے۔ اور شمس دوران کو رضامندی تمام اور عنایت فراواں سے مرخص کیا۔ اور نیز علم حدیث کی سند خاندانہ اور خلعت اُستادانہ اس فاضل زمانہ نے شمس یگانہ کو عنایت کیا۔

پس شمس الوریٰ بعد اعزاز و افتخار سے رخصت ہو کر بہمراہی کاروان مکہ شریف کو راہ رو ہوئے۔ اور چندیں ایام میں بخیریت تمام اُس مقام پر تشریف لائے۔ اور علوم کی تعلیم اور تکمیل میں مشغول اور مصروف ہوئے۔

حضرت شمس دوران کا مولوی صاحب فضائل نشان کے ہمراہ تونسہ شریف کو تشریف لے جانا اور حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران سے بیعت کرنا

شمس انور رفت سوئے تونسۂ عالی مقام	ہمراہ او ستاد بہر حضرت ذوالاحترام
روز اول ساخت تن بیعت بہ شاد تونسوی	مولوی صاحب پس از ششش ماہ گشتہ شاد کام

مولوی صاحب علی محمد معروف اگرچہ ظاہر تدریس اور تعلیم میں مصروف تھے مگر باطنا بہ

قلبی اور تزکیۂ ولی میں ہر وقت مشغول تھے۔ محبت الٰہی کے جوش وخروش سے لیل ونہار دردمندانہ اور آشفتگانہ بیقرار اور اشکبار رہتے تھے ؎

محبت یار کی جس جان کو ٹھوکر لگاتی ہے ۔۔۔ تو اس شیدا کی آنکھوں سے جگر کا خون بہاتی ہے

ہر وقت عارفان باکمال کی جستجو میں خیال رکھتے تھے۔ اور ہر دیار کے مسافروں سے بزرگوں کا ذکر اذکار استفسار فرماتے تھے، ایک دن کسی معتبر جوان نے صداقت زبان سے ان کے آگے بیان کیا۔ کہ میں نے تونسہ منگروٹھہ میں ایک فقیر روشن ضمیر زمان محمد سلیمان ایسی عظمت اور شان سے دیکھا ہے۔ کہ اگر آپ بھی ان کو دیکھیں تو مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کے دل حزین کو پوری تسکین ہو جائے گی۔ پس اس کی بات سحر آیات کے سنتے ہی مولوی صاحب کے دل مشتاق میں قلق اور تڑپ پیدا ہوا۔ ان کی زیارت کا اشتیاق ہویدا ہوا ؎

محض دیدار سے اٹھتا نہیں شوق ۔۔۔ بہت اٹھتا ہے گفتار سے یہ ذوق

ان ایام میں شمس دوران اٹھارہ سال کے نوجوان تھے۔ نحو میں کافیہ اور منطق میں بک روزی پڑھتے تھے۔ چونکہ دن بدن محبت کی آنچ مولوی صاحب کی جان ناتوان کو بریاں کر رہی تھی۔ بنابریں اس فضائل نشان نے بمشاورت شمس دوران تونسہ شریف کو تشریف لے جانے کا عزم بالجزم کیا۔ مگر کسی انسان کے آگے یہ حال بیان نہ فرمایا۔ کیونکہ اس جگہ کے تمام باشندگان مولوی صاحب کے اوپر قربان و جاں نثار تھے۔ اور آنجناب کی مفارقت کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ وہ ان کو کہیں باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ لہذا اس عالی قدر نے ہر بشر سے بے خبر اپنی سواری کے لیے کشتی کے بجائے ایک چرمی ترکی بنوائی[1] جس پر ایک شمس دوران اور دوسرا کشتی بان کو اپنے ساتھ بٹھا کر دریا میں تیرائی اور تونسہ مقدسہ کو جانے کی قصد فرمائی۔ جو کچھ کہ کھانے کے لیے طعام پاس تھا۔ رستہ ہی میں ختم ہو گیا۔ گرسنگی و تشنگی نے بہت گھبرایا۔ مگر بیچارے بھوک کے مارے سے واویلا مچایا۔ مگر صبر کے سوا کوئی چارہ

---

[1] ترکی کشتی کی شکل پر ایک چوکٹھہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے اوپر چمڑا مڑھا جاتا ہے اور اس کے اندر بھوسہ ڈالا جاتا ہے۔ اس پر تین چار آدمی بخوبی دریا کی سیر کر سکتے ہیں۔

نظر نہ آیا۔ آخر جب شب سیہ فام کے اندھیرے نے جہان پر ظلمت چھپا دی۔ تو ایک بستی کے
محاذ سے کتّے کی آواز آئی۔ سامعین کو یقین ہوا کہ اس زمین میں ضرور کوئی آبادی ہے جس سے
خوشنودی ہوئی۔ تب استاد زمن نے شمس دوران کو فرمایا۔ کہ اگرچہ اس وقت اس بستی تک
جانا سخت دشوار ہے۔ مگر کھانے کے لیے کسی چیز کا لانا بھی ضروری درکار ہے۔ کیونکہ بھوک سے
ہم سب بیقرار ہیں۔ مگر ملاح بہت لاچار ہے۔ حتیٰ کہ کشتی کے چلانے سے بھی بیکار ہو رہا
ہے۔ پس اس وقت وہ شمس دوران استاد صاحب والا شان کے ارشاد پر جان قربان کر
کے بہادرانہ جنگل ویرانہ میں جہاں شیر کا ٹھکانہ تھا روانہ ہوئے۔ ؎

شب تاریک بیم شیر دشت ہائل دیدہ ان — نہ رہ ونے نشان منزل آنجا عاشقاں حیراں

راستہ کے درمیان جو سرکنڈا کا بیابان سخت ہراساں تھا۔ جس میں شیر غراں ضرر رساں اپنے
نیستان رہتا تھا۔ تحقیق تمام اس سے گذر کر اس آبادی کے مقام پر پہنچے اور مردمان باشندگان
کو مولوی صاحب کا حال بیان فرمایا۔ چونکہ اس مکان کے مقیمان مولوی صاحب کے خدام جانفشاں
تھے۔ شادمان ہو کر بجماعت تمام جمع ہوئے۔ کمربستہ اور برجستہ ہو کر شیر کے ڈر اور خطر سے
تواریں اور بندوقیں پکڑ کر اور بہت سا دودھ اور طعام لے کر اس یگانہ کے ساتھ مشتاقانہ
مولوی صاحب کی جانب روانہ ہوئے۔ پوچھنے لگے کہ آپ کس راستے سے آئے ہیں۔ شمس دوران
نے اُس سمت کا پتہ نشان فرمایا تو ان سب مردوں نے حیران ہو کر بتایا کہ ہزاراں ہزار
شکر پروردگار کا جو کردگار نے تجھے شیر خونخوار سے بچایا ہے۔ کیونکہ آج تک کوئی انسان اس
نیستان میں سے شیر ہراساں سے بچ کر نہیں آیا۔ ؎

جس کو ازل سے خلعت خدمت عطا ہوا ہے — سب مشکلوں سے اس کا حافظ خدا ہوا ہے

پس وہ سب لوگ بادی شمس الہدٰی کے ہمراہ ہو کر ایک دوسرا راستہ پکڑ کر شیر کے
خوف سے بندوقیں چھوڑتے اور روشنی کرتے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے
جو کچھ اشیاء اور غذا ساتھ لائے تھے پیش نظر کر کے دلجوئی کرا کر واپس گھر چلے گئے۔ پس
اُن صاحبان نے کھانا کھا کر کشتی کو روانہ کیا۔ جب دارہ دین پناہ کا شہر ان کو کنارہ سے نظر آیا
تو کشتی سے وہیں اتر کر ملاح کو واپس مرخص فرمایا۔ وہیں ایک تنہا صاحب عرفان کا قیام تھا۔

جس کا شہرہ جہان میں مشتہر عام تھا۔ اور مولوی صاحب کو مدت فراواں سے اس کے دیکھنے کا اشتیاق بے پایاں تھا۔ اس لیے وہ دونوں صاحبان اس کے مکان پر تشریف لائے۔ محبت اور صداقت سے اس سے ملاقی ہوئے۔ دیکھتے ہی مولوی صاحب کو اس قلندر عالی قدر کی نظر بڑی مؤثر ہوئی۔ اور اس کی جذب مولوی صاحب کے قلب کو مقید کرنے لگی۔ تو شمس دوران کو جو اس انسان کے قلندرانہ اطوار اور ملامیہ آثار ناگوار گذرے۔ تو مولوی صاحب کو کہنے لگے کہ اگرچہ یہ فقیر روشن ضمیر ہے۔ مگر آپ جیسے متشرع انسان کو اس سے فیضان کا حاصل کرنا بہت حقیر ہے ؎

شریعت کا مخالف گر کرے پرواز فلکوں پر   نہیں ارشاد کے لائق جو وہ مجنوں ہے اظہر

مناسب ہے کہ یہاں سے تشریف لے جائیے۔ جس ذات انور کے لیے سفر کا سقرا اختیار کیا ہے اس کا دیدار کیجئے۔ تب مولوی صاحب وہاں سے رخصت ہو کر ایک گدھے کرایہ دار پر سوار ہوئے۔ اور عصر کے وقت تونسہ مقدسہ کے دربار پرانوار پر جا پہنچے۔ اور اُسی وقت قبلہ عالیان خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ تسلیمات اور تعظیمات بجا لا کر بیٹھ رہے۔ حضرت بزرگوار نے مولوی صاحب سے استفسار فرمایا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ اور کس مقام سے آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ محمد علی میرا نام ہے۔ اور شہر مکھڈ میرا مقام ہے۔ چونکہ مولوی صاحب ایک شہرۂ آفاق تھے۔ اور آں ذات بابرکات ان کے صفات اور فضائل سے واقف تھے۔ اس سبب سے ان فیاض نے بڑے اعزاز سے فرمایا کہ آپ مولوی صاحب ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ اس غلام کو مردماں مولوی کہتے ہیں اور بعض سے روایت ہے۔ کہ جب مولوی صاحب حضرت کی جناب میں زیارت سے شرف یاب ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مکھڈ سے۔ حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بخیریت تھے۔ انہوں نے گذارش کی کہ قبلہ جادہ وہ تو میں ہی ہوں۔ تب آں ذات عظامی نے بڑی مہربانی سے اٹھ کر معانقہ جسمانی فرمایا۔ اور عنایت خاص سے ان کو اپنے پاس بٹھایا۔ اور التفات بے غایات سے سب حالات پوچھ کر آرام کے لئے ایک علیحدہ مقام میں ٹکایا۔ چونکہ شمس دوران اس سلیمان زمان کو دیکھتے

ہی بعقیدت تمام قرآن ہو رہے تھے۔ فی الحال دل میں خیال آیا کہ مولوی صاحب تو خود دریا اور بے پروا ہیں۔ شائد فردا روز واپس ہو جاویں۔ تو میں حضور پُرنور کے فیوضات سے محروم اور مہجور نہ رہوں ؎

حسنِ ازل زرد ے سلیمان بہ شمس تافت ۔۔۔ صبر و قرار بُرد بیکدم نثار ساخت

اس لیے آپ نے اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کے لیے عرض کیا تو آنحضور فیض گنجور نے بہت مسرور ہو کر بعنایت موفور بیعت سے مشرف فرمایا۔ نفل اوابین اور حفظ الایمان نماز شام کے بعد اور دس مرتبہ درود شریف ہر نماز کے بعد جناب نے ارشاد کیا۔ اور فرمایا کہ بالفعل تیرے لیے اتنا وظیفہ کافی ہے۔ کیونکہ طالب علم کے لیے بہت وظیفہ علم پڑھنے کا منافی ہے۔ جب تو علم کی تحصیل و تکمیل کرکے پھر میرے پاس آئے گا۔ تو اُس وقت بہت کچھ وظیفہ تجھے بتا یا جائیگا۔ پس شمس دوران نے اُس فیاض زماں کے فیضان سے کامران ہو کر مکان پر آرام فرمایا۔ اور ہزاروں ہزار شکر پروردگار کا بجا لایا۔ پھر مولوی صاحب نے چند روز کے بعد آنحضرت کی خدمت بابرکت میں بیعت کے لیے عرض کیا۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ آپ کو میرے ساتھ بیعت کرنے کی کیا احتیاج ہے۔ کیونکہ آپ ہر وجہ سرفراز اور ممتاز ہیں۔ یعنی اوّل آپ میرے سے بڑے معمر ہیں۔ اور دوسرا علم میں کامل مکمل ہیں۔ مولوی صاحب نیاز بے انداز سے عرض پرداز ہوئے کہ خالیجا یا عمر کا بڑا ہونا کوئی بیعت کا مانع نہیں۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر وغیرہ اصحاب اور احباب نے باوجود بڑے ہونے کے حضرت رسالت مآب سے بیعت کی تھی۔ دوسرا یہ کہ جو علم میں نے پڑھا ہے محض ہدایت کے لیے پڑھا ہے۔ نہ کہ یہ علمیت میرے لیے محرومیت کا باعث ہو۔ تب آنجناب نے مولوی صاحب کو صادق الاعتقاد سمجھ کر پہلے کچھ وظیفہ ارشاد فرمایا۔ کہ اوّل اس کو پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کا ثمرہ دیکھ لینا چاہیئے۔ پس مولوی صاحب نے حسبُ الفرمان واجب الایقان اس کا پڑھنا شروع کیا۔ چند روز میں اس وظیفہ کا یہ نتیجہ ظاہر ہؤا کہ جو صفائی باطنی اور روشنی قلبی اوّل ان کو حاصل تھی وہ بالکل زائل ہو گئی۔ مولوی صاحب نے اس حال سے پُر ملال ہو کر گذارش کی تو حضور نے بڑے سرور سے فرمایا کہ (بابا ایک لڑے تو بیا آتے سے) یعنے ایک صاحب کا ڈیرہ مکان سے باہر جاوے۔ تب دوسرے کا ڈیرہ اس میں سماوے۔ ست

چو سلطانِ نخستیں تازہ ملکِ خود بروں برود   دگر شاہِ زماں در ملک آں داخل نمے گردد

چونکہ سلیمان زمان اکثر احیان رہتے تھے تو وہ پر تشریف لے جا کر بحالت ہجر بہ اشتیاق
فراواں بہار شریف کی طرف متوجہ ہوکر اشعار شوقیہ اور ابیات فراقیہ زبان زد فرماتے تھے اور
محبوب کی دیار اور اُس کے آثار اور حوار کو یاد کرکے دل کو بہلاتے تھے تو اُس حالت فرقت
اور محبت میں ایک روز اضطرار اور اضطراب سے مولوی صاحب کا حال آپ کے خیال
میں گذرا تو یہ شعر کسی سفال پر لکھ کر ان کی جانب ارسال فرمایا ؎

خوشی مبارک مشرب رنداں ست مہیّا   رنجا چہ کار داری کہ شراب ست مہیّا

مولوی صاحب اس شعر پر اثر کو پڑھ کر بہت ہی مسرور اور مخمور ہوئے اور یہ رباعی بمحبت
کثیر کاغذ پر تحریر کرکے بخدمت آں پر روشن ضمیر ترسیل کی

رباعی

من برائے دیں فروشی سوئے تو   آمدم تا دیں دہم در روئے تو
ننگِ ناموس نماند جنتہ   تا نہادم پائے خود در کوئے تو

جب آں ذات والا صفات نے ان ابیات کو ملاحظہ فرمایا تو مولوی صاحب کے
حدت محبت آیات پر آپ کو التفاتات بے غایات ہوا بعد ازاں توجہ دلی اور عنایات قلبی
سے آں محبوب ذوالجلال ان کے حال پر شفقت کمال مبذول فرمانے لگے جس دن بدن ان
کے دل اشتیاق منزل میں انوار کے جلوے مشتعل ہونے لگے اور عشق کی آنچ سے ان کی جان
بریاں ہو رہی اور شوق کے سوز و گداز سے اُن کے دل کی شمع پروانہ کی مثل جل رہی ؎

عشق ہے اک آگ سوزاں تن کو بریاں کرے   ماسوا اللہ کو جلا کر عشق کو حیراں کرے

الغرض مولوی صاحب نے چند ماہ تک اس مقام میں قیام کیا اور حسب الفرمان بعجلت
تمام بڑے استقامت و خلوص کو اتمام کیا اور دل کی زنگاں کو درد اور اوراد کے اشغال سے بتوجہ
حضرت ذوالکمال مجتلی اور صاف کر دیا پس چند ماہ کے بعد آں فیض غریب نواز نے یکدم بے نیاز
ان کو بیعت سے سرفراز فرمایا اور اسی وقت نعمت باطنی سے ممتاز کرکے خلافت کا خرقہ
پہنایا پس مولوی صاحب فیضان باطنی سے فوز المراد ہوکر بمعہ شمس دوراں مکہ شریف میں تشریف

لائے اور خلقت کی بیعت اور ہدایت میں مصروف ہوئے۔

ایک بشارت حضرت شمس دوراں کی نسبت جو طالب علمی کے زمانہ میں ایک صاحب عرفان کی زبان سے عیاں ہوئی تھی

در زمان طفلی شمس دہر شد رہگذر — از حضور عارفے آں ساختش عزو قدر

حاضریں پرسید زوے کیست ایں طفل صغیر — گفت ہست سالکے خود بشد ایں قطب عصر

چونکہ شمس دوراں کی ناصیہ درخشاں پر طفولیت کے زمانہ سے سعادت ازلی کے نشان نمایاں تھے، اس لیے اکثر ابرار ان کے انوار و آثار کو دیکھ کر بشارت کا اظہار کرتے تھے چنانچہ جب طالب علمی کے زمانہ میں کھڈ شریف سے کبھی کبھی دولت خانہ کو تشریف لاتے تھے۔ تو راستہ پر دین پور کے شہر میں جو سیال شریف کے قریب شمال کی جانب واقع ہے، کچھ وقفہ فرماتے تھے وہاں کے میاں محمد اکرم صاحب جو بڑے عارف اور کامل مکمل تھے۔ آں نونہال گلشن اقبال کے لیے بہر حال تعظیماً استقبال کرتے تھے اور روانگی کے وقت دور تک ان کے ساتھ جاتے تھے۔ ایک دن کسی درویش با اقتدار نے میاں صاحب سے استفسار کیا۔ کہ آپ اس لڑکے سیال کی اس قدر تعظیم کماں اور استقبال کس خیال پر فرماتے ہیں۔ شاید اس سبب سے کہ وہ شیر کرم علی صاحب دربار کی اولاد سے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ لڑکا سعادت نشان ایک زمانہ میں ولایت کی مملکت کا سلطان ہوگا۔ جس کے فیضان سے تمام جہاں کامراں ہوگا۔ اور میاں کرم علی صاحب جیسے بزرگوار اور میرے جیسے لقمہ خوار ہزاران ہزار اس کی آستان پر دربان ہوں گے۔ بنا بر آں یہ لڑکا تعظیم اور تکریم کے شایاں ہے اور نیز میاں صاحب نے اپنے فرزند میاں مراد بخش کو وصیتاً فرمایا۔ کہ تو نے میرے انتقال کے بعد بہر حال شمس دوراں سے بصدق ایقان بیعت کرنا اور اس فیض رسان سے فیضان حاصل کرنا چنانچہ بعد ازاں حسب ارشاد میاں مراد بخش صاحب شمس مآب سے مشرف بیعت ہو کر کامیاب ہوئے۔

مولوی صاحب ذوالکرام نے شمس دوران کو اپنا قائم مقام بنانا اور آپ کے والد بزرگوار کا تونسہ شریف میں تشریف لے جانا اور خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران سے سفارشنامہ لکھوانا اور اس کے ذریعہ مکھڈ شریف سے آنجناب کو دولت خانہ میں اپنے ہمراہ لانا

مولوی صاحب کو بُد او ند ممتاز جہاں　　شمس انور را نمود آں وارث خود بر مکاں
چو شنید ایں والدش رفت اں در انجا زود تر　　از راہِ خطِ سلیمان زماں آورد زاں

چونکہ مولوی علی محمد صاحب مجرد اور آزاد تھے۔ اور اپنے اجداد امجاد کی اولاد سے کوئی مستحق جائداد نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے اس فضائل نشان نے شمس دوران کو تحصیل اور تکمیل کے بعد اپنا قائم مقام بنایا۔ در فرزند کی مثال کل مال اموال کا مالک ٹھیرایا۔ اور شمس الاقطاب نے بھی اُستاد صاحب کے فرمان پر اس مکان میں قیام فرمایا۔ تجرید اور تفرید کو اختیار کر کے تزویج کا ارادہ تردید کر دیا۔ لیکن آپ کے والدین ماجدین یہ سنکر بہت بے چین ہوئے۔ اور آپ کی جدائی سے بڑے حزیں اور غمگین ہو رہے۔ آخر والد صاحب بزرگوار بہت مغموم اور بیقرار ہو کر تونسہ شریف کے دربار پُر انوار پر حاضر ہوئے در بڑی زاری اور انکساری سے عرض کیا۔ کہ عالی جاہا! اس بوڑھے خاکسار کا ایک ہی برخوردار ہے جو کہ وہ حضور پُر نور کا خدمت گار جاں نثار ہے۔ اس لختِ جگر نے اپنی سب عمر علم کے لیے سفر میں گذاری اور والدین مہجورین نے اس کی فرقت اور ہجرت میں اپنی زندگی بحالت پراگندگی بسر کی۔ جب وہ اب علوم کے نصاب سے بہرہ یاب ہو چکا ہے۔ تو جناب مولوی صاحب نے اس نیک نہاد کو شہر مکھڈ میں مقید کر رکھا ہے۔ جس سے اس عاجز کا دل مضمحل اس کے ہجر کی رنج اور محن سے مشوش اور منغص ہو رہا ہے۔ براہ غریب نوازی اور ذرہ پروری مولوی صاحب کی جانب ایما فرمایا جاوے۔ تاکہ وہ برگزیدۂ فضلا اپنی خوشی اور رضا سے اُس کو رخصت عطا فرماوے

اور وہ برخوردار اپنے گھر بار میں آکر آرام پاوے۔ حضرت منیرؔ کو اس کی حالت دلگیر پر رحم کثیر آیا۔ اور از راہ شفقت بزرگانہ بطور مولوی صاحب کی جانب اس تقریر سے تحریر فرمایا کہ مولویا تو نے اس فقیر کو کیوں اسیر کر رکھا ہے۔ اس کو اپنے باپ کے ساتھ روانہ کیجیئے۔ لوگوں کے فرزنداں کو قید نہ کیجیئے۔ نیز شمس دوران کے نام بھی ارقام فرمایا۔ کہ تم کو بھی اپنے والد ماجد کی رضا اور منشاء پر چلنا چاہیئے۔ اور شادی کے کام کو بھی سرانجام کرنا چاہیئے۔ پس آپ کے پدر عالی قدر وہ نوازشنامہ لے کر اس آستانہ سے مکھڈ شریف کو روانہ ہوئے۔ اور مسافت بعید کو محنت شدید سے طے کر کے وہاں جا پہنچے۔ اور جناب کا سفارشنامہ مکرمت شمہ مولوی صاحب کے پیش کیا تو اس عاشق بیجان نے جاناں کے فرمان کو دیکھ کر اپنی جان کو قربان کر دیا۔ اور حسب الفرمان بہ تعجیل تمام اس صادق الایقان نے شمس دوران کو بڑے اعزاز اور اکرام سے والد ماجد کے ہمراہ رخصت کیا۔ جب وہ فیاض زمان بفضل رحمٰن اپنے مکان پر تشریف لائے۔ تو ہزاراں ہزار بندگان کردگار کے بخت بیدار ہوئے۔ اور اُس گلبن گلزار علوم کی بہار سے عالمیان کے دل اور دماغ سرشار اور خمار ہو گئے۔

شادی کتخدائی کے کام کو سرانجام کرنا حضرت شمس دوران کا بہ تعمیل فرمان حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران رضا جہت منندی والد عالیشان

شمس اگرچہ در تجرید بُد وہ شاہسوار — لیک حسب امر والد کرد شادی اختیار

نیز از پیر کامل ہم بدیں ارشاد بود — زاں بجا آورد سنت سید عالی تبار

اگرچہ شمس وجود تجرید اور تفرید کے شاہسوار تھے اور تعلقات خانگی سے بیزار اور دست بردار تھے۔ مگر آخر کار اپنے پیشوا کے ایما اور والدین کی رضا سے ناچار شادی کو قبول فرمایا۔ اور چچا صاحب میاں محمد یار کی دختر نیک اختر سے نکاح پڑھایا۔ اس وقت تخمیناً ۴۳ برس آپ کی عمر تھی۔ اور ریش مبارک کچھ سفید ہو گئی تھی۔ اور خدا کی شان جو پہلے آپ کے والد علیہ الغفران کے گھر میں مال گاواں اور اسپاں وغیرہ سامان فراواں تھا جب

شمس دوران کا اس مقام میں ابتداءً قیام ہوا۔ تو وہ سب مال اموال فی الحال جاتا رہا۔ مسکینی اور مفلسی اختیاری آپ کے گھر میں طاری ہوئی۔ گویا الفقر فخری کے نشہ سے آپ کو خماری ہوئی۔ کبھی کھانا میسر ہوتا تھا۔ کبھی فاقہ آ جاتا تھا ؎

خلعتِ الفقر فخری از درِ خیرا البشر　　　با سرور و خرمی پوشید آں عالی قدر

آپ ہر اوقات رب العباد کی یاد میں شاد رہتے تھے۔ اور خلوت اور عزلت کو ہمیشہ معتاد رکھتے تھے۔ جب اپنے اوراد اور اشغال سے فارغ البال ہوتے تھے تو چند طالبوں کو دینی کتابوں کا سبق پڑھاتے تھے۔ پہلے تونسہ شریف کے دربار پر انور کو ہر سال میں چند بار پیادہ تشریف لے جاتے تھے۔ اور کم سے کم چالیس روز تک اس مقام میں قیام فرماتے تھے۔ پیچھے تقاضا عمری اور ضعف بدنی کے سبب سے اُس سفر میں بحالت لاچاری سواری کو اختیار کرتے تھے۔ فاقہ کی محنت اور مجاہدہ کی ریاضت بڑی ہمت سے اٹھاتے تھے۔ اور محبت کے نشہ سے ہر وقت مخمور اور مسرور رہتے تھے۔ اور دائما اپنے پیا کی رضا کو مدنظر رکھتے۔

حضرت شمس دوران علیہ الغفران کا تونسہ شریف کو تشریف لے جانا اور راستہ میں فاقہ اختیار کرنا

من چہ گویم حال فاقہ شاہ شمسِ دھر　　　اختیاراً فاقہ برداشتہ عالی قدر

نیم آثار ارد از خود در رہ تونسہ شریف　　　مکتفی بنمود پس نگرفت چیزے از بشر

چندیں صاحبان مقیمان مکان نے یوں بیان کیا۔ کہ ابتداءً کے زمانہ میں بحالت درویشانہ جناب کے دولت خانہ میں اکثر مسکینی اور مفلسی رہتی تھی۔ مگر آپ کو اس سے روحانی مستی اور فراغ دستی ہوتی تھی۔ ایک بار کا ذکر ہے۔ کہ معاملہ سرکار کا جناب کے گھر میں تیار نہ تھا۔ اس لیے آپ کے والد بزرگوار کو سکھوں نے گرفتار کر لیا۔ والدہ صاحبہ نے بہت متفکر اور بیقرار ہو کر آنجناب کو فرمایا۔ کہ تم قرب وجوار کے کسی نامی زمیندار کو سکھوں کے کاردار کے پاس لے جاؤ

اور اپنے والد ماجد کو چھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ایک ہی سرکار کا در بار دیکھا ہے۔ دوسرے سردار کے پاس جانا میرے لیے عار ہے۔ اس لیے شمس الانوار بحالت افتقار تونسہ شریف کے دربار کو تیار ہوئے۔ دولت خانہ میں سفر خرچ اور نظرانہ کے لیے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آخر والدہ مہربان نے بکوشش تمام پانچ پیسہ کسی سے اُدھار پر لے کر اور آرد جوار کا جو صرف آدھ آثار گھر میں تیار تھا ان کا کر اُس نور الابصار کو دیا۔ اور دعاء سے پیشواء کی طرف ان کو رخصت کیا جب وہ قدوۃ الابرار اپنے مرشد ذوالانوار کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور آنجناب کی قدم بوسی سے کامیاب ہو کر بیٹھ رہے۔ تو اس رقم قلیل کو شرم کے ساتھ حضرت روشن ضمیر کی خدمت اطہر میں پیش نظر کیا۔ حضور نے بڑے سرور سے منظور فرما کر جیب خاص میں اپنے پاس رکھ لیا۔ اور آپ کے حال پر شفقت کمال سے اس قدر کرم مامل فرمایا۔ کہ جس سے حاضرین محفل نشین کو تحیر اور تعجب آیا۔ مگر شمس الانوار نے اپنے والد بزرگوار کی گرفتاری اور معاملہ کی ناداری کا کچھ عرض نہ کیا کیونکہ اس شمس ربانی نے اپنے قبلہ دوجہانی کی خدمت میں اپنی زبانی تا زندگانی کبھی کوئی گذارش اور خواہش ظاہر نہ کی تھی۔ اور جس تردد اور تفکر سے آن شمس الہدا اپنے پیشواء کی جانب گھر سے تشریف افزا ہوئے تھے۔ وہ فکر تو ذات کبریا نے اُسی وقت مٹا دیا تھا۔ یعنی سکھوں کے وزراء نے آپ کے والد صاحب کو رہا کر دیا تھا۔ اور بفضل خدا معاملہ ادا ہو گیا تھا۔ پس بعد مرور چندیں ایام جب وہ خیرالانام سلیمان زماں سے مرخص ہو کر اپنے مقام پر تشریف لائے تو والد بزرگوار نے مادری پیدر سے سفر خرچ کا حال استفسار فرمایا۔ تو جناب نے یہ جواب دیا۔ کہ وہ آدھ آثار آرد جوار کا جو کہ آپ نے اس خاکسار کو دیا تھا۔ آمد رفت کے سفر خرچ میں کفایت کر رہا تھا۔ بفضل پروردگار کسی دنیا دار کے دروازہ پر محتاج ہو کر جانا نہیں پڑا تھا۔ پھر اسی اثناء میں کسی نے اقرباؤں میں سے پوچھا کہ اس سفر میں کتنے احباب آپ کے ہمرکاب تھے۔ جناب نے مسکرا کر جواب دیا کہ ایک سرما اور دوسرا جو ہر رات یہ دونوں میرے ساتھ رہتے تھے۔ مجھے تنہا نہ رہنے دیتے تھے سبحان اللہ اُس ذات بابرکات نے علی ہذا القیاس اپنی ابتدائی زندگانی کیسی ہی بہ ریاضت نفسانی میں اختتام کی۔ جو دو ہفتہ کی مسافت میں ایک روٹی پر کفایت کی۔ اور بیماری کی کلفت بڑی مسرت سے برداشت کی۔

کیفیت سفر مہار شریف

شمس انور ہمرہ شاہ سلیماں در مہار　　چاردہ نوبت برفتہ با نیاز و انکسار

پیش اسپ حضرتِ خود تیز تر بشتافتے　　بر سر و دوشش بُدے سامان آن عالی تبار

شمس دوران بجمّیت فراواں چودہ مرتبہ سلیمان زمان کے ہمراہ مہار شریف کو تشریف لے گئے۔ چنانچہ حضرت تونسوی بزرگوار ایک متوالی گھوڑی تیز رفتار پر سوار ہوتے تھے اور ایسی تیز چلاتے تھے کہ تمام ہمراہیاں کے گھوڑے تیز رواں اُس سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ مگر سب خادموں سے ایک ہی شمس دوران حضور کا ضروری سامان اُٹھا کر اس گھوڑی تیز رواں کے آگے آگے منزل کے اختتام تک دوڑے جاتے تھے۔ یعنے حضور انور کا ایک رئی کلاں بمعہ وظائف اور قرآن سر پر رکھکر اور پانی کا کوزہ دائیں ہاتھ میں پکڑ کر اور بٹوں کا توبرہ بائیں دوش پر لٹکا کر اور حضور کا عصا اور تسبیح و مصلیٰ بغل میں لے کر بادہ وحدت سے سرشار ہو کر اس شاہسوار کے آگے چلے جاتے تھے۔ باوجود اس تمام سامان کے کوئی انسان اس شمس دوران کو نہ مل سکتا۔ ہر ایک خورد و کلاں اس شیر یزدان کی ہمت فراواں کو دیکھ کر حیران اور انگشت بدنداں رہ جاتا تھا۔

دربیان عطائے خلافت حضرت شمس دوران از بارگاہ خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران

شمس انور شد چو از علم معارف کامیاب　　پس خلافت داد و برات حضرت قدسی مآب

مردماں بیخبر زیں احسے نکردہ بیعتش　　والدینش صرف بیعت کردہ اول با جناب

جب شمس دوران علوم ظاہری اور باطنی سے کامراں ہوئے۔ اور منازل اور مراحل عرفان سے فائز المرام ہوئے تو قبلۂ عالمیاں حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران نے بامر سبحان تعالیٰ خرقہ خلافت کا خرقہ پہنایا۔ اور نعمت باطنی اور گنج مخفی سے بعنایت کمال مالا مال فرمایا۔ اس وقت تخمیناً ۳۲ برس آپ کی عمر تھی۔ خبر متواتر ہے۔ کہ حضرت علیہ الرحمۃ تونسوی نے جناب کو فرمایا کہ میں تجھ کو خلقت کی ہدایت کے لیے بیعت اور خلافت کی اجازت دیتا ہوں۔ آپ نے عرض کیا کہ قبلہ جب

اس کام کے اصرار کا امکان نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ بڑا گراں بار ہے۔ میرے سے برداشت
کرنا سخت دشوار ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تو کہاں رہا۔ تیرے ہر کام کا میں ذمہ دار
ہوں۔ اپنے آپ سے بھی نہیں۔ بلکہ ایزد کارساز کے امر سے تجھے اس کا مجاز اور ممتاز کرتا ہوں۔
آخر آں نباض غریب نواز نے عنایت بے اندازے جناب کو خلعت ظاہری اور نعمت باطنی
سے مزین اور منور فرمایا۔ اور خلائق کی ہدایت کے لیے گھر کو مرخص کیا۔ اور روانگی کے وقت
تاکید مزید کی کہ بیعت کا کام بڑے اہتمام سے کرنا۔ اپنے اشغال کے اشتغال سے اسکو نہ ال دینا۔

شمس دوراں چوں زدرگاہ سلیمان بار یافت   از فلک آمد ندا کایں خاص محبوب خدا ست

پس شمس دوران حضرت خواجہ محمد سلیمان کی آستان فیض نشان سے کامراں ہو کر حسب الفرمان
اپنے مکان پر تشریف لائے۔ اور اپنے مشاغل میں مشغول اور مصروف ہوئے۔ لیکن پہلے
آپ نے والدین ماجدین کی خدمت میں مجاز ہونے کی کیفیت بیان کی تو انہوں نے محبت
اور صداقت سے پہلے ہی آپ سے بیعت کر لی۔ چونکہ اس وقت ان بلاد میں بیعت کا کوئی
رواج نہ تھا اور ہر ایک بشر بیعت کے سلسلے سے بے علم اور بیخبر تھا۔ بنا برآں ان ایام
میں اور کسی انسان نے جناب سے بیعت نہ کی۔ اور آپ نے بھی اس امر سے دوسرے
کسی بشر کو خبر نہ دی۔

شمس از رفت چوں در خدمتِ پیر رشید   گفت آں چند شخص را بیعت نمودی اے سعید
عرض کردش والدین را گشت پیرش باکرم   تو بنام شاہبازی خلقتے را کن مرید

بعد ازاں جب شمس دوران حضرت خواجہ محمد سلیمان کی آستان عالی شان پر حاضر ہوئے
تو آپ نے زبان دُرفشاں سے فرمایا کہ مولویا چند کسان مریدان کو تو نے بیعت کیا ہے۔ انہوں
نے عرض کیا کہ عالیجاہ اور تو کوئی شخص باخلاص بیعت کے لیے میرے پاس نہیں آیا۔ البتہ
اپنے والدین ماجدین کو حسب الایما وظیفہ بتلا دیا ہے۔ حضرت کرم نے بڑے تبسم سے فرمایا
کہ کسی زمانہ باشندگان نے ایک باز کو محبت بے اندازے کہا تھا۔ وہ ان کے گھر بار کی مرغیوں
کو لیل و نہار شکار کرتا تھا۔ تجھے اس باز بے پرواز کی مثل نہ ہونا چاہیئے۔ تو شاہباز ہے جہاں
کے باشندگان کو شکار کر اور ہمت خداداد کو خلقت کے رشد ارشاد میں صرف کر۔ پس چندیں ایام

کے بعد جب شمس دوران سبحان زمان سے رخصت ہو کر اپنے مقدم پر تشریف لائے بعض تو مردمان زائران جناب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور آپ کے فیوضات اور عطوفات سے فیض پانے لگے۔ سبحان اللہ آپ کی نظر ایک ایسی فیض اثر تھی۔ کہ جس بے بصر پر پڑتی تھی یکسر اُس کو اہل بصر کر دیتی تھی۔ اور جو لوگ محبت اور شوق سے اُس پُر انوار کے دیدار کے بیخبر دربار ہوتے تھے۔ اُن کے دل مجنون وار آپ کی چشم خمار پر جان نثار ہو جاتے تھے۔ ورنہ زوار اپنے گھر بار سے بیزار ہو کر حضور کے دربار پر ناچار اقامت اختیار کرتے تھے۔ اور اس فیاض زمان کے فیضان سے فائز المرام ہوتے تھے۔ جو احباب بے حساب آن ذات بابرکات کے فیوضات سے کامگار ہوئے۔ خارج از تحریر اور شمار ہیں۔ ان کے ذکر اذکار کی گنجائش اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے۔ مگر بطور مشت نمونہ خروار تھوڑا سا حال ان کا اظہار کیا جاتا ہے جو کہ ابتدا از ان میں سب سے پہلے حضور کے آستانہ پر معمولی حیثیت کے اشخاص جناب کے پاس آئے۔ اور جناب کی نظر فیض اثر سے یکسر خاص الخاص ہوئے۔ حسب ذیل ہیں۔

میاں چھٹہ کسب دار (۱)۔ شیخ عبد الجلیل قریشی (۲)۔ عبد اللہ دیندار (۳)۔ میاں فضل احمد قریشی (۴) بعد ازاں تو دن بدن آپ کے فیوضات اور کمالات نے سمندر بیکنار کی مثل بہریں ماریں جس کے سیلاب سے تمام عالم کی کناریں سیراب ہوگئیں۔ ہزاراں فرو ماندگان آپ کے فیضان سے ارباب اور کامیاب ہوئے۔ اور بے پایاں طالبان جناب کے کرم اور احسان سے ابدال اور اقطاب ہوئے۔

ذکر میاں چھٹہ کسبدار اور شیخ عبد الجلیل صاحب قریشی ساکنان شیخ جلیل

شیخ صاحب آمدہ بر بہنہ چھٹہ فقیر   از برائے دیدن حسن رخ شمس منیر
بخد شد بر جمالش کرد ترک خانمان   بر درش تا زندگی ماندہ شدہ روشن ضمیر

محبت آثار میاں چھٹہ کسب دار ساکن موضع شیخ جلیل سیال شریف کے قریب جنوب کی جانب تین میل پر واقعہ ہے۔ ابتداء زمانہ میں اس نے ایک دن اتفاقاً شمس الانوار کے دربار پر آکر دیدار کیا۔ دیکھتے ہی جناب کے انوار پر دیوار پر دیوانہ وار آشفتہ اور گرفتار ہو

مُحبت کے اضطرار سے صبر اس کا بیکبار جان سے فرار ہُوا۔ اور آخر گھر کے کاروبار سے دست بردار ہو کر حضور کے دربار پر قیام کر رہا۔ اور جناب سے کسی کتاب کا سبق شروع کر دیا۔ اکثر رات کو اپنے گھر میں جا رہتا تھا۔ اور دن حضرت کی خدمت بابرکت میں گزارتا تھا۔ اور بیل ونہار پریم کے نشہ سے سرشار ہو کر مجنوں وار مست اور خمار پھرتا تھا۔ **شیخ عبدالجلیل** قریشی ساکن موضع شیخ جیل جو اس شہر کا اصل زمیندار نو عمر سردار اول درجہ کا عیاش اور خوش باش تھا وہ اکثر اوقات میاں چھینہ کو شکایات اور ملامات کرتا تھا۔ مزاح سازی اور خندہ بازی سے اس نیوز اندیش کے پیش آتا تھا۔ ایک دن اس مسکین نے غمگین ہو کر شمس الدین کی خدمت میں عرض کیا کہ عالیجاہا عبدالجلیل مجھے ہر وقت ذلیل کرتا رہتا ہے۔ اور طرح طرح کی ہنسی اڑاتا ہے جس سے میرے حال پر بڑا ملال آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو خداوند سعادتمند کرے۔ وہ درویش دلریش کے کیوں پیش پڑ گیا ہے۔ سبحان اللہ جب دوسرے روز میاں چھینہ مُشتاقانہ اپنے غریب خانہ سے سیال شریف کو روانہ ہُوا تو شیخ صاحب اس کو راستہ میں ملا۔ اور کہنے لگا بڑا افسوس ہے تو بیعقل اور مدہوش ہو گیا ہے جو اپنے گھر بار کا تو نے ہر کام فراموش کر دیا ہے۔ دیوانوں کی مثال آشفتہ حال ہو کر سیال کے پیچھے پھر رہا ہے۔ کیا اس نے تجھے کچھ نشہ پلایا ہے یا کوئی سحر لگایا ہے جس سے تو دیوانہ وار مضطرانہ خوار ہو رہا ہے۔ اس بات پر بڑے درد کے ساتھ چھینہ نے ہیہات کیا اور کہا کہ اے مہربان اگر اس شمس دوران کو جس کے حسن درخشاں پر یوسف کنعان بھی قربان ہے۔ کبھی تو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تو قسم ہے ذات سبحان کی مجھ اس ناتوان کو تو عمر بھر مذمت اور شکایت نہ کرتا۔ یہ تقریر پُر اثر اس وقت شیخ صاحب سن کر موثر ہُوا۔ اور شمس انور کے انوار کا آنا اس کے دل بے خبر پر غیب سے جلوہ گر ہو رہا۔ زہے قدرت ذوالجلال کہ وہ صاحب اقبال محبت کمال سے دو چار روز کے بعد میاں چھینہ کے پاس آیا اور اخلاص سے کہا کہ مجھے بھی تیرے پیر سیال کے دیکھنے کا خیال لاحق حال ہو رہا ہے۔ آج مجھ کو اس کی بارگاہ میں اپنے ہمراہ لے چل تاکہ میں آنجناب کی زیارت سے کامیاب ہوں۔ یہ سن کر میاں چھینہ مذکور بہت مسرور اور مشکور ہُوا اور نہ بعجالت مزید اُس خوش نصیب کو حضرت رشید کی خدمت میں لے گیا۔ وہ دیکھتے ہی

جناب کے انوار پر مجنوں وار فریفتہ اور گرفتار ہو گیا۔ آپ نے اس پراگندہ افعال کے حال پر کرم کمال فرمایا اور اس کی جان پر الفت کا نشان لگایا جس سے اُس مغرور کا سب غرور اور نفسانی فتور یک دم دور ہوا۔ اور حضور فیض گنجور کی نظر میں منظور ہوا۔ پس حضرت غریب نواز کے دیدار سے سرفراز ہو کر جب گھر پہنچ گیا تو جناب کا تصور اس کے دل پر ایسا جلوہ گر ہوا۔ کہ تعلقات خانگی اور مفاسدات دنیوی سے یکسر متنفر ہو رہا۔ لیل و نہار محبت کے اضطرار سے بیقرار رہتا تھا۔ اور کبھی کبھی خانہ در بدر ہو کر واپس چلا جاتا تھا۔ چند روز کے بعد جب حضرت بزرگوار تونسہ شریف کی جانب تیار ہوئے تو میاں چھیٹہ ندمت کار کو فرمایا کہ فردا روز تو نے میرے ساتھ سفر کو جانا ہے۔ کل کو بوقت سحر اپنے گھر سے تیار ہو کر میرے پاس جلد تر آنا۔ بنابرآں وہ عقیدت نشان دوسرے دن حسب الفرمان صبح کے وقت سفر کا سامان لے کر اپنے غریب خانہ سے اس یگانہ کی طرف روانہ ہوا۔ شہر سے باہر اس کو شیخ صاحب ملا۔ اور پوچھا کہ اے یار آج اس قدر تیز رفتار کیوں جا رہا ہے اس نے کہا کہ آج حضرت ذوالاکرام اپنے مقام سے تونسہ شریف کو تشریف لے جائیں گے۔ اور یہ خدمت گذار بھی آنجناب کے ہمرکاب ہوگا۔ شیخ صاحب نے یہ بات سن کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور کہا کہ میں بھی اس محبوب کردگار کا روانگی کے وقت دیدار کر لوں۔ جب حاضر دربار ہوا تو اس وقت حضرت بزرگوار سامان بستہ تیار کھڑے تھے۔ اور میاں چھیٹہ کی انتظار کر رہے تھے۔ پس اسی وقت عبداللہ جمعدار کو جو آپ کا فرمانبردار جاں نثار تھا۔ اور میاں چھیٹہ خدمت گذار کو جو آپ کا دلی تابعدار تھا ہمراہ لیکر تونسہ شریف کو تشریف افزا ہوئے۔ شیخ صاحب کو وہاں سے بنظر عنایت واپس رخصت فرمایا۔ مگر وہ محبت کی شدت اور عشق کی حدت سے نہ رہ سکا۔ لاچار بحالت اضطرار فراق کی تپاک سے جناب کے پیچھے دوڑا۔ اور آپ کے ہمرکاب ہو کر مجوکہ کے مکان میں جہاں حضور کے لیے شب باشی کا مقام تھا۔ بہ اشتیاق تمام اس نے قیام کیا۔ جب اخیر شام کو وہاں سے شمس دوران کا آگے خرام ہوا۔ تو وہ جاں نثار اس جگہ سے بھی فرقت کا اضطرار اختیار نہ کر سکا۔ آشفتہ وار آپ کے ساتھ چل پڑا۔ آخر علی ہذا القیاس وہ باخلاص شمس الٰہی کی ہمراہی میں منزل بمنزل تونسہ مقدسہ کے دربار فیض

الٰہ آباد پہنچا۔ اور سلیمان زمان کی زیارت سے کامران ہوا۔ چونکہ اس کے آبا و اجداد
بڑے نیک نہاد با رشاد تھے۔ اور خاص کر آپ کے قرب جوار کے بھی زمیندار باقتدار
تھے۔ اس سبب سے شمس الاقطاب نے اس صادق الاعتقاد کو بشفقت دلی اور عنایت قلبی
حضرت فخر آب کی جناب میں پیش کر کے بوقت خاص التماس کیا کہ یہ شخص ہوا خواہ پیری
گرد نواح کے ایک خاندانی آدمی ہے۔ بہ مہربانی بہ کرم فراوانی اس کو بدست خود بیعت
فرما دیجیے۔ اور اس کے حال پر لطف کمال مبذول کیا جائے۔ پس سلیمان زمان نے بغایت
تمام اس کا ہاتھ پکڑ کر شمس دوران کے سپرد فرمایا اور ارشاد کیا کہ چونکہ تیری میری بیعت
ایک ہی ہے۔ اس لیے آپ کو وظیفہ بتادیں۔ اور اس کے حال پر شفقت مبذول فرماویں
پس شمس العارفین نے تعظیم سے سر تسلیم خم کیا۔ اور اس صادق الیقین کے دل حزین کو بلطف
عمیم خورم کر دیا۔ چندیں ایام کے بعد جب شمس دوران قبلۂ عالمیاں سے رخصت ہوئے
اور مع ہمراہیاں اپنے مکان پر تشریف لائے۔ تو شیخ صاحب اپنی تمام جائداد اور علائق کو
اور سب اقربا اور وطن کو واگذار کر کے شمس الموحدین کے دربار پر مقیم ہو رہے۔ درویشی اور
آزادی کو اختیار کر کے بصدق یقین خلوت نشین ہوئے۔ چونکہ پہلے علوم ظاہرہ سے وہ بے بہرہ
تھے۔ اس لیے حضرت رشید نے اول ان کو قرآن مجید پڑھایا۔ بعدہ درسیہ کتب سے عبور کرا
کر تصوف کا علم تکمیل کرایا۔ پھر علوم باطنی اور نعمت مخفی سے ان کو مالا مال فرما کر منزل کمال
پر پہنچایا۔ اور خلافت کا خرقہ عنایت فرمایا۔ وہ شمس الانوار کے بڑے جان نثار اور باادب
خدمت گذار تھے۔ لنگر کے ہر کاروبار میں مختار باختیار تھے۔ اور جناب کے ہر ایک کام
اور سب انتظام میں مدار المہام تھے۔ آپ کے کل امورات اور جمیع معاملات ان کی
زبان پر منحصر تھے۔ گویا لنگر کے وہ ایک مالک مختار تھے۔ بہت عرصہ انہوں نے دربار
شریف پر قرآن مجید کا درس پڑھایا۔ اور قرآن کا فیضان جہان میں خاص عام کو پہنچایا۔ زہد اور
ریاضت میں بے نظیر تھے۔ غریبوں اور عاجزوں کے لیے بشفقت کثیر دستگیر تھے۔ صاحب کشف
کرامات باکمالات تھے۔ عظیم الشان اور برگزیدہ آفاق تھے۔ تمام عمر تجرید اور تفرید میں
گذاری اور اپنی جان حضور کی آستان پر نظر کی۔ جس وقت اس حمیدہ خصال کا انتقال ہوا تو اس

وقت حضرت ذوالکمال کو سخت ملال آیا۔ اور حضرت سے فرمایا۔ کہ افسوس کہ اس کو عمر نے وفا نہ کیا۔ اگر یہ شخص زندہ رہتا تو میرے پیچھے میرے پسماندگاں کی خدمت کرتا۔ اور لوگوں کو فیض پہنچاتا۔ آخر اُس صاحب عرفان کو شمس دوراں نے مغربی گورستان میں دفن کرایا اور فاتحہ درود اُس مسعود کو پہنچایا۔ زبدۃ السالکین مولوی معظم الدین صاحب مرولوی صدق یقین سے فرماتے تھے کہ حضرت کی ذات بابرکات کا روحانی ارتباط شیخ صاحب کے ساتھ اس قدر تھا کہ جس شخص کو شیخ صاحب مغفور نظر عاطفت سے منظور کرتے تھے۔ شمس انوار بھی اسی پر عنایت اور رحمت مبذول فرماتے تھے۔ حالانکہ اب تک بھی وہ دستور بدستور جاری ہے۔ چنانچہ جب تک میں شیخ صاحب کی قبر انور پر جا کر فاتحہ نہ پڑھوں اور اپنے مدعا کی استدعا نہ کروں تو حضور کی بارگاہ میں سے مجھے اجازت عطا نہیں ہوتی۔

ذکر میاں عبد اللہ جو شمس الانوار کے دیدار سے یکبار گرفتار اور جاں نثار ہوا

جمعدارے بود عبداللہ بہ فوج رہگذر | دید شمس دہر را شد مضطر و آشفتہ تر
داد استغفار درآمد بردر حضرت نشست | باعنایت ایزدی شد عارف اہل بصر

لانگری احمد الدین وغیرہ محققین نے بصداقت زبان یوں بیان کیا۔ کہ شمس دوراں کے ابتدائی زمانہ میں ایک لشکر راہرواں نے سیال شریف کے مقام میں آکر قیام کیا۔ اس فوج میں مسمی عبداللہ وینداار بعہدہ ملازمت جمعدار تھا۔ عصر کے وقت نماز کے لیے بڑی بیتابی سے مسجد میں آیا۔ نماز کے انفراغ کے بعد دیکھا تو شمس العارفین بصورت علماء دین اس مسجد میں عزلت نشین ہیں۔ اس خیراندیش نے جناب کے پیش ہو کر کہا کہ میاں صاحب میں نے مسئلہ کی ایک بات آپ سے دریافت کرنی ہے۔ کیا آپ بتلا سکو گے۔ جناب نے فرمایا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا کہہ دوں گا۔ تب اس نے کچھ استصواب کیا۔ شمس الاقتاب نے اس کو جواب باصواب دیا۔ وہ آپ کی زبان درفشاں سے شیریں کلام اور دلچسپ بیان سن کر بہت شاداں ہوا۔ اور کہنے لگا کہ شاید تو کوئی بڑا فقیر روشن ضمیر ہے۔ جو تیری تقریر پُر تاثیر پر میرا دل اُلفت پذیر ہو رہا ہے۔ اور تیری تصویر خورشید نظیر پر میری جان محبت

گیرہے۔ الغرض آنجناب کی نظر کیمیا اثر اس کے حال پر ایسی کارگر ہوئی جس کے اشتیاق
کے احتراق سے اس کا دل پروانہ کی مثل جلنے لگا۔ اور عشق کے تلق سے اس کا قلب تڑپنے
لگا۔ آخر وہ مسافر جگر پر زخم کھا کر اپنے لشکر میں گیا اور اضطراب کے گرداب میں مضطرب ہو
کر بے ہوشی کے خواب میں بیتاب ہو رہا۔ صبح کے وقت جب فوج سرکاری کو نیند کی خماری سے
بیداری ہوئی۔ تو سب لشکریوں نے روانگی کی تیاری کی۔ تو وہ جمعدار بھی جو پریم کے نشہ سے
سرشار اور مست ہو رہا تھا اُٹھ کر بحالت زار ان کے ہمراہ سوار ہوا۔ اور سرائے نہنگ میں
جو سیال شریف سے دو فرسنگ ہے جا اُترا۔ وہاں محبت کے اضطرابات بیقرار ہو کر ناچار ملازمت
سے استعفاء دے دیا۔ اور اپنے اعزہ اور اقتدار سے بیزار ہو کر درویشی اور مفلسی کو اختیار کر
کے شمس العارفین کے دربار پر حاضر ہوا۔ اور حضور کی درگاہ میں اپنا ماجرا اور مدعا سب عرض کیا
حضرت قبلۂ عالم نے اُس کے حال پر کرم کمال فرمایا۔ اس کے دل شمعی کو رحمت کی نظر سے منوّر
فرما کر یہ نعمت بخشی اور مالا مال اور خوشحال کر دیا۔ حاصل کلام اس نیک نام نے اپنی بقیہ زندگی تمام
حضرت ذوالکرام کے قدم پر گذاری اور محبت خداداد کو خدا کی یاد میں صرف کی۔ ہمیشہ وہ
مست وار عندلیب کی مثال شمس کے جمال پر آشفتہ حال رہتا تھا۔ اور پروانہ وار حضور کے
اوپر بے اختیار رہتا تھا۔ کبھی کبھی کہیں باہر جانے کا ارادہ کرتا تھا۔ تو ایک دو میل تک جا کر
واپس آ جاتا تھا۔ اور ہجر کے خطرہ سے زار و زار روتا تھا اور اشکبار ہو کر کہتا تھا کہ سنو یارو
اس صاحب جمال نے غریب کنگال گردن میں ایسا الفت کا رسن ڈال دیا ہے۔ کہ کسی دوسرے
مکان پر جانے نہیں دیتا۔ اگر کہیں جانا چاہوں تو ہمت فرما اس سے کھینچ کر اپنے آستان
پر لاتا ہے۔ اور مقید وار اپنے دربار پر بٹھاتا ہے۔ آخر بتقدیر ذوالجلال اس نیک خصال کا
وہیں انتقال ہوا۔ اور حضور کی عنایت کمال سے واصل ذوالجلال ہوا۔

ذکر میاں فیض احمد صاحب حکیم

بُد حکیمے فیض احمد طالب مرد خدا — دید روئے شمس انور شد ز بُد رسوا
بر ظہور کشف حضرت کرد یکدم مرتبہ — اندر آں لحظہ دلش گردید روشن با صفا

قریشی عبدالمجید حکیم ساکن قبہ قائم الدین نے جو میاں فیض احمد طبیب کا خلفِ رشید ہے ۔ بصدق زبان بیان کیا کہ میرے والد ماجد طبیب حاذق اور طالب صادق تھے ۔ فقیروں اور بزرگوں سے بہت محبت رکھتے تھے ۔ اکثر اولیاء کرام اور اصفیا عظام کی خدمت میں باشتیاق تمام حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے ۔ چنانچہ پہلے ان کو فقیر محمد نعیم نے جو شہر خوشاب کے مقیم تھے ۔ کچھ ورد اوراد ارشاد فرمایا جس سے کدورت کا حجاب اور ظلمت کا نقاب ان کے قلب سے دور ہوا ۔ اور باطن کے نور کا شعلہ ان کے دل سے ظہور ہوا ۔ مگر چونکہ اُس فقیر روشن ضمیر نے ابتداء میں ہنود کی ہر ایک اشیاء اور غذا سے امتناع کیا تھا ۔ ایک دن اتفاقاً انہوں نے بیخبر میں کسی کھتری کا طعام کھا لیا جس سے تصفیہ باطنی اور تزکیہ قلبی کا اثر تمام جاتا رہا حسرت اور حیرت کے ہاتھ بڑے افسوس کے ساتھ ملنے لگے ۔ اداس اور بیحواس ہو کر پھر اُس خدا شناس کے پاس گئے ۔ اور بعجز خاص اپنے مطلب کے لیے التماس کیا ۔ فقیر صاحب نے جواب دیا کہ تو نے خود اپنی مراد کو برباد کر دیا ہے ۔ اب میرے سے تجھے کچھ مفاد نہ ہوگا ۔ اُنہوں نے بہت ہی عرض پردازی اور حیلہ سازی کی مگر آخر اس فقیر نے بمعذرت کثیر یہ کہا کہ جناب الٰہی میں رسائی صرف یہاں تک ہے ۔ اس لیے اب یہ تیرا کام میری طاقت اور امکان سے باہر ہے ۔ بالفعل تجھے کسی اور بزرگوار کے پاس جانا چاہیئے ۔ پس لاچار اُس طالب کردگار نے فقیر صاحب سے دست بردار ہو کر مدت لبسیار اکثر دیگر بزرگوں کے دربار پر جا کر زاری اور انکساری کی ۔ مگر کسی کی دستیاری سے ان کی مطلب براری نہ ہوئی ۔ چندیں سال کے بعد ایک مرد سیال نے اُس نیک خصال کو اپنی بیماری کے علاج سازی کے واسطے سیال شریف میں بلوایا ۔ اور کئی دن وہاں ٹھہرایا اُن ایام میں شمس دوران بھی تونسہ سے مقدسہ سے مجاز اور سرفراز ہو کر وہاں تشریف لائے ہوئے تھے ۔ لیکن اپنے شغل اشغال کے خیال میں ہر وقت مشغول اور مصروف رہتے تھے ۔ اور لوگوں کے اختلاط اور ملاقات سے احتراز رکھتے اس اثناء میں اس حکیم صاحب کو ساہیوال کے خان صاحب نے علاج کے واسطے بلوایا ۔ ظہر کا وقت تھا ۔ روانگی کی اثناء میں ان کو خیال آیا ۔ کہ پہلے نماز ادا کیجیئے ۔ اس لیے وہ مسجد میں گئے ۔ دیکھا تو شمس العارفین بصورت سالکین ایک گوشہ میں عزلت نشین ہیں ۔ اس باکمال کا جمال دیکھ کر ان کو احتمال ہوا ۔ کہ یہ کوئی

فقیر روشن ضمیر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس اپنی حاجت کی التماس کروں۔ مگر پھر دل میں خیال
گذرا کہ ایسے کئی اشخاص درویشانہ لباس بصورت خواص دیکھے ہیں۔ مگر عقدہ مشکل کسی سے
حل نہیں ہوا۔ لہذا شمس۔ لہذا اس سے وہ پسپا ہو کر ساہیوال کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں شمس اجلال
کا ایسا جذب کمال ہوا کہ جس سے آگے جانا ان کو محال ہو گیا۔ ناچار کشش باطنی سے گرفتار ہو کر
بے اختیار شمس الانوار کی طرف واپس ہوئے۔ جب سیال شریف کے قریب پہنچے تو دل میں
سوچا کہ شہر کے تمام باشندگان میرے واپس جانے پر شکایت اور اتہام کریں گے۔ جس سے میں
عوام میں بدنام ہوں گا۔ بنا برآں روگرداں ہو کر پھر ساہیوال کے راہرو ہوئے۔ صرف یک
رات بعد مشکلات اس جگہ رہ کر بوقت بامداد پھر شمس الاقطاب کی جناب میں آکر حاضر ہوئے
اس وقت شمس دوران اسی مسجد کے درمیان اپنے شغل اشغال میں مشغول تھے۔ نیاز بے اندازہ
سے اس فیض کے پاس بیٹھ کر عرض پرداز ہوئے۔ کہ آپ کا کیا نام ہے۔ اور کس علاقہ میں
آپ کا مقام ہے۔ جناب نے فرمایا کہ اس مسکین کا نام شمس الدین ہے۔ اور اسی شہر کا مقیم
ہے۔ بہت حیران و ششدر ہو کر وہ پوچھنے لگے کہ آپ کس بزرگوار کے برخوردار ہیں۔ فرمایا کہ میرے
والد ماجد ایک زمیندار ہے۔ جس کا نام میاں محمد یار ہے۔ وہ بولا کہ مدت فراواں سے میری
آمد و رفت اس مکان پر ہے۔ کبھی آپ کو نہیں دیکھا۔ آیا اتنی مدت مدید اور عرصہ بعید آپ کا
قیام کس مقام پر رہا ہے۔ فرمایا کہ علم کی تعلیم کے لیے مدت کثیر مکڈ شریف میں اقامت پذیر رہا
ہوں۔ اس نے کہا کہ سیاہ حروف پڑھتے رہے ہو۔ یا کوئی سفید حرف پڑھا ہے۔ پھر اس
نے پوچھا کہ کس نسان عقیدہ ایشان سے آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ
الغفران سے۔ چونکہ ان کی زیارت کا مشتاق رہتا تھا۔ اس لیے اس کو یقین خاطر نشین ہوا
کہ واقعی یہ شمس دوران اس سلیمان زمان کے تلمیذ ہیں اور اس کے بحر عرفان اور گنج فیضان سے
کامراں ہیں۔ جس سے محمدی انوار اور عارفانہ اطوار ان کے چہرہ سے نمودار ہیں۔ اور ناظرین
کے دل ان کے حسن مشتعل پر پروانہ وار بیقرار ہیں۔ آخر وہ مجنوں کی مثال شمع جمال پر گرفتار
اور جان نثار ہوا۔ اور عجز و انکساری سے عرض کیا کہ تالیجا مجھے اپنا خادم بنائیے اور بیعت
سے مشرف فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو دیرینہ بیعت ہو گئے تھے۔ عرض کیا کہ قبلہ میں

تو دیر روز صرف زیارت سے شرف اندوز ہوا تھا۔ کوئی کسی قسم کی گفتار اور ذکر اذکار بھی نہیں کیا تھا۔ پھر بیعت کس طرح ہو گئی۔ فرمایا کہ جو سوز کسی کے دیدار کے لیے آشفتہ وار بیقرار ہو کر ساہیوال کے راستہ پر لوٹتا پھرے اُس کے ارادات پر بیعت ہو جاتی ہے۔ پس اس کشفی اشارت سے اس کا دل زیادہ تر غارت ہوا ؎

عجب نیست گر غارت از گشت خویشش کند منکشف حال دلہائے ریشش

پس وہ عقیدت مآل جناب کی عنایت کمال دیکھ کر عارض ہوا کہ پہلے اس آشفتہ حال کے دل میں ایک خیال تھا۔ مگر جناب نے کرم بالا مال سے فی الحال اس کو ٹال دیا ہے۔ اب اس کی گزارش کی نسبت کوئی حاجت نہیں رہی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے دل میں یہ خیال تھا کہ کسی صاحب حال نے جو تجھے یک ہزار بار اسم پروردگار بتلایا تھا جس سے تیرے دل پر کسی قدر انوار کا اظہار ہوا تھا۔ اور اب کسی ہنود مردود کی اشیاء کے استعمال سے اس کا نزول ہو گیا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ کسی طرح وہ پھر بحال ہووے۔ سو فی الحال بھی اس مطلب کا استعمال کوئی محال نہیں۔ اگر ہزار بار کے بجائے وہ اسم کردگار کا پانچ بار پڑھا جائے تو پھر اب بھی تو وہ انوار آثار تیرے دل پر نمودار ہوں گے۔ چنانچہ اسی وقت حسب الارشاد اس نیک نہاد نے پانچ بار اس اسم کا تکرار کیا تو فی الفور آں جناب کے فیضان سے اس کے قلب کے درمیان سے جلوہ نور کا تاباں اور درخشاں ہوا جس سے وہ نہایت شادمان اور فرحان ہوا پس اسی وقت بصدق یقین اور دلی تسکین سے آنجناب کی بیعت سے شرف یاب ہوا اور علوم باطنی کے نصاب سے بہرہ یاب ہو کر رب الارباب کی جناب میں مستجاب ہوا۔ پھر بقیہ زندگانی اس نے شمس نورانی کی خدمت میں گذاری اور اپنی جان پیاری بکمال انکساری جناب کی خدمت گذاری میں صرف کی۔ تبرا بن سنگہ کی مسجد موجودہ اور جناب کے لیے عبادت کا حجرہ محبت کثیر سے اس نے ہی تعمیر کرایا۔ اور پھر درویشوں اور مسافروں کے آرام کے لیے ایک مکان بڑے اہتمام سے بنوایا۔ آنحضور کے آستانہ پر وہ بحالت درویشی زیادہ تر ٹھکانہ رکھتے تھے مقیموں اور مسافروں کی طعام سازی بہ نہایت احتیاط اپنے ہاتھ کے ساتھ کرتے تھے۔ ہر وقت وہ پریم کے نشہ سے مخمور اور پیار کے وصل سے مسرور رہتے تھے۔ ان کی زبان بربان میں عشق

کا سوز گداز بے انداز تھا۔ قطع نظر از نغمہ سرایان خوش الحان کے صرف کنویش کے آواز پر بھی وجد ہو جاتا تھا۔ جب بہ امر سبحان ان کی عمر اختتام ہوئی۔ تو ایک روز بخیریت تمام اپنے گھر کے مقدر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی آزار اور بخار کا نام نشان نہ تھا۔ بڑی شادمانی اور خندہ پیشانی سے اس خانب کردگار نے تین بار کلمہ طیب کا تکرار کیا۔ توفی الحان بتقدیر ذوالجلال ان کا روح دنیا سے انتقال کر گیا۔ اور جنت بریں میں لفرحت ترین جا گزیں ہوا۔ تاریخ رحلت آں مرحوم شعر کے ضمن میں مرقوم ہے ؎

چو فیض احمد قریشی سفر بنمود	~~۸۵~~ ~~۱۲ھ~~ ہزار و دو صد و ہشتاد نہ بود

جناب خضر علیہ السلام کا تشریف لانا سلیمان زمان کی خدمت میں بموجودگی شمس دوران علیہ الغفران

در حضورِ شہ سلیمانِ زمان شمس منیر	بد نشستہ اندر انجا آمدہ خضر بشیر
چوں رواں شد در پے اش رفتند جملہ حاضرین	جز یکے شمسِ منوّر زاں بگشت آں خبیر

اکثر معتقین صادق رغبہ اور مقیمان دربار باعتبار سے سنا گیا ہے۔ کہ ایک دفعہ شمس دوران بخدمت حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران حاضر تھے۔ اُس وقت دربار پُر انوار میں مردمان زوّار بیشمار بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک مردِ خدا میلے کچیلے لباس سے اس محفل خاص میں آیا۔ اور سلام مسنون اسلام کے بعد جناب کا دست پنجہ لے کر بڑے اخلاص سے آپ کے پاس بیٹھ رہا۔ آں جناب نے مسکرا کر فرمایا کہ آپ خضرؑ ہیں۔ وہ خاموش ہو رہا۔ تمام موجودہ مردمان اس واقعہ کو دیکھ کر حیران اور شادمان ہوئے۔ مگر حضرت عالی درجات بحالت استغراق چپ چاپ رہے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد وہ یگانہ زمانہ اس آستانہ سے اٹھ کر واپس روانہ ہوئے تو سب حاضرین مجلس نشین لبصدق یقین استفادہ کے ارادہ اُن کے پیچھے دوڑے۔ مگر ایک ہی شمس دوران راسخ الایقان سلیمان زمان کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ حضور انور نے شمس منوّر کو فرمایا کہ خضرؑ کے پیچھے تو کیوں نہیں گیا آپ نے عرض کیا عالی جاہا میرے خضر تو آنجناب

ہیں۔ بس خضر کی مجھے کوئی حقیقت نہیں۔ تب آنجناب کو شمس الاقطاب کی عقیدت اور صداقت پر بہت رحم آیا۔ اور شفقت اور عنایت سے رحمت کے دریا نے سیلاب بہایا۔ تو اُس وقت سلیمان زمان نے شمس دوران کو گنج عرفان سے فی الحال مالا مال کر دیا۔ اور سر مبارک سے اپنی کلاہ اُتار کر پروردگار کے دربار میں بڑے عجز و انکسار سے تین بار عرض کیا کہ (اللہ سائیں میرے سیل نوں رنگ لائیں) اور اس روز کے بعد شمس دوران کے فیضان کا شہرہ عام تمام عصر میں مشتہر ہو گیا۔ اور دور و دراز کے علاقہ جات سے مخلوقات کا آنا آپ کے در پر شروع ہوا۔ سب زائران جناب کے فیضان سے کامران ہونے لگے۔ بیکران مصیبت زدگان کے مشکلات آپ کی عنایات سے حل ہونے لگے۔ ہزاران ہزار علماء نامدار اور سادات کبار آپ کے فیوضات سے فیض یاب ہوئے۔ بیحساب غربا پُر اضطراب جو انقلاب زمانہ سے خراب تھے۔ آپ کے الطاف اور اعطاف سے ارباب اور صاحب نصاب ہو گئے۔ ہر وقت آپ کی کچہری میں رحمت کی بوندا باری جاری رہتی تھی جس سے حاضرین مجلس نشین کے دلوں کی زنگال فی الحال دور ہو جاتی تھی۔ اور اس محبوب کردگار کے دربار پُر انوار کا گلزار ایسا خوشبودار نمودار تھا جس کے بوئے دلارام سے ہر ایک انسان کے مشام معطر اور مخمور ہو جاتے تھے۔ اور اس کی رائحہ جاں فزا سے تمام مردماں کے دل مفروح اور مسرور رہتے تھے۔

ذکر ملاقات دو ابدال بحضرت شمس الاجلال

شمس انور در بیت درحل بہ نشستہ بود	آمدند ابدال دو در دروازہ خود آندم کشود
اندرت کس را اگر دانی بگفتند شان	گفت او زینجا نہ گردد ہیچ کس جز نفع سود

مولوی محمد امین صاحب مکوہی اور نیز دیگر چندیں پیر بھائیاں معتبران نے بیان کیا۔ کہ سید الٰہی بخش صاحب لنگری کہتا تھا۔ کہ ایک روز دوپہر کے وقت میں لنگر خانہ سے نکل کر نہانے کے لیے کنوئیں پر جانے لگا۔ تو دو اشخاص عربی لباس مجھے سراء کے پاس ملے پوچھنے لگے کہ شمس دوران اب کس مکان میں آرام فرما رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس محل میں

اپنے شغل میں مشتغل ہیں اور دروازہ اس کا بند ہے۔ چند منٹ یہاں ٹھہر جاؤ۔ اور اپنے وطن اقامت اور سفر کی کیفیت بتاؤ۔ مگر اُنھوں نے میرے سوال پر کچھ خیال نہ کیا جلد تر اُس محل کی طرف چلے گئے۔ اور دروازہ پر جاکر کھڑے ہو رہے۔ دیکھا تو بلا تامل اندر سے دروازہ کھُل گیا۔ وہ بڑی نیاز اور اخلاص سے حضور کے پاس جاکر بیٹھ رہے۔ سلام مسنون اسلام کے بعد جناب سے ہمکلام ہوئے۔ میں بھی بغرض دریافت حالات واپس آکر دروازہ سے باہر کھڑا ہو رہا۔ اور ان کی بات بڑی احتیاط سے سُننے لگا۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ اے مہربان ملک عدم نے آپ کے شان اور فیضان کا شہرہ تمام جہان میں مشتہر عام کر دیا ہے جس سبب سے مردمان زائران ہر کراں سے بمحبت فراوان آپ کے آستان پر آرہے ہیں۔ لیکن آپ گوشہ نشیں ہے۔ کہ ان کے حال پُر ملال پر توجہ کم فرماتے تاکہ کوئی انسان آپ کے فیضان سے خالی اور محروم نہ جاوے۔ جناب نے جواب دیا کہ اس سے پیشتر اس مکان سے ناکام کوئی نہیں گیا اور آئندہ بھی انشاءاللہ الرحمٰن کوئی شخص آئندگان سے خالی نہ جائے گا۔ پس تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں صاحبان شمس دوران سے مرخص ہو کر شمال کی طرف سہیوال کی سمت کو روانہ ہوئے۔ تو میں نے فی الفور وہاں سے دوڑ کر ان کا تعاقب کیا۔ کہ یہ کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔ مگر وہ عالی قدر جلد تر میری نظر سے غائب ہو گئے۔ کچھ پتہ نہ لگا جو وہ کہاں گئے۔ بعد ازاں ایک درویش معارف کیش نے فرمایا کہ یہ ہر دو رجال عالم غیب سے ابدال تھے۔ اور آں ذات بابرکات کی ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔

ذکرِ خلاصہ حالات دربارۂ اخلاق اور عادات آں ذات بابرکات

شمس دوران در ہمہ عادات و اخلاق و صفات	پیرو پیغمبر بُد بر شریعت حیات
صورت او بود چوں شاہ سلیمان توسوئی	بر جمالش بود شیدا عالمے از شش جہات

جب بعنایات توفیق الٰہی جات شمس دوران کی آستان پر مخلوقات ہر جہات سے بیغایات آنے لگی۔ تو یہ اشیاء ضروریات کی مصرفت بے نہایت ہونے لگی۔ تمام نذرل

اور مسافروں کو آپ کے لنگر خانہ سے عام کھانا ملتا تھا۔ چارپائی اور بستر ابھی ہر ایک مہمان کو آرام کے بے مقام پہ دیا جاتا تھا۔ صدہا طالبان خدا پرست اور شاغدان مست الست جو آپ کی خدمت میں اقامت رکھتے تھے۔ ان سب کو پارچات اور ضروریہ اخراجات لنگر سے ملتے تھے۔ آپ کے سب اخلاق اور اوصاف محمدی صفات کے مطابق تھے۔ در آپ کی شکل باجمال اور سب افعال خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران کے موافق تھے۔ شرعی امورات اور دینی معملات میں ہر وقت نیازمندانہ پابند رہتے تھے۔ ایزد ذوالجلال کی تقدیر پہ ہر حل خوش حال اور خورسند ہوتے تھے۔ مصائبات اور حوادثات زمانہ سے صابرانہ شکر کرتے تھے خویشوں اور درویشوں کے حالات پر بے غایات التفات فرماتے تھے۔ شہر کے مفلسوں اور بیکسوں کو لنگر سے کھانا دیتے تھے۔ مساکینوں اور یتیموں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ زائروں اور مسافروں کو بڑی مہربانی اور شیریں کلامی سے پاس بٹھاتے تھے۔ اور ہر شخص سے شفقت کمال مفصل حال پوچھتے تھے۔ جو کہ وہ سب مردمان آپ کے حسن اخلاق اور اشفاق سے شادماں اور کامران ہو جاتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کی مہربانی کی شادمانی سے ثناخوان رہتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سے صدہا کرامات اور خوارق عادات ہمیشہ رونمائی تھیں۔ مگر زیادہ تر اخفا کرتے تھے۔ ہر محتاج کی حاجات اور مرادات توجہ باطنی سے خود ادا فرماتے تھے۔ مگر اکثر اوقات حل مشکلات کے لیے ظاہری توسلات پیش لاتے تھے۔ بہت منکرین اور منافقین جو بغرض بحث اور تکرار حاضر دربار ہوتے تھے۔ صرف دیکھتے ہی بلا گفتار آپ کی ذات پُر انوار پہ مجنون وار فریفتہ اور جان نثار ہو جاتے تھے۔ اور آنجناب ان کی حالت پر عنایت کی نظر بیشتر فرماتے تھے۔ اگرچہ آپ کے پیر روشن ضمیر مجالس میں ساز اور مزامیر سنتے تھے مگر آپ بنا بر مزید اتقا ان کا استماع ہرگز نہیں کرتے تھے۔ جب سب مہمان اور مسافران لنگر سے کھانا کھا جاتے تب حضور انور تھوڑا سا حضر تناول فرماتے تھے۔ ہمیشہ پیٹ کی تکلیف کو اختیاراً برداشت کرتے تھے۔ کبھی سیر ہو کر پانی نوش نہ فرماتے۔ باوجود ضعف عمری کے ہر وقت مصلا پہ دو زانو بیٹھے رہتے تھے۔ صرف کیلولہ کے وقت چارپائی پر دراز ہوتے تھے۔ اکثر مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ مگر فرش کے اوپر کوئی غیبجہ تھا

اپنے لیے نہیں بچھواتے اور عرس کی مجلس میں مصلا پہ دوزانو بیٹھے رہتے تھے کوئی تکیہ وغیرہ پس نہیں رکھتے تھے۔ اگر کسی لنگر کے مجرم کو متقان دربار خدمت میں پیش کرتے تھے تو آپ اُس پر ہرگز خشمگین اور چین بجبیں نہ ہوتے تھے۔ بلکہ شیرین کلامی اور مہربانی سے اس کو نصیحت فرماتے چونکہ آپ کی جذابیت کئی درجہ جلالیت سے زائد تھی۔ اس لیے ہرحالت اور ہرشان میں جمال کا عنوان بے پایاں آپ کی ذات بابرکات سے عیاں تھا۔ جب وظائف سے فراغت پاتے تھے تو سب زائرین اور سائلین بعقیدت خاص جناب کے پاس آبیٹھتے تھے۔ پس آپ بعنایات خاص ساعت بہ ساعت نظر عنایت ہر یک بشر کے حال پُر ملال پر مبذول فرماتے تھے۔ جس سے ان کے دردوں کے وبال اور دلوں کے زنگال فی الحال دور ہو جاتے تھے علماء نامدار اور سادات کبار کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ طالبوں اور درویشوں کو زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ بیوگان اور یتیموں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ بزرگوں کی اولاد پر اگرچہ ناشائستہ کردار اور کچھ فتنہ ہوتی تھی۔ تاہم ان کا لحاظ اور اعزاز کرتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی نامراد کسی عناد سے بزرگوں کی اولاد سے فساد کرتا تھا تو اس پر ناراض ہوتے تھے۔ اور خلاف عادات ان کی امداد فرماتے تھے۔ چنانچہ منجملہ ازاں تھوڑا سا ذکرہ درج ذیل ہے۔

ذکر شاہ صاحبؒ پیر لکھی شاہ ساکن شاہ پور کانجو بطور تمثیل

سیدے را ذلتے بنود دہقان شریر	عرض کرد این حال شخصے نزد آں شمسِ منیر
گفت آنحضرت سرِ دہقان حق خواہد شکست	روز دوم از اسپ زیر افتاد شد صحت پذیر

یہ بیان بزبان خاص اور عوام مشتہر عام ہے۔ ور میاں غلام فرید صاحب سیال نے بصدق مقال یوں ذکر کیا ہے۔ کہ سیادت پناہ پیر لکھی شاہ صاحب ساکن شاہ پور کانجو جو سیال شریف سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اور وہ ایک مشہور خاندان پیران دہانہ شراد کی اولاد میں سے تھے اور شمس دوراں بطفیل بزرگان اس کا بہت لحاظ اور اعزاز فرماتے تھے۔ اس نے بہ شامت کردار ایک منکوحہ عورت زمیندار کو اغوا کر لیا۔ اور مستقلہ کر کے پھر نکاح کیا۔ مسمی جمال کو جو اس عورت کا سسرال تھا اس جال سے

سخت ملال آیا۔ اور شاہ صاحب کو اس نے برملا بہت کچھ نا سزا کہا۔ اور مجلس عام میں دشنام دے کر بےعزت اور بدنام کیا۔ جس سے عوام مردمان میں شاہ صاحب کی ذلت فراواں ہوئی۔ کسی نے حضرت بزرگوار کی خدمت میں آکر اظہار کیا۔ حالی جاہا مسمی جوانی نے مکھتی شاہ کا بہت بُرا حال کیا ہے۔ آپ کو رنج آیا۔ اور فرمایا جب اس نامراد نے بزرگوں کی اولاد کو رنجیدہ اور ناشاد کیا ہے۔ تو ضرور اس مغرور کا سر چور چور ہو جائیگا۔ دنیا کے جہان میں وہ آرام نہ پائیگا۔ پس ایسا ہی ہؤا کہ دوسرے روز وہ برات کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر موضع جوڑسے میں جا رہا تھا۔ راستہ میں بتقدیر کردگار ایک آندھی وحشتہ ہوکار یک دم نمودار ہوئی۔ جس سے یکبارہ اس کے غبار اور اندھار سے تمام جہان میں شام پڑ گئی اُس وقت اُس کم بخت کا گھوڑا بے اختیار دوڑا۔ اور وہ سوار لاچار ہو کر بحالت زار زمین پر گر پڑا۔ اور جھٹ اس کا سر پھٹ گیا۔ پس اسی آن میں بتقدیر سبحان عالم جاودان کو راہ رواں ہوا۔

ذکر در بیان کیفیت اجلاس اعراس خواجگان علیہم الرضوان

حضرت شمس دوران احتیاط فراواں سے اپنے مکان پر پیران عظام کے اعراس بڑے اخلاص اور اختصاص سے تواریخ معین پر فرماتے تھے۔ یعنی بڑے سامان سے گوشت حلوا عام پکوا کر مہمانان حاضرین اور سائلین و مساکین کو پیٹ پُر کھلاتے تھے اور اس طعام اور کلام کا ثواب بروح مقدس جناب رسالت مآب اور ان کی آل امجاد اور اصحاب انجاب کو اور خصوصاً اس بزرگ صاحب ارشاد اور جمیع پیران والا نژاد کو بخشتے تھے۔ سب اعراس میں سے حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران کے عرس پر ہفتم ماہ صفر کو مردمان کا اژدحام بے پایاں ہوتا تھا۔ ہر اطراف اور اضلاع سے جوق جوق ہو کر بڑے شوق سے لوگ آتے تھے تمام اعراس بزہرف ایک دن ہی مجلس ختم کا اجلاس فرماتے تھے۔ اور آپ اُس مجلس میں مُسنّا پر عجز اور ادب کثیر سے اخیر تک دوزانو بیٹھے رہتے تھے۔ کوئی تکیہ وغیرہ پاس نہ رکھتے تھے۔ اَوّلاً حسب الارشاد آں شمس الاقطاب اکثر مولوی معظم الدین صاحب مرولوی اور میاں غلام محمد

صاحب سباوی حسب ترتیب ذیل ختم پڑھ کر اس کا ثواب آنجناب کے ملک کرتے تھے بعدازاں
وہ روشن ضمیر قوالی بلا مزامیر سنتے تھے۔ (ترتیب ختم) اوّل سورۃ ملک بعدہٗ سورۃ اخلاص
تین مرتبہ اور سورۃ فلق ایک مرتبہ اور سورۃ الناس ایک مرتبہ اور سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۃ
بقر الٓمّٓ سے ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک ایک مرتبہ بعدہٗ دَعْوٰىھُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ
وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
ایک بار۔ بعدہٗ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ایک بار سُبْحَانَ
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ایک بار پڑھتے تھے قوالی کے بعد بھی اسی طرح یہ ختم حسب ترتیب
پڑھا جاتا تھا۔ اور کبھی بعد میں باعث تنگی وقت کے سورۃ ملک کی بجائے آیات لَا
يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ تا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
پڑھا کرتے تھے اور ختم کا ثواب حضرت کے ازواج مطہرات کو بخش کر سب خادمین
حاضرین کے لیے عنایت قلبی سے دعا طلبی فرماتے تھے۔ اس مجلس میں قوالان بزبان خوش
الحان صرف مولود شریف اور غزلیات توحید سناتے۔ کوئی مزامیر نہیں بجاتے تھے جس
سے سب سامعین اور شائقین بڑا لطف اٹھاتے تھے۔ سبحان اللہ آں ذات بابرکات
سے اس خاص ابتداس میں ایسا انتباس ہوتا تھا کہ صدہا مشتاقان آشفتگان اس میدان میں
آپ کے جلوہ رخسار پُرانوار پہ پروانہ وار پھڑکتے تھے۔ اور سینکڑوں صوفیا کرام اور اتقیاء
عظام آپ کے جمال بے مثال پر فریفتہ ہو کر بحالت وجدان تڑپتے تھے۔ ہزاراں ہزار
بندگان کردگار کے دل منغمس آپ کے فیضان کے باران سے مصفا اور مسرور ہوتے
تھے اور آپ کی عنایت کی نظر سے بہ نعمت باطنی اور محبت ایزدی بڑے محظوظ اور
مخمور ہوتے تھے ہر ایک انسان اس رحمت کے عمان سے کامران ہوتا تھا کوئی بشر
حاجت ور آپ کے فیوضات اور عطوفات کے بحر سے ناکام نہیں جاتا تھا۔ جب کوئی
طالب خدا اور صوفی باصفا وجد کے اثناء میں اٹھ کر رقص کرتا تھا اور مخمورانہ اور آشفتگانہ

اُس مجلس میں پھرتا تھا، توآپ اُس کے لئے تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے۔تاوقتیکہ نہیں بیٹھتا تھا کھڑے رہتے تھے۔اور قوالوں کی ہر ایک جوڑی کو ایک ایک روپیہ بطور ویل کے تبرکاً عطا فرماتے تھے۔بجز ایام اعراس کے بھی ہمیشہ اس آستانِ ہدایت نشاں پر زائروں کا آمدورفت بے پایاں ہوتا تھا۔اور رات دن ہزاروں مہمانوں کا مکان پر اژدحام رہتا تھا۔اور وہ لوگ محبت اور شوق سے جماعت وار اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔اور قوالی سے ذوق اُٹھاتے۔اور عشق کے میکدہ سے لذت پاتے تھے۔اس مُبارک زمانہ میں جناب کا آستانہ ایک عشق الہٰی کا میخانہ تھا اور زندگی تک اُس شراب کا نشہ صوفی کے دماغ سے دور نہیں ہوتا تھا۔عمر بھر وہ ساقی اور ساغر اس کو یاد رہتا تھا۔

ذکر در بیان حالتِ وجدان حضرت شمسؒ دوران علیہ الرحمۃ والغفرانؒ

شمس انوار وحدت بر سماعِ غـــزل خوان   وجد شُد افتاد اندر مجلسے شور و فغان
ساکنانِ شہر زاںحالت هـمه گریستند   بل تزلزل او فتادہ در زمین و آسمان

راقم نے روایت جناب حضرت صاحب ثانی عارف ربانی کی زبانی یوں سُنی ہے۔اور دیگر پیر بھائیان معتبران بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔کہ ایک دن مہ ومان زوّار تخمیناً ایک ہزار خلقت کے دربار پر موجود تھے۔علی الصباح وہ خدمان درگاہِ آستان کے میدان میں باہم بیٹھ کر قوالی سُن رہے تھے۔اور شمس دوران اپنے مکان میں اس وقت وظائف پڑھ رہے تھے۔جب قوالوں کا آواز اس غریب نواز کے کان میں گزرا تو جناب کو اس کے سننے کا میلان ہؤا۔پس شغل عبادت سے فراغت پاکر قوالی کی سماعت کے لیے اس جماعت میں تشریف لائے۔مگر وہ قوال جناب کی عظمت اور اجلال سے ہیبت کھا کر خاموش ہو رہے۔جناب نے فرمایا کہ ع چوں دو زخمہ آمدٔ در سبو مانند۔ مولوی حفیظ الدین صاحب نے جو عارف ذاتِ الہٰی تھے۔عرض کیا کہ عدلی تیار سب کچھ مہیا ہے۔تب قوالوں نے بلند آواز سے یہ غزل آغاز کی جس سے آنحضور فیض گنجور بہت محظوظ اور مخمور ہوئے۔

غزل

شرابِ عشق کاندر جام کردند   نصیبِ عاشق بدنام کردند

ثنائے زلفِ رخسارِ تو اے ماہ ملائک در دو صبح و شام کردند

اس کی سماعت سے جناب کی طبیعت پر اس قدر اثر ہوُا۔ کہ آپ کی خاطرِ عاطر سے صد با اضطرار اور چہرہ منوّر سے رنگا رنگ انوار نمودار ہو رہے۔ اور چشمانِ خمار سے گوناگوں اطوار اظہار ہوئے اور آپ کے اندرون سے ایک ایسا آواز پر سوز گداز آنے لگا جیسا کہ دیگ کلاں چولہے پر جوشاں اور خروشاں ہے۔ اس وجد کی حالتِ پُر جلالیت میں آپ نے ایک زانو اٹھایا۔ اور دوسرا دبایا اور آنکھ خونیں سے اشک رنگین کا ایک قطرہ باہر آیا۔ تو یکسر ہر ایک بشر پر اس وجد کا اثر ایسا جلوہ گر ہوُا کہ تمام مردمان خورد و کلاں بے ہوشی اور مستی کے عالم میں غلطاں اور نالاں ہو رہے اور پروانہ وار اس شمس کے انوار پر بیقرار ہو کر افتاں خیزاں قرباں ہو گئے۔ اور حضرت محمد الدین سجادہ نشین صاحب پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ وجد کی خماری اور بیقراری سے اُنہوں نے اپنی ساری پوشاک اتار کر قوالوں کو دے دی اور مستورات کے زیورات بھی فی الحال گھر سے نکال کر سب قوالوں پر ان کو ایثار کر دیئے اور بادۂ وحدت سے سرشار ہو کر مست وار پڑے رہے۔ دوسرا مولوی سلطان محمود صاحب ساکن انگا ضلع جہلم جو عالم معتبر اور استاد نامور ذیقدر تھے۔ اور وہ اکثر حضرت شمس الانوار پر سماع کی نسبت شکایت اور اعتراض رکھتے تھے۔ اور اس مسئلہ کی بحث اور تکرار کے لیے شمس الانوار کے دربار پر آنے کو تیار رہتے تھے۔ تو بتقدیر کردگار وہ بلاغت شعار اتفاقاً اس دن مناظرہ اور مباحثہ کے لیے خاص اس اجلاس میں آ گئے ان محبُوب کبریا کی مست نگاہ ہوش ربا کو دیکھ کر یکدم بے حواس ہو رہے۔ بیتاب ہو کر کتاب کو پھینک ڈالا اور دستار کو اتار کر زمین پر مارا اشفتگانہ اس مجلس خانہ میں رقص کرنے لگے اور بار بار بالتکرار کہنے لگے کہ بیشک سماع برحق ہے۔ چنداں سکھاں ملازمان سرکار جو ملک سلطان محمود خاں رسالدار کے ہمراہ دربار پر آئے ہوئے تھے وہ بھی اُس مجلس میں سر برہنہ دیوانہ کی مثل سرگرداں اور نعرہ زناں تھے بلکہ شہر کے باشندگان بھی اس آن میں تمام مرداں اور زناں خود بخود ذوق شوق سے اشک ریزاں اور گریاں تھے۔ الغرض ہر اطراف سے گریہ کی آواز بڑے سوز گداز کا آ رہا تھا۔ بلکہ زمین اور آسمان بھی گونج مچا رہا تھا

عاشقانِ کبریا در وجد چوں نعرہ زنند آسماں و ہم زمین با درد دل نالہ کنند

اس وقت حضرت مولوی حفیظ ماہی صاحب اور شیخ عبد الجلیل صاحب جو عارف

باخلاص تھے قائم الحواس رہے۔ اور حضور کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں کو ہٹاتے رہے۔ اس لیے کہ وہ لوگ آتش شوق سے جل کر پروانہ کی مثل بیخود ہو کر شمس اور پہ گرتے تھے۔ اور اپنی جان ہر دین کو جناب کے اقدام پر فدا کرتے تھے۔ وہ ایک ایسا درد خیز اور قلق انگیز واقعہ تھا جو تحریر اور حد میں نہیں آسکتا۔ اور کاغذ کے میدان میں وہ دل سوز بیان نہیں سما سکتا ہے

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش | کہ این ذکر ہے الم افزا بدفتر ہا نمی گنجد

آخر جب آنجناب کی حالت پر اضطراب کی انقلاب سے فرو ہوئی تو آپ نے پوشاک اپنی اُتار کر قوالوں کو عطا فرمائی۔ اور تمام خدمان آشفتہ حال کے احوال پر کمال عنایت اور مرحمت کی۔

ذکر دربارہ اوراد و اشغال حضرت ذوالکمال رضی اللہ المتعالٰ

ظاہراً کیفیت اور اد آن عالی جناب | مے نویسم در باطنا واللہ اعلم بالصواب

ہر زمان در ذکر قلبی بود شاغل با خدا | لیک از ورد لسانی نیز گشتہ کامیاب

شمس العاجلال کے اوراد و اشغال کو پورا بیان کرنا محال ہے۔ مگر جو کچھ علے العموم بذہن ناقص معلوم اور مفہوم ہوا ہے۔ اس کو مرقوم کیا جاتا ہے۔ وہ تعالی قدر زیادہ تر مجاہدہ قلبی اور ذکر باطنی میں مشغول اور مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ وہ رات کے بعد اٹھکر بارہ رکعت نماز تہجد پڑھتے تھے۔ پھر ایک بار اسماء حسنی اور پانچ سو بار درود، استغفار پڑھکر مراقبہ کرتے تھے۔ پھر بامداد کی نماز کے بعد مسبعات عشرہ اور اسبوع شریف اور دعا کبیر اور درود مستغاث اور ورد کبریت احمر اور سلسلہ چشتیہ اور منزل دلائل الخیرات اور منزل قرآن پڑھکر بارہ رکعت نوافل اشراق ادا کرتے تھے اور بعدہ تمام زائروں اور ارادتمندوں کو جو اس وقت حاضر خدمت ہوتے تھے بڑی عنایت سے بیعت فرما کر وظائف سے مستفیض و مستفید فرماتے تھے۔ پھر دوپہر کے وقت طعام ماحضر تناول فرما کر چارپائی پر دراز ہوتے تھے۔ اور کوئی تصوف کی کتاب مطالعہ کے لیے پیش نظر رکھتے تھے اور مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوابین دو رکعت حفظ الایمان اتمام کرتے تھے۔ پھر تین سو مرتبہ نفی اثبات اور اسم ذات کا جہر کرتے مراقبہ فرماتے تھے

عشاء کے وقت کچھ غذا تناول فرما کر اور نماز سے فارغ ہو کر ایک جزو درود شریف اور ایک
بار سورۂ ملک اور سورۂ یٰسین پڑھتے تھے۔ کچھ باطنی شغل رکھتے تھے۔ الغرض آں ذات بابرکات
دن اور رات ہر اوقات خدا کی یاد میں مستغرق رہتے تھے۔ کسی وقت شغل باطنی سے فارغ نہ ہوتے

ذکر و بیان ارشادات حضرت شمس دوران برحصول مرادات و حاجات مسترشدان

چند اوراد نے ارشادات آں شمس الہدا　　بہر حاجات و مطالب نیز حب کبریا
مینویسم با صداقت از برائے خاص و عام　　تا شود حاجت روا ہر زماں حاجت روا

جو اوراد حضرت شمس العارفین لوگوں کو ارشاد فرماتے تھے۔ ان میں سے بعض
وظائف جو طالبوں اور حاجت مندوں کی حاجات اور مرادات کے لیے ضروری ہیں اندراج
کئے جاتے ہیں ذکر جہر جو محبت الٰہی کی آتش کو بھڑکانے والا اور خطرات نفسانی کو ہٹانے
والا ہے۔ آں قبلہ عالم اپنے خدام خاص اور عام کو اس کے پڑھنے کی اکثر اجازت
فرماتے تھے۔ اور اس کی مداومت میں بکثرت تاکید کیا کرتے تھے۔

ترتیب ذکر جہر نفی اثبات

آپ فرماتے تھے کہ طالب حق کو چاہئے کہ نماز عشاء کے بعد باطہارت تنہا خلوت میں رو بہ
قبلہ بشکل مربع بیٹھ کر آنکھیں بند کرے۔ اور ہر دو ہاتھ اپنے ہر دو زانو پر رکھے اور داہنی پاؤں کے
انگوٹھے اور انگلی سے بائیں زانو کے نزدیک رگ کیماس کو محکم پکڑے تاکہ دل میں حرارت پیدا ہو
جو تصفیہ کا باعث ہے۔ اس سے دل کی آنکھ جو وہ خناس کی جائے قرار ہے گداز ہو جاتی ہے
اور وساوس شیطانی اور ہواجس نفسانی کم ہو جاتے ہیں پس اس طریق سے سب خیالات دنیاوی
دور کرکے یک دل اور یک زبان ہو کر ذکر شروع کرے۔ مگر پہلے تین مرتبہ درود شریف اور تین
مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر لا الٰہ الا اللہ بلند آواز سے شروع کرے۔ لیکن
اس میں شرائط مندرجہ ذیل کو جو بیت کے ضمن میں درج ہیں ملحوظ رکھے **بیت**

برزخ و ذات و صفات و مد و شد و تحت و فوق　　مینہد طالباں را کل نفس ذوق شوق

اس کے معانی و مرادات یہ ہیں۔ برزخ سے مراد اپنے پیر بیعت کی صورت اور ذات

سے مُراد حق سبحانہ و تعالیٰ کا وجود مطلق اور صفاتؔ سے مراد صفات امہات مثلاً حیاتؔ اور علمؔ
اور قدرتؔ اور ارادتؔ اور بصرؔ اور کلامؔ۔ اور مدؔ مراد لاَ اِلٰہ کی مدکھینچنا اور شدؔ مراد اِلّا اللہ
کی شد کو تشدد سے پڑھنا۔ اور تحتؔ سے مراد کلمہ لا کا بائیں زانو سے شروع کرنا اور اللہ کو
دائیں کتف پر پہنچانا۔ اور فوقؔ سے مراد کلمہ اِلّا اللہ کو دائیں کتف سے شروع کرنا۔ اور سانس
کی تقویت سے دل پر ذکر قلب پر زور سے ضرب چلانا۔ آنجناب اس کا خلاصہ یوں فرماتے
تھے کہ طالب اپنے پیر کی صورت کو حاضر ناظر سمجھے اور کلمہ لَا کا بائیں زانو کے سرے شروع
کرے اور مد سے لمبا کرکے الٰہ کو دائیں کتف پر پہنچا دے۔ اور اپنے خیال میں اس کے معنے
کے لحاظ سے اپنی ذات اور کل موجودات کی نفی کرے اور اِلَّا اللّٰہ کو دائیں کتف سے اٹھا کر
تشدید سے نیچے لا کر دل پر ضرب لگائے اور حسب لیاقت اس کے معنے مطابق اللہ کی ذات کا
اس طرح اثبات کرے۔ چنانچہ لا معبود الا اللہ لا مقصود الا اللہ لا مطلوب الا
اللہ لا موجود الا اللہ اس سے خطرات اور وہمات دل کو جاتے رہتے ہیں۔ ان شرائط
سے پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو ایک سو مرتبہ پڑھے۔ مگر ساتویں مرتبہ مُحَمَّدٌ الرَّسُول کہے
بعدہ صرف اِلَّا اللّٰہُ کو شرائط مطابق دو سو مرتبہ پڑھے مگر ہر نویں مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا مُحمّد الرّسول
اللہ کہے پھر اسم ذات یعنی اَللّٰہُ کو تین سو مرتبہ اس ترتیب سے پڑھے کہ پہلے تین بار اَللّٰہُ
کے ساتھ جل شانہٗ کہے اور لفظ اَللّٰہ کا الف ناف سے شروع کرے اور قوت سے اللہ کے لام کو
شد کرکے دماغ میں پہنچا دے اور اس میں صفات امہات کا ضرور خیال رکھے اور اپنے وجود
کو اس کی ہستی میں نیست کر دیوے۔ اسماء صفات امہات یہ ہیں۔ حَیٌّ۔ عَلِیْمٌ۔ قَدِیْرٌ۔ مُرِیْدٌ
سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ مُتَکَلِّمٌ۔ الغرض چونکہ تمام کائنات میں ان اسماء کی صفات کا ظہور
ہے۔ اس لیے اس وحدذات کی ان صفات سے سب تعینات صورت پکڑ رہے ہیں یعنے
ایک خورشید سے جا بجا جلوے صفاتی رونما ہو رہے ہیں۔ فی الاصل سب موجودات و مخلوقات
نیست ہے۔ صرف اس کی صفات کا عکس ہے۔ جیسا کہ کلمہ لا موجود اِلّا اللّٰہ اس کا مصدق
ہے۔ جب طالب اسم ذات کو ان شرائط سے تین سو مرتبہ پورا کرے تو دل کی طرف متوجّہ ہو کر
بیٹھ رہے۔ اور دل کی حرکت کو محسوس کرے اور زبان بند کرکے اس حرکت کو اللہ کا تلفظ تصور

کرے۔ کہ گویا دل کے مقام سے اللہ کا نام ظاہر ہو رہا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنے شوق ذوق کے لیے دعا مانگے۔

ذکر پاس انفاس کلمہ نفی اثبات

حضرت شمس دوران علیہ الغفران فرماتے تھے کہ اس وظیفہ کے شغل سے ذکر کو تصفیہ قلبی اور تزکیہ باطنی حاصل ہوتا ہے اور اس کی مداومت سے دل زندہ ہو جاتا ہے۔ خواب اور بیداری میں دل سے ذکر آواز محسوس ہوتا ہے۔ اور ذاکر کی عمر دراز ہو جاتی ہے۔ اور دل میں محبت الٰہی کی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے شغل کا طریقہ یوں فرماتے تھے کہ سانس اندر جائے تو لَا اِلٰہ اور باہر آئے تو اِلَّا اللہ کو سانس سے کہے نہ زبان سے۔ بلکہ زبان کو تالو سے لگا کر بند کر دی جائے تاکہ وہ کچھ حرکت نہ کر سکے۔ اور ان کلمات کا آغاز اور انتہا ناف سے ملحوظ رکھے اور اس ذکر کو ہر وقت یعنی بیٹھتے اٹھتے پھرتے سوتے میں برابر جاری رکھے۔ کچھ عرصہ کے بعد دل خود بخود ذاکر ہو جائے گا۔

ذکر پاس انفاس اسم ذات

آنجناب فرماتے تھے کہ اسم ذات کا پاس انفاس نفی اثبات کے برابر ہے۔ اس سے بھی وہی فوائد اور نتائج ظاہر ہوتے ہیں جو نفی اثبات سے برآمد ہوتے ہیں اور اس کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰہ کے ضمہ کو بطور اشباع اس قدر مبالغہ کھینچا جائے کہ اس سے واؤ پیدا ہو۔ اور لام کو قدرے مشدد کر کے سانس سے دل کی لسان بنا کر پڑھا جائے یعنی جب سانس اندر آئے تو اَللّٰ مشدد کو سانس کی قوت سے دل پر لگایا جائے پھر جب سانس باہر جائے تو ہُو کو اشباع کے طور کھینچ کر ناک سے نکالا جائے۔ زبان اور دہان بالکل بند رہے۔ اور معنی کا لحاظ رکھا جائے اس سے حرارت اور سوزش بہت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس سے دماغ میں زیادہ تر خشکی ہو جائے تو روغن سے سر کو تر رکھے۔

وظیفہ حل مشکلات اور مہمات کے واسطے

منجملہ سالکین سے نقل ہے کہ حضرت شمس دو العارفین فرماتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی سخت مشکل اور مصیبت پیش آئے تو وہ سورۂ یٰسین کو اکتالیس مرتبہ ہر روز تین دن تک یعنی چہار شنبہ سے

سے شروع کر کے جمعہ تک پڑھے۔ وحدت مکان اور وحدت زمان اس میں شرط ہے۔ اور پڑھتے وقت اپنے سرین کو زمین سے نہ اٹھائے۔ جب ختم کرے تو اس طرح دعا مانگے کہ الٰہی بحرمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور برکت خواجگان چشت میری مشکل حل فرما۔

وظیفہ واسطے دفع شر ظالماں اور فساد مخالفاں کے

حضرت شمس الاقطاب واسطے دفع فساد ظالموں اور عداوت مخالفوں کے یوں ارشاد فرماتے تھے کہ فجر کے وقت ان سات آیات کو مسبعات عشرہ کے بعد سات سات مرتبہ پڑھا جائے انشاء اللہ تعالیٰ ظالموں اور دشمنوں کی شرارت سے نجات ہو جائے گی۔ آیات یہ ہیں جو پانچویں سیپارہ کے اخیر میں ہیں۔

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ۝ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝

برائے ادائے قرض

حضرت شمس الاقطاب ادائے قرض کے لیے ارشاد فرماتے تھے کہ یا وہاب کو فجر کی نماز کے بعد ستر مرتبہ روزانہ پڑھا جائے۔ اور اس طرح دعا مانگی جائے کہ خداوندا بطفیل حضرت سرور کائنات و بطفیل آنحضرت خلاصہ موجودات اور اصحاب و اہل بیت و بحرمت خواجگان چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے میرا خاتمہ بالخیر کر اور سلب ایمان سے امان بخش

اور دین و دنیا کی مشکلات اور قرض سے فارغ کرے۔

دیگر برائے دفع ادائے قرض

جو شخص اس دعاء کو ہر فرض کے بعد ایک سو مرتبہ پڑھتے رہے تھوڑے عرصہ میں اُس کا قرض ادا ہو جائے گا۔ اور اس کو کسی کی احتیاج نہ رہے گی۔ اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا رَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَنْ مَّنْ سِوَاکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ؕ

برائے خلاصی محبوس

مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ اس کو قیدی جس واسطے ہیں ہزار بار پڑھے اور خداوند تعالیٰ سے بعجز و نیاز دعا مانگے۔ بفضلہ تعالیٰ قید سے رہا ہو جائے گا۔

برائے شفائے ہر مرض

آنجناب ارشاد فرماتے تھے کہ ان آیات کو بمعہ فاتحہ لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالا جائے۔ اگر دھو کر پلایا جائے اور پڑھ کر دم کیا جائے تاکہ دفع مرض کے لیے بہت مفید ہے۔ یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَاءٌ یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ؕ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ؕ قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّشِفَاءٌ ؕ بفضلہ تعالیٰ مریض شفایاب ہو جائے گا۔

برائے دفع امراض چشم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اُرْقِیْکَ ؕ ان کلمات کو لکھ کر پانی میں حل کر کے مریض کو پلایا جائے آنکھ کا ہر درد اور ہر مرض بفضلہ تعالیٰ دور ہو جائے گا۔

برائے اُلفت قلوب بروز جمعہ کی آدھی رات کو بہ طہارت کامل اس آیت کو تیس

بار پڑھنا بائے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ آخر میں ہر بار کہے اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ وَحَسْبِيْ عَلٰى فُلَانَ ابْنِ فُلَانَةٍ أَوْ فُلَانَةٍ بِنْتِ فُلَانَةٍ اَعْطِفْ قَلْبَهُ أَوْ قَلْبَهَا عَلَيَّ وَذَلِّلْهُ أَوْ ذَلِّلْهَا وَذَلِّلْ اللّٰهَ يُعْطِفُ قَلْبَهُ أَوْ قَلْبَهَا حُبَّهُ أَوْ يُذَلِّلُهَا۔

دیگر برائے اُلفتِ قلوب

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

برائے روائے حاجات دنیوی

حاجت برآری کے لیے ستر مرتبہ اس دعا کو رات کے وقت روبقبلہ بیٹھ کر پڑھا کرے۔ یَا شَفِیْقُ یَا رَفِیْقُ نَجِّنِیْ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ۔

دیگر برائے حاجت روائی

حاجات برآری کے لیے اس دعا کو تین سو مرتبہ پڑھے انشاء اللہ حاجت روا ہوگی۔ یَا حَیُّ یَا حَلِیْمُ یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ اس سخت کام کو آسان کر بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

برائے فتوحات

ہر صبح کو تین مرتبہ پڑھے اَللّٰهُمَّ بِسْمِكَ اَصْبَحْتُ وَبِكَرَمِكَ تَمَنَّيْتُ وَبِنُوْرِكَ قُدِّسْتُ اهْتَدَيْتُ وَبِفَضْلِكَ اسْتَغْنَيْتُ وَاَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ اس دعا کو علی الدوام روزمرہ پڑھا جائے اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بڑے برکات اور فوائد دینی و دنیوی میسر ہوں گے۔ حضور دل سے پڑھ کر دعا مانگا کرے۔

ذکر دربان خلفائے کرام حضرت شمس دوران علیہ الغفران

بیشتر بودند خلفایان آں شمس زماں — فیض اوشاں منتشر گردید اندر ہر کراں
نام ہا ہشت کسی معروف را بنوشتہ ام — بیخبر ہستم زنام و اسم ہائے دیگراں

حضرت شمس دوران کے خلفاء کرام بے پایاں ہیں مگر اُن میں سے پینتیس ۳۵ صاحبوں کے
نام جن کا راقم کو علم ہے۔ بصحت تمام ارقام کئے جاتے ہیں۔ منجملہ ازاں تین صاحبزادگان صاحبان
عالی شان ہیں۔ قائم مقام حضرت شمس العارفین خواجہ محمد الدین سجادہ نشین صاحب فضائل وکمالات
آگین صاحبزادہ فضل الدین صاحب معارف وحقائق آئین صاحبزادہ شجاع الدین صاحب۔ اور پانچ
خلفائے عظام بہ نسبت دیگر خلفائے زمان زیادہ تر فیض رسان عالمیان اور برگزیدہ فضلائے جہان
ہیں۔ کرامت و عظمت پناہ حضرت غلام حیدر شاہ صاحب ساکن جلال پور شریف۔ عوارف و شمائل
دستگاہ حضرت مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ شریف۔ قدوۃ العاشقین مولوی فضل الدین
صاحب ساکن چاچڑ تحصیل شاہ پور۔ زبدۃ السالکین مولوی معظم الدین صاحب ساکن مرولہ والہ
تحصیل بھیرہ۔ برگزیدہ صادقین مولوی محمد امین صاحب ساکن چکوڑی ضلع گجرات۔ مگر ان میں سے
جناب شاہ صاحب جلال پوری۔ و حضرت پیر صاحب گولڑوی کرامات اور کمالات میں مستثنےٰ
ہیں اور خلق کی ہدایت و افادت کے سبب مقتدا ہیں۔ باقی ستائیس ۲۷ صاحبان روشن ضمیر کے
اسماء حسب ذیل تحریر کئے جاتے ہیں۔ مقبول بارگاہ جمیل شیخ عبد الجلیل صاحب ساکن موضع شیخ جلیل
صاحب تحصیل شاہ پور۔ جو ابتداء سے اخیر عمر تک حضرت شمس منیر کی خدمت میں اقامت پذیر
رہے اور ۲۵ ماہ جمادی الآخر سنہ [illegible] کو بتقدیر قادر قدیر جنت بریں میں راحت گزین ہوئے
جناب مولوی حفیظ [illegible] صاحب سید محمد شاہ صاحب غزنوی ساکن کٹا وارہ علاقہ یوسف خیل ملک
خراسان۔ سید اکبر شاہ صاحب ساکن ستانہ کے علاقہ رسوں نگر۔ سید نوبہار شاہ صاحب ساکن
سنجر ضلع ڈیرہ غازی خان۔ سید حسن شاہ صاحب سنجر ضلع ڈیرہ غازی خان۔ سید صالح شاہ صاحب
ساکن ستان پور ضلع جھنگ۔ مگر اخیر عمر میں حضور کی [illegible] نعمت [illegible]
سے سلب ہو گئی۔ میاں پیر بخش صاحب قریشی ساکن خواجہ آباد ضلع میانوالی۔ سید [illegible]
شاہ صاحب ساکن [illegible] ضلع میانوالی۔ میاں [illegible] صاحب ساکن [illegible] مولوی
سلطان محمود صاحب [illegible] ساکن [illegible] تحصیل خوشاب۔ مولوی محمد امین صاحب [illegible] ساکن [illegible]
میانوالی۔ [illegible] صاحب [illegible] ساکن [illegible]۔ سید حیات شاہ صاحب [illegible]
مولوی [illegible] صاحب ساکن [illegible] تحصیل خوشاب۔ سید رستم علی شاہ ساکن علاقہ پنجگشہ

در همه عرف عالم فیض آں — منتشر گشته به هر پیر و جواں
بود در اوصاف چوں شمس منیر — از رہ الطاف شد آفاق گیر
زبدہ الابرار عارف نونہال — شد معطر نفحتے زاں پر کمال
نیک منظر صاحب حسن و جمال — بر روانش باد رحمت ذوالجلال

آپ کی سکونت موضع جلال پور کیکناں ضلع جہلم میں ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید
محمد شاہ کرم عشر ہے۔ اور آپ کی نسب چند پشت سے سید العارفین مخدوم جلال الدین صاحب
بخاری سے ملتی ہے۔ اور زبدۃ السالکین حضرت شمس العارفین سیالوی کے خلفاء اولین سے ہیں۔ ایسے
صادق یقین اور نیاز مند تھے کہ ابتداء سے انتہا تک تمام عمر میں اس عالی قدر نے سیال شریف
کی زمین پر بہ ادب تریں کبھی قدم تن میں نعلین نہیں اور نہ کبھی اپنے مرشد فیض رساں کے مکان میں
چارپائی پر آرام فرمایا۔ ابتدا میں جتنے ایام حضور کے آستان پر قیام فرماتے تھے۔ لنگر کے کام میں
محبت اور ہمت سے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ اور مکانات کی تیاری اور سپاہی کے لیے گارا
اور کیچڑ سر پر اٹھاتے تھے۔ اور لنگر کے تمام کام کو دل و جان سے سعادت جاوداں سمجھتے تھے۔
جب وہ مجمع معارف آگاہ سید غلام شاہ مہر پروانوں کے ہمراہ حضرت کی خدمت حاضر
ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے تو ایک درویش خیر اندیش نے عرض کیا۔ عالی جاہ یہ سیدزادہ
خوبصورت اور نیک سیرت بڑا شاغل ہے آپ نے فرمایا کہ واقعی یہ درویش صاحب دل
خلافت کے قابل ہے۔ بعدہ حضور فیض گنجور نے عنایت موفورہ سے ان کے حال پر کرم کمال فرما
مدت قلیل میں منزل تکمیل کو پہنچایا۔ اور نعمت باطنی سے سرفراز اور ممتاز کر کے خلافت سے
مزین فرمایا۔ پس ہزاراں ہزار بندگان خدا آپ کے فیضان سے عارف ہوئے۔ درسہ با
طالبان آپ کے احسان سے ذوق احترام ہوئے کشف و کرامات میں جنید تھے۔ متوکل
و شاکر۔ ذات تقدیر تھے تمام نفس و قوی میں شمس الانوار کے پیرو کار اور تابعدار بازن
تھے۔ عقیدت اور محبت سے مجنون وار حضرت کے راستے پر جان نثار تھے۔ آنحضرت خواجہ
نور شاہ صاحب کی عزت بے اندازہ فرماتے تھے۔ چنانچہ جب مذکورہ زندگی کے وقت آنحضور سے
رخصت ہوتے تھے تو حضرت خود قدر اپنے مسند سے اٹھ کر شہر سے باہر تک ان کے ساتھ تشریف

ے جاتے تھے ۔ اور بڑی توجہ اور عنایات سے رخصت فرما کر واپس تشریف لاتے تھے ۔ مگر شاہ صاحب بہت دیر تک وہاں پیچھے دست بستہ کھڑے رہتے تھے ۔ آپ کا شگفتہ جناب کے شگر کے مطابق تھا ۔ اور آپ کا اشتغال حضور کے اشغال کے موافق تھا ۔ شہ بیعت کی متابعت میں نہایت ثابت قدم تھے ۔ فیض بخشی اور فیاضی میں بحر کرم تھے ۔ آخر جب بمشیت سرمدی آں مقبول ایزدی کو داعی اجل نے بلایا ۔ تو لبیک سے ان کی روح پرفتوح قالب عنصری سے بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ کو پرواز کر کے جنت الفردوس میں سرفراز ہوا ۔

ذکر جناب معارف ایاب زبدۂ خاندان مصطفوی قدوۂ دودمان مرتضوی بحر علوم ظاہری و باطنی برگزیدۂ خاندان قادری حضرت مہر علی شاہ صاحب گولڑوی دام اللہ تعالیٰ برکاتہم الیٰ یوم الدین آمین

مقتدائے سالکان و کاملاں ۔ دستگیر بیکسان و عاجزاں
قرۃ العینین سرور انبیاء ۔ وارث حسنین فخر اصفیاء
زینت ۔۔۔ ۔ نازنین بارگاہ مرتضےٰ
کامل غواص بحر معرفت ۔ افضل شاہباز اوج منزلت
معدنِ علم خفی وہم جلی ۔ حضرت مہر علی شاہ ولی
از کمالش گشت شورے درجہاں ۔ شد چو مقناطیس درجذب دلاں
فاضلانِ دین غلام درگہش ۔ سرفرازان دینِ خدا در رہش
جن و انساں طالب دیدار او ۔ گشت روشن عالم از انوار او
در کمالات و کرامت بے نظیر ۔ مثل جدّ شاہ جیلاں دستگیر
فیض او چوں منتشر شد در بسیط ۔ گشت ہر اطراف عالم را محیط
غیر مذہب کجرواں از ہر دیار ۔ گشتہ اندر پیش علمش شرمسار

گر نبودے ذات آں دریں زماں — تیرہ گردیدے جہاں از گمرہاں

نسب او از پشت بیست و چار ہیں — میرسد با دستگیر محی الدین

از طفیل حرمت خیر البشر — باد فیض خلائق تا حشر

آپ کا مولد و مسکن مقام گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی ہے۔ آپ عظمت پناہ سید نذیر الدین شاہ صاحب کے خلف رشید ہیں۔ آپ کا نسب نامہ منتسب چھبیسویں پشت پشت سے محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی سے ملتی ہے چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب بن سید نذیر الدین شاہ بن سید غلام شاہ بن سید اسعد اللہ شاہ بن سید فخر الدین بن سید احسان اللہ شاہ بن سید [illegible] شاہ بن سید جمال [illegible] بن سید محمد [illegible] الدین بن سید ابو محمد بن سید میراں شاہ محمد کلاں بن میراں شاہ قادر قمیص بن سید شاہ [illegible] بن سید تاج الدین بن سید بہاء الدین بن سید جلال الدین بن سید داؤد بن سید علی بن سید ابو صالح نصر بن سید عبد الرزاق بن حضرت محبوب سبحانی میراں محی الدین عبد القادر جیلانی۔ آپ کی والدہ ماجدہ پیران شاہ مقیم حجروی کی اولاد سے ہیں۔ اور آپ کی نانی صاحبہ حضرت مخدوم جلال الدین اوچ والوں میں سے ہیں۔ رحمت اللہ علیہم اجمعین۔ علوم ظاہری اور باطنی میں بحر بے پایاں ہیں حقائق اور معارف میں دریائے عمان ہیں۔ علماء متبحرین اور فضلاء محققین آپ کے علوم سے خوشہ چین ہیں غائبین اور سالکین آپ کے فیضان سے بہرہ گزیں ہیں۔ سنا گیا ہے کہ جب پہلے بار وہ استفادہ حضرت شمس [illegible] صاحب کی جناب میں وہ زیارت سے شرف یاب ہوئے تو وحدت وجود کا مسئلہ بات کی۔ اور صراحت سے استفسار کیا۔ اور جناب نے ان کے سوالات اور دلائل کا ممکن جواب دیا جس سے ان کو یقین و ثوق اور تسکین حاصل ہوئی۔ اور دل میں خیال کیا کہ یہ حضرت کمال بیشک شیخ کامل و عارف اکمل ہیں۔ مگر چونکہ ان کو قادریہ سلسلہ میں بیعت کرنے کا شوق اور رغبت زیادہ تھی۔ اس سے دل میں گذرا کہ حیف اگر یہ قادری شیخ ہوتے تو ہم مرید و معتقد ہو جاتے تو اس محبوب ربانی نے کشف باطنی سے فرمایا کہ شیخ حضرت سے چاروں سلسلوں کی اجازت ہے جو شخص قادریہ سلسلہ میں بیعت کرنی چاہے اس کو اسی سلسلہ میں بیعت کیا جاتا ہے۔ تب ان کے دل سے سب خطرات و شبہات دور ہوئے۔ اور ایک دم بیعت

اور محبت موفورِ حضور کی بیعت سے مشرف اور مسرور ہوئے۔ بعدہٗ آں ذاتِ بابرکات نے
اُن کے حالِ زار پر عنایات بے غایات سے توجہ فرمایا اور تھوڑی مدت میں کمال شفقت سے
منزلِ مقصود کو پہنچایا۔ پھر آخرین اوقات میں بڑی توجہات سے خلافت کا خلعت پہنایا۔ اور
نعمت باطنی اور گنج مخفی سے سرفراز اور ممتاز فرمایا۔ بیت

معدنِ انوارِ مہرِ عالمین　　　آخر آمد گشت فخر الاولین

ابتدائے زمانہ میں اس یگانہ نے علم عربیہ کا درس پڑھایا۔ اور صدہا طلبا کو علوم دینیہ
سے فیض پہنچایا۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے بیت اللہ شریف کا حج کر
کے مدینہ طیبہ میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ اُن مقامات متبرکات میں بہت لوگ بہ نہایت شوق
آپ کی بیعت سے مستفیض اور مستفید ہوئے۔ اور راستہ میں بھی ہزاراں ہزار بندگان کردگار
آپ کے فیضان سے کامران ہو گئے۔ آپ کی ذات مصدر فیوضات جہان میں ایک اعلیٰ نشان
ہے جس سے تمام غیر مذاہب کجرواں اور غیر مقلدان ترساں اور لرزاں ہیں۔ ہزاراں غیبت
زدگان افسردہ جان کو آپ نے کرمِ فراواں سے منزلِ مراد پر پہنچایا۔ بیکراں مردہ دلوں کو
باطنی فیض سے زندہ دل بنایا۔ آپ کے کشف اور کرامات بے غایات ہیں۔ اخلاق اور
اشفاق میں بے نہایات ہیں۔ مجمع اوصاف خیرالانام ہیں۔ متصف بصفات پیران عظام ہیں
ہر وقت خدا کی یاد اور ورد اوراد میں مشغول ہیں۔ اور رات دن خلقت کی ہدایت و ارشاد
میں مصروف ہیں۔ آپ کی چشم خمار ایسی اثردار ہے۔ کہ اُس کی مست نگاہ سے صدہا کے روح
بدردِ عشق بیمار و گرفتار ہو رہے ہیں۔ اور اکثر مردمان بے سروسامان آپ کی نظرِ عطوفت ثمر
سے مراد دلی کو کامگار ہو گئے ہیں۔ روزمرہ صدہا لوگ جوق در جوق ہو کر ہر کران سے آپ کے آستان
پر آتے جاتے ہیں اور آپ کے الطاف اور اعطاف سے فیض پاتے ہیں۔ اکثر علماء فضلاء اور
فضلاء اکابر جو تعلیم و تفہیم حقائق اور دقائق علوم تصوف اور معارف کے لیے آنحضرت
کی خدمت میں آکر مقیم ہوئے ہیں۔ آپ ان کو بہ نظرِ رحمت بڑی وضاحت اور فصاحت سے
ایک وقت سبق پڑھاتے ہیں۔ اور بہت علماء اور صوفیا محض بغرض سماعت اور استفادت
اس اجلاس میں جناب کے پاس آ بیٹھتے ہیں۔ اور تصوفات کے معانی و رموزات نہانی سے

دیر تک بیقرار رہے۔ چونکہ اس وقت ضعف کی حالت سے آپ کی سماعت کی طاقت
کم ہوگئی تھی۔ اس لیے آپ لوگوں کی بات وضاحت کے ساتھ نہیں سن سکتے تھے۔ بنابریں کئی
مردمان حاجات کے لیے عرضیاں لکھ کر پیش کرتے تھے اور آنجناب ان کے جواب بالعموم
اشارہ سے فرماتے تھے۔ اس وقت صاحبزادہ وصی الدین صاحب نے بھی وظیفہ کی نسبت عرضیہ
ملاحظہ کرایا۔ آپ نے تھوڑا سا چپ چاپ ہو کر فرمایا کہ تم کو تیرے سب بیٹوں کو میری جانب سے
تمام وظائف کی اجازت ہے۔ پھر ۲۲ صفر کو مولوی مظفر الدین صاحب مرحوم نے حضرت والا
صاحبان کی حسب مرضی ایک عرضی پیش کی جس سے استدعا اور التجا یہ تھی کہ چونکہ اس دربار پر
ہزاراں ہزار خادموں اور زائرین کی آمد و رفت ہے۔ اس لیے ان لوگوں کی خدمت گذاری
اور ہدایت و ارشاد کی منصب برداری کے واسطے اس آستانہ پر کوئی آپ کا قائم مقام ہونا ضروری
ہے۔ بنابریں تمام بندگان جناب کے فیضان پر امیدوار ہیں کہ براہ شفقت کریمانہ کسی صاحبزادہ
پر نظر مربیانہ مبذول فرمائی جاوے۔ اور خلافت کی مسند پر قیام سے مشرف فرمایا جائے تاکہ
آپ کی توجہ موجہ سے فیض عام اس مکان پر مدام جاری رہے۔ آں جناب نے اس عریضہ کو پڑھ
کر اور بڑے نیاز سے منہ پھیر کر کارسازی کی بارگاہ میں استدعا کی۔ اور زبان فیض ترجمان سے کوئی
بات فرمائی مگر کسی کی سمجھ میں نہ آئی پھر دوسرے دن بوقت غروب آفتاب آنجناب نے فرمایا
کہ آج کون تاریخ اور کون رات ہے۔ عرض کیا گیا کہ ماہ صفر کی چوبیسویں اور جمعہ کی رات ہے
پس آپ چپ چاپ ہو کر قلبی شغل میں مصروف ہوئے اور سب حاضرین سے منہ پھیر کر ذکر باطنی
میں مشغول ہو گئے۔ اخیر رات کو بڑی احتیاط سے بار بار وقت کا استفسار فرماتے تھے۔ گویا کہ
رحلت کے وقت کی انتظار فرما رہے تھے۔ بامداد کے وقت جب آنجناب شروع سے نماز
ادا کرکے اپنے اشغال میں شاغل ہوئے۔ تو ناگاہ آپ کے چہرہ درخشاں پر انتقال
کے نشانات عیاں ہونے لگے۔ اور جسم نورانی پر رنگ ہائے زعفرانی اور آثار عدم روحانی پیدا
ہو رہے۔ تمام حاضرین اور منتسبین کی جان سے درد کی فغاں برپا ہوئی۔ اور نعرہ نالہ
فریاد سب حجاب افلاک تک جا پہنچا۔ آخر روز پنجشنبہ آپ کا جسد روحانی عالم
فانی سے فردوس جاودانی کو رحلت پذیر ہوا اور قرب ربانی میں بڑی عزت اور شادمانی سے رہ گئے۔

آخر نماز ظہر کے بعد جمعہ کے روز چوبیسویں ماہ صفر ۱۳۱۷ھ ہجری شمس العارفین کو صندوق چوبین میں رکھکر کے تدفین کیا گیا۔

غزل فراقیہ

شمس چون محجوب شد گردید ظلمت در جہان | از درون ہر کسے آمد برون آہ و فغان
ارض ہم با حسرت و غم خاک بر سر خود فگند | وز غمش پوشید جامہ نیلگونی آسمان
ہر یکے گردید نالان اوفتاد با درد دل | شور گردیدہ بعالم شد قیامت در جہان
نالۂ پر درد دوران رفت بالا تا فلک | اوفتادہ زلزلہ از فرقتش در ہر کران
خادمان شمس او در چہ پرسی حالتے | جان بریان چشم گریان شکل چون افسردگان
اشک ریزاں کاک و نادو ز منشی پرانم | بعد زان طاقت نماندش در سرایدن بیان

تواریخ سال انتقال پر ملال مقتدائے کاملین حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ رب العالمین از غلام فرید عباسی لاہوری مرگوی

در گلستان خاندان چشت | ہمچو گل بود خواجہ شمس الدین
گفت سالش فرید عباسی | صبح گل بود خواجہ شمس الدین

دیگر

آن شمس دین محمد کہ چو یکتاء عہد بود | ز تو فن تا بقاف عیان شد جمال او
ذاتش سہیل بود کہ براوج ہند تافت | پر نور شد جہان ز شعاع کمال او
آن ذات بیمثال کہ در پردہ جائے داشت | یکسر ظہور کرد برنگ وشان او
شاہ غریب پرور و عاجز نواز بود | خلق عظیم داشت چہ گوئم خصال او
مثلش یگانہ بود تو در چہ خبر ۱۲۰۲ سے | شمس نبی کشور دینی وصال او ۱۳۰۰

صبغراد شیخ صاحب ساکن چک عمر

منذ غبت شمسنا حتی توارت بالحجاب | لیلنا لیل طویل یومنا یوم الحساب

(کیفیت عجیبہ)

اُس رات پُر برکات میں کئی عجائبات و غرائبات عالم میں ظاہر ہوئے۔ ایک تو یہ کہ صاحبزادہ عبد القادر صاحب صادق الاخبار نے بیان کیا کہ محمد بخش صاحب نذر بردار کی زبانی ظاہر کیا کہ آپ نے کسی وقت اُس رات بابرکات میں نیاز محمد درویش خیر اندیش کو فرمایا کہ باہر جا کر دیکھو تو کیا وقت ہے۔ اُس نے آسمان کی طرف دھیان کر کے بیان کیا کہ عالی جاہ سبز رنگ کے پرندوں کا ایک بڑا سا غول جو تعداد میں بے شمار ہیں محل کے اوپر اور آس پاس بالا ہی پرواز کر رہے ہیں جن کی شدت سے ستاروں کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ اس سبب سے وقت کا کچھ پتہ نہیں مل سکتا۔ آپ نے اس کی بات پر سکوت فرمایا۔ اور بعد ازاں کوئی ذکر زیادہ استفسار نہ کیا۔ پس انتقال کے بعد ایک صاحب حال نے یہ احوال سُن کر کہا کہ اُس رات پر جنات میں شمس منور کے وصال پر مامور و ملائک بہ کمال برق زینت اور بہ صلوات عاشقوں کی شکل میں جناب کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ اور آپ کی روح اقدس کو متبرک حال میں لے گئے

(ذکر تدفین)

جناب کی مزار خاص دربار پر اُسی جگہ ہے جہاں عبادت کا شغل فرماتے تھے۔ تیار کی گئی۔ اور غسل کے بعد مولوی محمد حسین صاحب مولوی نے بمعیت ہزاران مسلمین صالحین جنازہ کی نماز پڑھائی۔ سب صاحب مردان و زنان اس ذات حمیدہ صفات کی زیارت کرتے رہتے اور جناب کے برکات و تجلیات سے مستفید ہوتے رہتے۔ اس حالت وقت تک میاں محمد بندوا قوال دہیرہ قوال غزلیات فراقیہ اور ابیات ہجریہ بڑے درد و سوز سے گاتے رہتے۔

غزل

برفت آں ماہ پارہ روں زدست صد ہوس ماندہ	غم ہجراں و یاد آں شیریں ترنفس ماندہ
مرا ز مہ تصداں عمر داری دریں صحبت نہ	کہ باصد پارہ دل بیچارہ دور از ہوس ماندہ
بہ امیدیکہ آید آں مہ مجلس نشین روزے	جہاں را چشم بر راہ و گوش بر بانگ جرس ماندہ
بیجز و بکشون گل رفتہ بہ عشرت خانہ دہر را	چہ غم گر بلبل شیدا گرفتار قفس ماندہ
بگوہت چوں نہ ماند ہیچ مرغان چمن جانی	کہ آں آتش جہاں شمع شاداں رفتہ و خس ماندہ

دیگر

جہاں را چو مختار بد بے گمان — بتاریخ مختار شد در جہان

۱۲۶۱ — ۵۹

دیگر

بتاریخ در ہند مختار بود — بہ پنجاب مختار دلدار بود

۱۲۶۱ — ۵۹ — ۱۲۶۱ — ۵۸ — ۱

دیگر

غرق شد تاریخ از افراط غم — یعنی در بحر حقیقت کالعدم

۱۳۰۰ — ۱

دیگر

خُد بتاریخ امرش از لطف خداست — گیر وصلم چونکہ عشق من تراست

دیگر

غم ربائے دیدہ دل بود تا وقت حیات — غم ربائے دیدہ دل گشت تاریخ وفات

۱ — ۱۲۴۳ — ۲۳ — ۳۴

دیگر

غفارہ جواد چو تاریخ شد پدید — جانش بہ فیض رحمت حق باشد چشید

۱۲۶۶ — ۲

دیگر

غریب نواز بود چو تاریخ حشر تش — با حبیب پاک گشت مشرف بخلد تش

۱۲۶۷ — ۳۳

دیگر

چو مرہم نہ ریش دل ریش بود — خلیل و علی بہر درویش بود

۱ — ۷۰۰ — ۱۱۰ — ۵۲۰

دیگر

چو آں گوہر نور در نور سفت — خرد نقش خورشید تاریخ گفت

دیگر

شادی و خوشی و تندرستی — تاریخ بہ سر برید گفتند

۳۰۰ — ۹۰۰ — ۴۰۰

دیگر

داخل الخلد گشت تاریخش — گفت رضوان بخلد تعریفش

۶۲۵ — ۶۶۵

بہر تاریخ وفاتش گفت زود — دیگر — بہ اقلیم کہ شمس اوج فیض بود

۶۰۰ — ۱۰ — ۱۹۰

دیگر

چو آں خیر البشر رحلت گزیں شد — ازاں تاریخ صد افسوس درماند

دیگر

وضعنا عنک دراثٔ شد خیالش — کہ تاریخ از ستار و غفار
۹۲۷ ۱۴۰ ۲۳۳

دیگر

چو آں شمس الہدائت گشت محجوب — بتاریخش نمودم بس تشتت
برآمد آور از دنیا بجنت — بجائے او خدایاں شد بجنت
۴۵ ۲ ۴۵۳ — ۸۹۲

دیگر

چراغ خاندان چشتیاں بود — مہ تاباں و خورشید جہاں بود
پے سن وصال آں مکرم — خرد گفتہ کہ مخدومِ جہاں گو
بدیگر بار چوں کردم تقاضا — بگفتند کاشف راز خفیا
بہ سیوم باہمن کردار شاد — کہ زیبائی و جہ باغ ارشاد
چو چارم بار استغفار بنمود — بگفتہ مہ جہاں خورشید دیں بود

بعد وصال حضرت شمس العارفین بر سجادہ طریقت نشستن حضرت خواجہ محمد الدین

بعد حضرت خواجہ شمس العارفین — شد محمد الدین صاحب جا نشین
عارف و درویش پرور با نیاز — کامل و بے نفس بس مہمان نواز
شارب شرب معارف از ازل — ناظر و منظور ذاتِ لم یزل
کاشفِ سرِ رموزِ عارفان — منتہی راہ و سلوکِ سالکان
صاحبِ اخلاق زاہد بے ریا — زندہ دل ہم مشتغل در کار ہا
باطناً شاغل بُدے در ذکرِ حق — ظاہراً مشغول بودے با خلق

فیض بخش و رحم دل حاجت روا — شد ہزاران گمرہان را رہنما

ساختہ بیعت بہ او خلقِ کثیر — بہرہ ور فیضش شدہ میر و فقیر

روضۂ حضرت کہ ہست این خوشنما — از غلوِ ہمتش گشتہ بناء

چار پسر انش شدند در خاندان — در حیاتِ خویش آن شاہِ زمن

محو ضیاء الدین را کردش مجاز — جانشین خود بہ امرِ کارساز

مظہرِ حق بودہ اش میلاد سال — سال ہائے عمر آن گشتہ جمل

نقلش شد بہ ہنگامِ انتشار — خلق نالاں گشت چوں ابرِ بہار

رحمت و غفرانِ ربُّ العالمین — بر روانش باد با فضلِ متین

آپ صورت اور سیرت میں شمس منیر کی تصویر تھے۔ فصاحت اور بلاغت میں خوش تقریر بے نظیر تھے۔ شریعت و طریقت پر ثابت قدم۔ سخاوت و مروت میں بحرِ کرم۔ علوم ظاہری اور باطنی میں باکمال۔ حقائق اور معارف میں بے مثال۔ جب حضرت شمس الدین علیہ الغفران کے چہلم کے بعد تونسہ شریف میں تشریف لے گئے۔ تو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب سجادہ نشین نے بکمال عنایت اور شفقت خلافت کا خرقہ جناب کو پہنایا اور نعمت باطنی سے مشرف اور مزین فرما کر سجادہ طریقت پر بٹھایا۔ پھر آپ نے شمس دوران کی آستان پر بیٹھ کر جہان میں فیضان کا دریا بہایا۔ ہزاروں تشنگان پراگندہ حال کو رحمت کے زلال سے خوشحال کیا اور بیکران مفلسان بے سر و سامان کو نعمت فراوان سے مالا مال کر دیا۔ ہزاروں طالب پایاں آپ کے بیعت سے ممتاز ہوئے۔ بہت سالکان آپ کے فیضان سے خلافت کے مجاز ہوئے۔ لنگر کے ضروریات میں دریا دلی سے اخراجات کرتے تھے۔ مساکینوں اور مسافروں کی خدمت بڑی فراخدلی سے فرماتے تھے۔ فراست اور ریاضت میں برگزیدہ آفاق تھے۔ اکثر خویشوں اور پیر بھائیوں کی شادی غمی پر بذاتِ بابرکت خود تشریف لے جاتے تھے۔ اور ان لوگوں کو کرم و مروت سے معزز اور سرفراز فرماتے تھے۔ چنانچہ اس کی نسبت کسی شخص نے تونسہ شریف کے ... کی خدمت قبلہ عالمین خواجہ اللہ بخش صاحب علیہ الرحمۃ میں ایک عریضہ گذارش کیا تھا کہ حضرت سجادہ نشین ... کی شادی غمی کے موقعوں پر چلے جاتے ہیں ... وغیرہ

نجات کے دیہات میں نذرانے خود جاتے ہیں جس سے بہت اشخاص اعتراض کرتے ہیں کہ یہ
کام ان کے شایان نہیں۔ اس لیے گذارش کہ چونکہ آنحضور فیض گنجور ان کے پیر صاحب
توقیر ہیں تو ان کو اس عادت سے ممانعت فرمائی جائے۔ پس آں فیاض زمان نے جوابی ارقام
فرمایا کہ اے کوئی شخص خداوند تجھے ہدایت مند کرے، وہ تو دین بزرگوں کی مطابقت و سیدنا
کی متابعت کر رہا ہے۔ اس کو تو اس کام میں کوئی کسرِ شان نہیں۔ بلکہ تیرے حق میں نقصان ہے
جو تو نے بخیال خود اتہام لگایا ہے۔ اب تجھے مناسب اور واجب ہے۔ اگر تو اس کے والد
ماجد کا مرید ہے تو پھر بیعت کی تجدید کر۔ اور اس خیال کو دل سے نکال کر توبہ کر۔ آپ کی ذات
منبعِ حسنات سے کشف اور کرامات بے نہایت ظہور پذیر ہوئے۔ آپ کی ہمت اور تصرفات
سے لنگر کے بہت مکانات تعمیر ہوئے۔ شمس الانوار کا روضہ شاندار پُرنقش نگار بصرف ہزاراں
ہزار آپ نے ہی تیار کرایا۔ وہ درود تا نب العزیز ذوب درمیں خانہ بعمارت شاہانہ حضور کے
آستانہ پر آپ نے ہی بنوایا۔ اور ایک بنگلہ عالی شان متصل آستانہ برائے تشریف افزائی بیرات
سخن مہ بخرچ کثیر تعمیر کرایا۔ درویشوں اور مسافروں کے قیام اور آرام کے لیے اس مکان پر
ایک کنواں کھدوایا۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمت والغفران کے خاندان گرام سے آپ
کی محبت فراواں اور عقیدت اور ضراعت بے پایاں تھی۔ ہر سال میں چندیں بار بڑے شوق
اور انکسار سے حاضر دربار ہوتے تھے۔ اور تمام صاحبزادگان صاحبان کی خدمت گذاری محبت اور
جان نثاری سے کرتے تھے۔ اخیر عمر میں جب بیماری و طوالت اور ضعف بصارت سے بہت
ضعیف اور نحیف ہو گئے تھے اور کجاوہ کی سواری کی تکلیف بھی برداشت نہ کر سکتے تھے تو اس
حالت پر ملالت میں بھی اپنے بدن بیمار کو چارپائی پر رکھو کر چہ کے دربار پر حاضر ہوتے تھے
اور حضور کے آستان پر جان بریاں گوشت تازہ قربان کرتے تھے۔ عشق الٰہی کے آتش کے شعلے
ہر وقت آپ کے دل سے بھڑکتے تھے۔ اور گرم آنسوؤں کے قطرات قلق کے ساتھ دن رات
آنکھوں سے ٹپکتے تھے۔ جناب کی اولاد امجاد پانچ صاحبزادگان صاحبان ہیں۔ جو کہ بفضلہ سبحانہ
سب اہل علم و حافظ قرآن ہیں۔ بڑے خوب صاحبزادہ دین محمد صاحب سجادہ نشین ہیں کہ تاریخ پنجم
صاحبزادہ محمد یار صاحب مرحوم ہوئے۔ ان سے چھوٹے صاحبزادگان کے نام بعض ذیل اندر

کیے جاتے ہیں۔ اول صاحبزادہ صاحب محمد امین جو آں جناب کے وصال کے بعد ۲ ماہ
رمضان ۱۳۲۳ھ کو انتقال کر گئے۔ دوئم صاحبزادہ محمد ضیاء الدین صاحب۔ سیوم صاحبزادہ محمد عبداللہ
صاحب چہارم صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم وزاد حیاتہم الی یوم الدین آمین
ثم آمین۔ آپ نے ان چاروں صاحبزادوں کو بکوشش تمام قرآن حفظ کرایا اور علوم کی تعلیم میں
سعی بلیغ فرمایا۔ اور چھوٹی ہی عمر میں ان سب صاحبان کے بڑی عظمت اور شان سے بیاہ کرائے
چونکہ آپ غواص بحر عرفان اور برگزیدہ دانایان جہان تھے۔ بنا برآں اپنی حین حیات میں اُس
لقمان زمان نے سب حالات کو پہچان کر ان میں سے صاحبزادہ محمد ضیاء الدین کو جو بڑے
سے چھوٹے ہیں۔ اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور سب جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کو بموجب احکام شرع
سید الانام بہ چہار صاحبزادگان کے نام تقسیم کر کے سرکاری کاغذات میں اندراج کرا دیا۔ گویا پہلے ہی
آپ نے رفع تنازعات کے لیے سب معاملات کا تصفیہ فرما دیا۔ ناظرین اور سامعین کو واضح
ہو کہ آں ذات بابرکات کے کرامات بے نہایت جہاں میں عیاں ہوئے ہیں جن کا بیان اس
مختصر رسالہ میں کلی تعداد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس نظر سے بطور مشتے نمونہ خروارے کچھ تھوڑا سا تحریر
کیا جاتا ہے۔

کرامت

خادمان حضرت ثانی بردند در سفر　　نان پاکرده مهیا بهر پنجاه بشر
گشت مردم جمع بسیار گفت حضرت بخورند　　جملگان خوردند پس ده نان ماند بیشتر

میاں ملوک علی قریشی ساکن دہلے والے جو مدت بسیار حضرت ثانی رہ کے حضور میں خدمت
گذار اور کشف برور رہا ہے۔ اُس نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ آنحضرت
نے معہ پچاس ہمراہیوں پاکپٹن کے مکان سے لوٹ کر بارہ کوس کے فاصلہ پر جنگل بیابان
میں جو وہاں اُس جگہ پہ پانی کی ایک چھپڑی تھی قرار فرمایا۔ اور حکم دیا کہ یہیں جلد تر کھانا پکاؤ
اور سب آدمیوں کو کھلاؤ۔ خادموں کے پاس اس وقت صرف تین سیر آٹا اور آدھ پاؤ کا روغن اور
ایک روپیہ کی شکر موجود تھی جو کہ پچاس آدمیوں کے لیے کتنی ہو سکتی تھی۔ اسی وقت حضور کے فرمان
سے خدمتگاروں نے روٹی پکانی شروع کی۔ جو جو نان گرم شکر کے ذریعہ سے لوٹتے وہاں

پہنچتے تھے۔ حضرت رشید اُن سب کو تاکید مزید فرماتے تھے کہ یہاں ذرہ ٹھیرو۔ اور کچھ کھاؤ
اغرض دن کے ایک پہر سے لے کر ظہر تک ہم روٹی پکاتے اور مسافروں کو کھلاتے رہے جب
تمام راہگذران اور ہمراہیاں تخمیناً تین سو انسان کھانا کھا چکے تو باقی دس روٹیاں بچ رہیں تب
میں نے اس خدا کے مقبول کو جو وظیفہ میں مشغول تھے عرض کیا کہ خالی ہوا تمام آدمیان راہ رَو
اور سائرین خادمان نے کھانا کھا لیا ہے۔ اب آپ بھی تناول فرمایئے۔ تب اُس یگانہ زمانہ نے
کھانا کھایا۔ اور وہاں سے کوچ فرمایا۔

کرامت

اتفاقاً از سواری ریل آں عالی جناب — رفت در شہر چکوڑی بود مقصد تا خوشاب
بعد سیوم روز دیدہ ریلوی چوں ٹکٹ آں — بُد گذشتہ لفظ بر یک ٹکٹ خدام جناب

میاں غلام مرتضےٰ ساکن ساہیوال۔ اور میاں موک علی قریشی وغیرہ صاحبان صادق المقال
نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب ثانی مقبول زبانی گنج شکر کے آستانہ سے روانہ ہو کر لاہور
میں تشریف لائے اور وہاں سے نفس جناب کے لیے جو سجناب کے ہمرکاب تھے خوشاب تک گاڑی
کی سواری کے ٹکٹ لیے جب گجرات میں پہنچے تو جناب مولوی صاحب محمد امین چکوڑیالوں نے
جو بڑے صادق الاعتقاد اور راسخ الوداد تھے آنحضرت کی خدمت میں دعوت کی نسبت عرض
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب ہم یہاں نہیں ٹھہر سکتے کہ ٹکٹ ہمارے خوشاب تک ہیں جن کی میعاد
آج تک ہے۔ پھر مولوی صاحب نے بعقیدت خاص التماس کیا کہ فیاننا تمام صاحبان کے ٹکٹ
یہ غلام اپنے دام سے لے دیگا۔ لنگر کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ نقصان بھی مجھے
منظور نہیں۔ آخر مولوی صاحب نے بڑے اصرار اور تضرع بیشمار سے اُس ذوالاقتدار کو چکوڑی
میں لے گئے۔ در انثنائے زمان ان کے مکان پر دو دن قیام پذیر رہے جب وہاں سے تشریف
ازا ہو کر سٹیشن پر رونق آرا ہوئے۔ تو مولوی صاحب اپنے دام سے ٹکٹوں کے لیے کا اہتمام
کرنے لگے۔ جناب نے ارشاد فرمایا کہ جو ٹکٹ سابقہ ان اشخاص کے پاس ہیں اسٹیشن ماسٹر کو
دکھائے ہیں۔ شاید یہی کام آجائیں۔ سب حاضرین حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف نگراں
ہوئے کہ جب یہ ٹکٹیں زائد المیعاد ہوگئی ہیں۔ تو اب کس طرح کارآمد ہوسکتی ہیں لیکن میں نے

بتعمیل فرمان اُن سب آدمیوں سے ٹکٹیں لے کر اسٹیشن ماسٹر کے پاس گیا۔ اور ملاحظہ کرایا۔ وہ دیکھ کر متحیر ہو کر کہنے لگا۔ کہ یہ ٹکٹیں آئندہ دس ایام تک بھی سواری کے کام آسکتی ہیں جن پر تاریخ کا کوئی نشان نمایاں نہیں۔ سبحان اللہ اس بکس کے خیال سے فی الحال یک ٹکٹ سے تاریخ کا لفظ محو اور زائل ہو گیا۔ کوئی اور دوسرا ٹکٹ نہ لینا پڑا۔ نہیں ٹکٹوں کی بدولت خوشاب تک گاڑی پر تشریف لائے۔

کرامت

حضرت ثانی بروزے رفت بر شارخ شجر گفت خادم را مہارم گیر زیں دریا گذر
شد رواں ہم ہمراہانش در پے اش کردہ عبور آب ہر یک شخص را برسید تا ناف و کمر

میاں ملوک علی قریشی نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت فیض رسان بمعہ چندیں خادمان گاڑی کی سواری پر تونسہ شریف کو تشریف افزا ہوئے۔ اور کوٹ سلطان سے اُتر کر اُشتران کجاوہ دار پر سوار ہو کر دریا سندھ کی ایک چھوٹی گھاٹ پر جا پہنچے ہر طرف دھیان مارا۔ کوئی کشتی بان اس کراں پر موجود نہ پایا۔ چونکہ وہ وقت نصف النہار کا سخت تپش دار تھا۔ شدت گرما سے خادموں کا دل بہت گھبرایا تو اُس وقت آں پیشوا نے مجھے فرمایا کہ خدا کی توکل پر میرے اُونٹ کی مہار پکڑ کر اس دریا سے گذر۔ اُمید ہے کہ اس جگہ میں پانی چھوٹا ہوگا۔ اونٹ بڑی آسانی سے نکل جائے گا۔ فی الفور اس ناکسار نے حضور کی مہار پکڑ کر اور لنگوٹ مار کر دریا میں چل پڑا۔ جناب کی مہربانی سے وہ پانی میری کمر تک پہنچا پیچھے سب ہمراہیاں خورد و کلاں جو کنارے پر بیچارے کھڑے تھے۔ ہمیں دیکھ کر سب گذرنے لگے۔ خدا کی شان چھوٹے بڑے انسان کو کمر کے برابر ہی پانی آیا۔ کسی جان اور سامان کا نقصان نہ ہوا۔ جب سب مردمان اور اُشتران اس دامان سے گذر کر کندہی پر جا کھڑے ہوئے تو پیچھے ایک ہندو بیچارہ اس کنارہ پر آیا۔ اور ہمیں دیکھ کر اس جگہ سے گذرنے لگا۔ مگر پانی غرقاب تھا وہ گرداب میں جا پڑا۔ غوطے کھا کر بہت خراب اور بے تاب ہوا۔ آخر بصد خواری در لاچاری واپس کندھی پر جا لگا۔ خادمانِ متحیران نے عرض کیا عالی جاہا یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شاید طغیانی کا پانی اب پیچھے سے زیادہ آگیا ہوگا۔

کرامت

بود چاہے خادمِ حضرت نہایت تلخ تر — آمد و گفت حضرت را بآں چاہ بے گزند

بُرد در وے کلوخ شہنشہ آلودہ فگند — آب وے شیریں شدہ از برکت عالی قدر

ملک اللہ داد راجپوت سائیں مونسے راجڑ نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب ثانی جنت کاشانی توسہ مقدسہ سے لوٹ کر جڑ کے شہر میں برائے فیض رسانی تشریف ارزانی فرمائی۔ خادمان عبودیت نشان نے بڑی خوشی منائی۔ پس وہاں سے جب چاچڑ شریف کو تشریف افزا ہوئے۔ اور دریا کے گذرگاہ پر جا کھڑے ہوئے تو اس خادم نے گذارش کی کہ عالی جاہا میں کنوئیں جدید کو جو عنقریب ہے۔ بندگان نے خرچ فراواں سے کھدوایا اور تیار کرایا ہے مگر شامت نفسانی سے اس کا پانی تلخ اور بیکار نکلا ہے۔ دعا فرمائی جائے۔ جو پروردگار کی مہربانی سے اس کا پانی میٹھا اور مزیدار ہو جائے۔ آپ نے اُسی وقت عنایت اور شفقت سے اُس چاہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ اور پیشاب کا بٹہ جو تنقیہ سے آپ کے ہاتھ میں تھا۔ فی الحال اس میں ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اب اس کنوئیں سے کیچڑ نکالا جائے تاکہ اس کا پانی پاک و صاف ہو جائے۔ پھر بندگان نے حسب فرمان جب اس کو صاف کرایا تو بفضل ربانی اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔

کرامت

حضرت ثانی بیامد ناگہاں در منزلے — بود وقتِ نہار آنجا نہ بُد شخصے کسے

گفت حضرت ماشدیم امروز مہمانِ خدا — اندر آمد نان با آورد واحدے از وے

میاں ملوک جی قریشی نے بصدق زبان یوں بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب ثانی عارف یزدانی ایک دفعہ توسہ مقدسہ کے مکان سے روانہ ہوئے۔ اور کوٹ سلطان میں جا اُترے۔ وہاں سے گاڑی پر سوار ہو کر آپ نے ایک اشد ضرورت کے لیے بھیرہ جانے کا قصد فرمایا۔ جب مکوال کے پڑاؤ پر جا پہنچے تو وہاں گاڑی سے اُتر کر ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ کیونکہ تین گھنٹے کے بعد ایک اور گاڑی نے بھورے آنا تھا۔ اور اُس پر سوار ہو کر مسافروں نے بھیرہ کو جانا تھا۔ بنا برآں خادموں نے مجھے کہا کہ اب کھانا پکانے کا انتظام کیا جائے۔ میں نے کہا کہ اس مکان میں روٹی کا انتظام مشکل ہے۔ آج کھانا پینا معطل کر دیا جائے۔ یہ کہہ کر میں کہیں باہر چلا گیا پیچھے

حضرت بزرگوار نے استفسار فرمایا کہ آج کھانے پکانے کا کوئی تدارک کیا گیا ہے۔ خادموں نے عرض کیا کہ عالی جاہ! توکل علی نے منع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا خیر آج ہم بندگان سب خدا کے مہمان ہیں۔ سبحان اللہ تھوڑی ہی دیر گزری جو چند ہیں مرد ان بہت سا طعام لئے کہ جسے اخلاص سے اس رمز شناس کے پاس آئے اور آداب بے حساب بجا لائے۔ میں نے پوچھا۔ کہ حضرت عالی قدر کی تم کو کس نے خبر دی ہے۔ کہنے لگے کہ کسی شخص کا یہ ندا ہمارے کانوں میں پڑا ہے۔ کہ حضرت عالی جاہا اس درخت کے نیچے رونق افزا ہیں جلد تر کھانا پکا کر وہاں لے جاؤ اور ان کو کھلاؤ۔ پس آں نیک زمان اور تمام ہمراہیوں نے کھانا کھایا اور ان آدمیوں کو رخصت فرمایا۔ چونکہ پہلے سے میرا دستور تھا کہ سفر دور میں اکثر اسٹیشنوں کے پڑ ڈیر مخلصوں اور محبوں کو حضور انور کی تشریف آوری کی پہلے خبر دے دیتا تھا جس سبب سے پیر بھائیوں و دوستوں کا اسٹیشنوں پر اجتماع اور اژدحام ہو جاتا ہے۔ مگر اس خبر رسانی سے وہ عارف ربانی ہمیشہ مجھے ممانعت فرماتے تھے اور لوگوں پر تکلیف روا نہ رکھتے تھے۔ اس روز اپنے دل کے سوز سے میں نے عرض کیا کہ غریب نواز آج تو اس خادم نے کسی کو اعلام نہیں کیا۔ پھر آج یہ کس کے کہے سے آئے۔ اور کیوں طعام پکا لائے ہیں۔ فیاضا پیغام رساں تو خود آپ ہیں۔ خادم کو تو بموجب بدنام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس شان کے شایاں نہیں ہوں محض ذاتِ ربانی کی عنایت اور مہربانی ہے۔

کرامت

خادم دربار حضرت یکے امسے نمود	کرسرانجامیش مردے بیشتر خطرے نمود
نیک خادم کرد تعمیلے بہ فرمان جناب	پس ہماں شد آنچہ حضرت ز زباں فرمودہ بود

مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی جو سالک باکمال اور فاضل بے مثال تھے اور حضرت صاحب ثانی عارف ربانی سے خدمت کے مجاز اور عالم میں ممتاز تھے۔ انہوں نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ میں آنحضرتِ کی خدمت میں ایک کام کے انصرام کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران کی آستان پر جاؤ۔ اور اپنا حال سناؤ جاتے ہی اس قطب وقت کی عنایت سے کامیاب ہو جاؤ گے۔ میں نے گذارش کی کہ فدوی کی رخصت تھوڑی ہے۔ مد

سفر ہے۔ آپ نے بڑی توجہات کے ساتھ فرمایا کہ کوئی فکر کی بات نہیں، تم اپنے معین
دن پر رخصت کے ایام سے پہلے پہنچ جاؤ گے۔ فدوی با نیاز عرض پرداز ہوا کہ یہ خاکسار ابھی
جانے کو تیار ہے۔ تب حضور نے بہت مسرور ہو کر فرمایا کہ جلد ترنگ کے گھوڑے پر سوار ہو کر ابھی
ترنگ زئی میں جاؤ۔ اور وہاں حیات اللہ خاں افغان سے گھوڑا لے کر شام کے وقت گاڑی پر سوار
ہو جاؤ۔ انشاء اللہ الغفور کل کو دریائے سندھ سے عبور کر کے حضور میں حاضر ہو جاؤ گے
راستہ میں کوئی تکلیف نہ پاؤ گے۔ پس جناب کے ارشاد سے میں عصر کے وقت رخصت ہو کر بوقت
شام حیات اللہ خاں کے مکان پر گیا اور حضور کا فرمان بیان کیا۔ تو اس نے کہا کہ آج کی رات گاڑی
پر آپ ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ گاڑی کے آنے کا وقت بالکل قریب ہے اور درمیان میں مسافت
بعید ہے۔ میں نے کہا کہ حضور نے بتاکید موفور فرمایا ہے کہ تم ضرور گاڑی پر چڑھ جاؤ گے۔ اس لیے
میں جاتا ہوں۔ یہاں نہیں رہتا۔ آخر اس بات کے تکرار اور اصرار کے بعد اس سے گھوڑا اور
خدمت گار میں نے ساتھ لیا اور سوار ہو کر ایسے وقت میں اسٹیشن پر گیا جو انجن چلنے کو تیار تھا
میں دوڑ کر فوراً گاڑی میں بیٹھ رہا۔ اور ایک دم انجن چل پڑا۔ خدا کی اس روز گاڑی لمبروان کو
پہنچے، سٹیشن پر لیٹ ہو گئی تھی۔ ازاں موجب وقت مقررہ سے گاڑی ایک گھنٹہ پیچھے آئی تھی۔ آخر
جب یہ خادم کوٹ سلطان سے ترکر اونٹ رہوار پر سوار ہو کر تونسہ شریف کا راستہ لیا تو آگے
سندھ کا دریا بکنار سمندر وار تلاطم دار دور سے نمودار ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ آج کل اس سے گذرنا بڑا
دشوار ہے۔ کیونکہ مسافران بحالت پریشان دو دو روز تک ناچار کشتی کی انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں
دوسرے تیسرے روز بہت خوار ہو کر پار جاتے ہیں۔ خدا کی عنایت اور پیشوا کی شفقت سے جب
یہ بندہ پراگندہ دریا کے کنارہ پر گیا تو ملاح نے پکارا کہ یہ کشتی اب جانے کو تیار ہے دوڑ کر آؤ۔ اور
کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ میں یک دم بڑے زور سے دوڑ کر گیا اور چلتی ناؤ میں بیٹھ رہا۔ بڑی سہولت اور
عجلت سے وہ دریائے بے انتہا گذر کر سلیمان زمان کے آستان جنت نشان پر مشرف ہوا۔ اور روضہ مقدسہ
کے اندر جاتے ہی عقدہ مشکل یہ حل ہو گیا۔ اور مطلب حل حاصل ہو رہا پھر یہ خاکسار اس دربار پر نور
سے فی الحال بہ رخصت کمال رخصت ہو کر بعجلت تمام اپنے مکان پر پہنچ گیا۔ سبحان اللہ اس فیاض زمان
کے کشف اور فرمان کے مطابق ہر ایک کام کا انفراد ہوا۔ اور آں دانا معتبر فشان کا جو بر عکس خیال

لاحق حال تھا سب جاتا رہا۔

کرامت

زنے بنمود استدعا بہ مرقد حضرت ثانی کہ فرزندے عطا گردد مرا از فضل ربانی
ہموں شب دید حضرت را کہ دادش پسر خوش پیکر دراں سالے تولد گشت فرزندش چو کنعانی

میاں محمد رمضان زرگر ساکن موضع شاہ پور جو حضرت صاحب ثانی مقبول ربانی کا خادم راسخ الایقان ہے۔ اس نے اپنا حال ابصدق مقال یوں اظہار کیا اور خواستگار ہوا کہ یہ بیان کتاب میں ارقام کیا جائے تاکہ میرا نام بھی خدام فاتحہ خیر سے لیا جائے۔ اس لیے اس کی تقریر کو مفصل تحریر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ جب حضرت باکمال مقبول ذوالجلال کا دنیا سے انتقال ہوا تو اسی رات پر حوادثات میں آنجناب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بصورت نورانی پوشاک شاہانی پہن کر روضہ منورہ میں اپنی قبر تیار کرا رہے ہیں۔ اور بڑے اہتمام سے تعمیر کا کام معمار کو سمجھا رہے ہیں پس میں محبت کے جوش و خروش سے آنجناب کے قدموں میں گرا۔ تو میرے حال پر آپ نے کرم کمال اور لطف مالامال فرمایا۔ پھر جب میں روضہ انور سے بہرہ ور ہو کر باہر آیا تو جہاں اپنی عورت کو چھوڑ گیا تھا وہاں اس کو نہ پایا۔ مگر ایک لڑکی نے بتایا کہ تیری اہل خانہ حضرت کے دولت خانہ میں چلی گئی ہے۔ تب بندہ فی الحال میاں غلام علی ساکن ساہیوال کو ساتھ لے کر بیت سرا کے در پر گیا۔ اور اسی لڑکی کے ذریعہ اپنی زوجہ کو بلا بھیجا۔ لیکن وہ بڑی دیر کے بعد آئی اور اس نے دیری کی یہ وجہ بتائی کہ میرا برقعہ نور احمد شاہ کی عورت کے پاس تھا وہ ایک تمام میں عورتوں کے اژدحام میں بیٹھ رہی تھی اس لیے اس کی تلاش میں دیر ہو گئی ہے۔ اس کے بعد جب خواب سے بیدار ہوا تو سمجھا کہ وہ فیاض زمان اس جہان سے عالم جاوداں کو تشریف افزا ہو گئے ہیں دردمندانہ اور غمزدگانہ گھر میں یہ ذکر کیا تو میری عورت نے نہایت غم و الم سے نالہ اور گریہ شروع کر دیا کہ ہیہات میں اس ذات بابرکات کی زیارت سے محروم رہی۔ اور دل کی مراد سے کامیاب نہ ہوئی۔ پس دوسرے روز آنحضور فیض گنجور کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر ہر شہر مشتہر ہو گئی اور درد کی آہ و فغاں ہر انسان کی زبان سے نکل رہی۔ آخر جب بندہ پر گندہ اس عورت کو ساتھ لے کر حضرت بزرگوار کی مزار مبارک پر آیا تو اس خواب کو ہر ایک امر میں مطابق پایا۔

چنانچہ میری عورت بحالت حسرت اور ملامت پہلے ہی حضرت کے حرم سرائے میں جا رہی تھی۔
بعد ازاں بندہ میاں غلام علی کے ہمراہ ڈیوڑھی کے دروازہ پر گیا اور ایک لڑکی کو اندر بھیجا کہ میری
عورت کو بلا دے تاکہ وہ مزار پُرانوار پر حاضر ہو کر فیض پاوے۔ مگر وہ بڑی دیر سے باہر آئی اور اس
نے یہ بات سُنائی کہ میرا برقعہ نُور محمد مستری کی عورت کے زیر حفاظت تھا اور عورتوں کی کثرت سے
اس کا پتہ مجھے نہیں لگ سکا۔ اب تک میں اس کو تلاش کرتی رہی ہوں جس سے دیر ہو گئی ہے۔ پھر
اس نے روضہ منورہ میں جا کر مزار بوسی اور خاک لیسی کی۔ اور نیاز بے انداز سے عرض پرداز ہوئی کہ اے
مقبول کردگار اس خادمہ کو اپنا دیدار کرا دو۔ اور بہ طفیل خواجگان والا تبار پروردگار کے دربار سے مجھے
فرزند حسن دلا دو۔ خدا کی شان جو اسی شام کو آں فیاض زمان کی زیارت سے وہ فائز المرام ہوئی
اور آنجناب نے اس پر کرم بے حساب فرمایا اور فرزند دلبند بھی اُس کو خواب میں دکھلایا۔ چونکہ قبل اس
کے اس غمگینہ کی اولاد نرینہ کوئی نہیں تھی۔ مگر گھر میں جاتے ہی بفضل غفاری اس کو امیدواری ہو گئی اور
میعاد مقررہ پر اس کا پسر خوش پیکر آں ذات اور کشکل پر تولد ہوا۔ چنانچہ بفضل الٰہی اب وہ پڑھائی کرتا ہے

ذکر

مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی نے جو صاحب عرفان اور راسخ الایمان تھے۔ صدق زبان سے
یوں بیان کیا کہ میاں شاہ محمد عوان ساکن مقام کفری جو حضرت شمس دوران کا خادم صادق الایقان
ہے۔ مبیّن ہوا کہ شمس العارفین کے وصال کے بعد میں ایک روز بڑے قلق اور سوز سے عارف الٰہی
مولوی [illegible] صاحب کی مزار فیض آثار پر [illegible] کی شہر میں بیٹھا ہوا تھا تو مولوی صاحب نوشہروی
جو فاضل اجل و صوفی کامل تھے اس جگہ آئے۔ اور اُس مقبول ربانی کی فاتحہ خوانی کر کے فرمانے لگے کہ
اے شاہ محمد لوگ تو یہ جانتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب ثانی احمد نوشہروی سے فتوحات کی پڑھتے رہے
ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے بلکہ آں زبدۃ العارفین نے اس کمترین کو پڑھایا ہے یعنی اس کتاب مستطاب
میں جو مقامات مشکل ترین میرے فکر میں داخل تھے۔ اس اکمل نے توجہ دل سے حل کرا دیئے ہیں۔ پھر تھوڑی
دیر کے بعد فرمایا کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ آیا اس زمانہ میں عارفان ذوالجلال سے فی الحال کون صاحب
کمال ہے تو مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شمس دوران صاحب عظمت اور والا شان ہیں۔ پھر خیال
گذرا کہ دیکھئے حضرت شمس ربانی اور حضرت صاحب ثانی کے مدارج اور منازل میں کس قدر فرق ہے

تو مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ثانی کے مراتب اور مناصب کا تنہا حضرت صاحب اعلیٰ علیہ الرحمۃ سے برتر ہے۔ پھر خیال آیا کہ حضرت شمس دوران کے خادموں سے کون غلام اس وقت عظیم الشان ہے مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب خلیفہ ہی ممتاز الٰہی ہے یہ سن کر میرا دل بہت منفعل ہوا کہ اس نے حضرت صاحب ثانی کا شان حضرت شمس دوران سے کیوں زائد بیان کیا۔ تب میں فی الفور اسی وقت دوڑ کر موضع کفری ہی گیا۔ اور معارف کیش میاں امام الدین درویش کے پیش یہ ذکر کیا تو وہ سر بہ آغوش ہو کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا کہ تم مولوی صاحب مرولوی کی خدمت میں جاؤ۔ اور ان کے آگے یہ حال سناؤ۔ تب میں تشویش اور ملال سے فی الحال مرولہ میں اُس ذوالکمال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا مگر آنجناب نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ پھر عرصہ ۸ اسال کے بعد یہ نکسار اور مولوی صاحب مرولوی ہمراہ حضرت صاحب ثانی عارف ربانی کی ہمراہی میں پاک پٹن شریف گنج شکر کے دربار پُر انوار پر گئے جب آستان عالی شان سے فیض اندوز ہو کر واپس مرخص ہوئے تو اس وقت مولوی صاحب نے اس خادم کو فرمایا کہ اے میاں شاہ محمد مولوی صاحب نوشہروی کی وہ بات تجھے یاد ہے۔ میں نے کہا ہاں جناب پس فرمایا کہ وہ بات واقعی راست ہے۔ اور اس ذکر کی تقریب میں صاحبزادہ محمد عبداللہ صاحب نے تائید کی کہ میں ایک دن مقدہ توسہ شریف حضرت محمود صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس ذوالکرام نے مجلس عام میں فرمایا کہ میں نے اپنے حضرت صاحب یعنی والد ماجد سے یہ سُنا ہے کہ مولوی شمس الدین صاحب کمالات میں کرم ترین تھے۔ مگر مولوی محمد الدین اُن سے بھی بعض مراتب میں برتر ہیں۔

ذکر دیگر

مولوی محمد سعید صاحب ساکن میانی نزین پور متصل برج اور فضل احمد فرد کہ ساکن تیڑی نے میرے پاس ذکر کیا کہ مولوی صاحب قاضی محمد ساکن نوشہرہ نے جو عمدہ متبحر اور فاضل نامور ہیں ابصدق زبان یوں بیان کیا جب حضرت شمس العارفین جنت بریں میں اقامت گزیں ہوئے تو اس وقت آنحضرت کی فرقت و رحلت سے میں بیچارہ اور بیقرار ہو کر میاں شریف کے دربار پر جانا بھی واگذار کر دیا۔ اس خیال پر کہ جب وہ مقتدا زمن اس مکان سے خرم فرما گئے ہیں

تو اب کس کے لیے وہاں جاؤں اور کس کا حال سناؤں۔ چونکہ میں اس حالت پُرندامت میں کتب
تصوف کی اکثر اوقات مطالعہ میں رکھتا تھا اور وقت بسر کرتا تھا۔ ایک دن ان میں سے وحدت
وجود کی نسبت ایک رحل مقدمہ جو مشکل تر تھا ملاحظہ میں گذرا۔ میں نے بہت فکر دوڑایا۔ مگر کچھ
سمجھ میں نہ آیا۔ آخر ہندوستان کے علماء کبار اور فضلاء نامدار سے اس کی بابت استصواب کیا
تو بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ ملفوظات صوفیہ ہیں۔ اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی اقدام
کیا کہ یہ متشابہات صوفیہ ہیں یعنی یہ کلام مہمل اور ناکارہ ہے۔ در لغویات صوفیا غدر ہے۔ بعدہ یک
دن اتفاقاً ایک مقدمہ کے دوران میں صاحبوں کے مقام تک میرا جانا ہوا جو وہاں حاکم کا قیام
تھا اور اس کی پیشی میں مجھے حاضری کا فرمان تھا۔ جب اس کے شکریہ سے میں فارغ المرام ہوا تو
دل میں خیال آیا کہ اس محال سے سیال شریف بہت قریب ہے۔ جا کر شمس العارفین کی مزار کا
زیارت کروں پس وہاں سے چل کر خانقاہ اور پر حاضر ہوا۔ اور بعد حصول آستان بوسی اور خاک
بوسی حضرت صاحب ثانی کی قدمبوسی کی تو آپ اس وقت حیات اللہ خان افغان سے کچھ بیان فرما
رہے تھے۔ فی الحال کشف کمال سے میرے خیال کو جو بہ وقت از حد حال تھا۔ اس ذوالعلوم نے
مفہوم کیا اور خان صاحب مذکور کو بدستور مخاطب رکھ کر ان کلمات مشکلات کا جو میرے دل میں مخفی
تھے جواب باصواب دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ فی الحال اس رحل کلام کے تمام بہ احسن ترین تبیین سے
مجھے ذہن نشین ہو گئے۔ دل کے خطرات اور تفکرات خاطر حزین سے چلے گئے۔

رباعی

چوں حیات حضرت ثانی بہ آخر رسید — مرض وجع الاذن الحق گشت مدت مدید
پس بہ مرکز دگار زغم سے ناپائدار — رخت خود باعز و حرمت جانب جنت کشید

جب وہ پیشوائے عارفان زمان اور برگزیدہ دانایان جہان اپنی وردکرم کے سب کاموں
کو سر انجام کر کے فارغ المرام ہو چکے تو تقدیر کردگار کان کے درد سے بیمار ہو گئے۔ اور مدت
بسیار بیقرار رہے۔ طبیبان حاذقین و ڈاکٹران ماہرین نے علاج سازی میں بڑی حیلہ پردازی
کی۔ مگر بیماری کی شدت سے کچھ تخفیف نہ ہوئی۔ بلکہ دن بدن مرض بڑھتی گئی اور قوت گھٹتی گئی۔
آخر وہ رہبر سالکان وہ قدوۂ دوران ۲۰ ماہ رجب ۱۳۲۷ ہجری کو دار ناپائدار سے رحلت گزین ہو کر

جنت بریں میں راحت نشین ہوئے۔ تمام غلامان پس ماندگان مفارقت کے بیابان میں پریشان اور سرگردان ہورہے۔ اس غم اور الم سے کل عالم میں ایک ایسا ماتم رونما ہوا جس سے ہر طرف اور ہر اکناف میں ایک محشر برپا ہوگیا ہر انسان کی جان بریان سے درد کی فغان آرہی تھی۔ گویا تمام زمین غمگین ہوکر بعد سوز و گداز درد کے آواز شور مچا رہی تھی۔

رباعی فراقیہ

از فراقش در جہاں برخاستہ شور و فغاں — گشت نالاں جن و انسان ہم زمین و آسمان
خادمانِ درگہش دیوانہ وشش پُر درد و غم — گاہ افتاں گاہ خیزاں دست حسرت سے زناں

آخر آپ کی نعش مبارک کو غسل بطہارت دے کر تجہیز و تکفین کے بعد شمس الانوار کے دربار پر بہ شمولیت ہزاران ہزار صلحی اور ابرار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور خلقت زوار بے شمار آپ کے چہرہ تابدار سے جو رحمت کردگار خورشید کی مثل انوار کے چمکار نمودار تھے دیدار سے مشرف ہوئی۔ بعدۂ اس مغفور رب العالمین کو صندوق چوبیں میں بہ عظمت تریں رکھ کر حضرت شمس العارفین کے روضہ بریں میں مدفون کیا گیا۔

تاریخ سنہ میلاد و تعداد عمر اور سال انتقال پُر ملال آنحضرت ثانی مرحوم ربانی طبع زاد مصنف کتاب

حضرت محمد الدین چو با امر ذوالجلال — بربست رخت زینجا بہ بہشت لایزال
تاریخ بہر سنے ہجری ہر سہ بجست منشی — ہاتف مژدہ داد در دہ فی الحال در خیال
میلاد مظہرِ حق عمرش جمال گشتہ — مظہر جمال حق شد تاریخ انتقال
۱۲۵۳ھ — ۶۴ — ۱۳۱۷ھ

بعد رحلت حضرت خواجہ محمد الدین رضی اللہ رب العالمین بر سجادہ طریقت نشستن حضرت محمد ضیاء الدین ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم الیٰ یوم الدین آمین

حضرت ثانی چو شد رحلت گزیں — شد ضیاء الدین محمد جانشین

ہر یکے خلفاء رؤسائے زمان	اقربا، قوم و اخوانِ کلان
جملگان دستار بندی ساختند	بر مسند والدش بنواختند
گشت پیدا در سنِ منظورِ حق ۱۳۳۴	از جمیع اقربا بردہ سبق
حج اکبر خاص بیت اللہ نمود	با عنایت و رحمتِ رب ودود
صاحبِ علم و فراست با ذکا	حامئ دینِ محمد مصطفےٰ
نیک منظر صاف دل با اتقا	بر شریعت مستقیم و بے ریا
نورِ شمسی گشت تاباں بر رخش	پرتو نورِ محمد بر دلش
کرد بیعت خلق با دسے بیکران	با دفیضِ حق بجا لش جاودان

قدوۃ العارفین راس شقیقین حضرت خواجہ محمد الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت محمد ضیاء الدین صاحب مسند رشاد پر سجادہ نشین ہوئے۔ سب برادران اور خویشان کثیر روسا، زمان اور خلفائے کرام آپ کی دستار بندی اور سجادہ نشینی کے خاص اجلاس میں ہمنشین تھے۔ وہ سائرین مردمان دل اور جان سے نثار خوان اور شکر گزار ہوئے۔

جمیع ناظرین اور سامعین کو واضح ہو کہ حضرت صاحب ثانی جنت کاشانی اپنی زندگانی میں فرزندان سائرین سے صاحبزادہ محمد ضیاء الدین صاحب کو سزاوار اور قابل دربار سمجھ کر بخدمت حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب سجادہ نشین بمعیت صاحبزادہ نجم الدین اور مانگری احمد الدین درسہ مقدسہ کو بھیجا تھا اور شمس حال عرلیضہ میں یہ لکھا تھا کہ میرے خیال میں یہ برخوردار قابل دستار ہے تو آنحضور فیض گنجور نے بعنایت موفور غوث الزمان کے آستان پر صاحبزادہ صاحب ممدوح الشان کو دستار بندی کرائی اور خلافت عطا فرمائی پھر ابعد حضرت شمس العارفین کے دربار پر خاص عرس کے جلسہ میں حضرت صاحب ثانی نے شفقت اور مہربانی سے صاحبزادہ حسن علی صاحب دیوان تیمور درگاہ محبوب الٰہی صاحب کے ہاتھ سے بھی بڑی عظمت کے ساتھ دستار بندی کرائی ور بذاتِ خود بھی مرحمت سے یہی وصیت فرمائی تھی کہ ضیاء الملت والدین بفضل رب العالمین صفات حسنات سائرین میں قابل تحسین اور لائق آفرین ہیں۔ ہر علوم میں بعنایت کریم با عقل سلیم ذہین اور فہیم ہیں۔ فصاحت اور بلاغت میں یکتا ہمروت اور سخاوت میں مستثنیٰ وقت

حقائق فروع اور اصول کاشف دقائق معقول و منقول نیک اوصاف عمیم الاشفاق
ہیں۔ فراست اور لیاقت میں شہرہ آفاق ہیں۔ حاجیٔ حرمین شریفین۔ حامئ دین سرور الثقلین
زاہد بے ریا۔ عالی ہمت باتقا۔ معادن اصول اسلام اور فیض بخش عالمیان۔ زہے آں مورد خیالات
عالیہ اور مصدر صفات محمدیہ جو اس زمانہ قحط الرجال پُر زوال میں اپنے ہمت کمال اور کوشش
مالامال سے عوام مسلمانان بے سروسامان کے استفادہ کے لیے۔ ایک عالی شان دارالعلوم عربیہ
اسلامیہ کے استحکام میں۔ اپنے مکان پر بنیاد رکھائی۔ اور بصرف زرکثیر حسن تدبیر سے معلموں
اور طالبوں کی رہائش اور پرورش کا انتظام بڑے اہتمام سے تجویز فرمایا جس سے طلبا ہند
اور پنجاب کے لیے علوم کے ابواب کشادہ ہوگئے اور طالب علمان آوارہ گردان کے دل [illegible]
اس مژدہ باصواب سے شاد اور تازہ ہو رہے۔ بتفضل رحمان ہزاران ہزار مردمان آپ کی بیعت
سے کامران ہوئے اور بے شمار آدمیان آپ کے فیضان سے فائز المرام ہو رہے۔ آپ کی ولادت
باسعادت سنہ ۱۳۰۴ ہجری مقدس میں ہوئی جس کی تاریخ ابجد کے حساب سے شعر کے ضمن میں
مؤلف کتاب کی طبعزاد ہے۔

شعر تاریخی

تاریخ جست منشی چوں از سن ولادت
منظور حق بیامد آواز باسعادت
۱۳۰۴ھ

مقالہ دوئم در ذکر کرامات اور مکاشفات

کرامت

سہ کشتی ہائے فتاد ند اندر دریا، بائل — بیک کشتی نشستہ بُد کنیز حضرت کامل
بفریاد کنیز خود نمود امداد آنحضرت — دو زاں آنہا غرق گردیدند و آں شد بہ سر ساحل

میاں امام بخش صاحب مذہب دار اور لنگری احمد الدین خدمت گار۔ اور نیز دیگر چندین صاحبان با اعتبار نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ایک دن آنجناب شمس الاقطاب نے نماز ظہر کے بعد فرمایا کہ اب تو غریب ڈوبی ہی ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے اسی طرح فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس تیسری مرتبہ بھی یہی بات بڑی توجہ کے ساتھ فرما کر سر بہ آغوش ہو کر خاموش ہو گئے۔ تو میاں غلام محمد بھوڑی نے جو حضور کی کچہری میں ایک خاص حاضر باش تھا۔ خیال کیا کہ اس ذوالکمال کا فرمان سرِ نہاں سے خالی نہیں۔ ضرور کوئی حادثہ اس عاجزہ کے پیش آیا ہوگا۔ تو اس نے اس وقت اور تاریخ کو یادداشت کے طریق پر تحریر کر رکھا۔ پھر چندیں روز کے بعد بالو غریب خوش نصیب حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنی سرگذشت کو عرض کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ خیر اس ذکر کو رہنے دو۔ کوئی اور بات کہو۔ آخر وہ لاچار اس ذکر اذکار سے چپ ہو رہی۔ پس میاں غلام محمد وغیرہ درویشاں دربار نے اس سے استفسار کیا۔ تو اس نے یوں اظہار کیا کہ فلاں تاریخ جہلم سے تین کشتیاں مسافروں کی جانب پنڈ دادنخان یکدم راہروان ہوئیں۔ ان میں سے ایک کشتی میں یہ عاجزہ اور دیگر چند پیر بھائیں مثلاً سمند خان للہ وغیرہ مرد وزن سوار تھے۔ اس دن دریا کا بڑا چڑھاؤ تھا۔ اور ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ ایک کشتی میری کشتی کے آگے اور دوسری پیچھے بڑے زور شور سے جا رہی تھی۔ بتقدیر قادرِ قدیر ایک بھنور کبیر آگے آ گیا جو اس نے تینوں کشتیوں کو دور سے مقناطیس کی نظیر لباقت کثیر کھینچ لیا۔ ملاحوں نے تو بہت ہی اپنا ہاتھ پاؤں مارا۔ مگر ان کا کوئی چارہ کارگر نہ ہوا۔ **بیت**

قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد — اگر ناخدا جامہ بر تن درد

پہلے وہ کشتی جو سب سے آگے جا رہی تھی بھنور میں جا پڑی چکر کھا کر ڈوب گئی اس کے پیچھے میری کشتی اس غرقاب میں آئی تو حباب کی مثل گرداب میں انقلاب کھانے لگی سب آدمی اپنی جان سے ناامید ہو کر سر بگریبان پاس بے حواس ہو رہے۔ اس حالت پر ملالت میں یہ عاجزہ سر برہنہ دیوانہ کی شکل اٹھ کر شمس الحق شمس منور کا تصور مدنظر رکھ کر بآواز بلند پکارا اور اغثنی کا یوں نعرہ مارا۔ (یا حضرت خواجہ پیر سیال میں عاجزہ دی کیں سنبھال)

ابیات

کشتیٔ ما اندرین گرداب مائل اوفتاد — بانظر لطف و کرم بر ساحلش زودی رسان
دستگیرا دستگیری کن مرا چوں دستگیر — تا کہ ہر یک گو بدست وہ دستگیر بیکسان
سر فدا پیشت نمودہ دامنت بگرفتہ ام — لاج دامن خویش پرور گرچہ از کہتران

سبحان اللہ نالہ اور فغاں ابھی اس کی زبان ناتواں سے نکل رہا تھا کہ فی الحال مرشد یکتاں کی ہمت باطنی اس شکستہ حال کے حال پُر ملال پر شامل ہوئی۔ اور اس کی برکت سے ما مال سے ایزد متعال نے ڈوبتی ہوئی کشتی کو اس گرداب پر و بال سے یک دم نکال دیا۔ اور سلامت با کرامت ساحل پر پہنچا یا پیچھے والی کشتی جب بھنور میں آئی تو ٹکر کھا کر پاش پاش ہو گئی۔ دونو کشتیوں کے مسافروں سے تھوڑے ہی انسان اس بحر عمان سے اپنی جان بچا لے گئے دیگر سب مردمان دریا کے بے پایان غرق ہو رہے۔

رباعی

گر بخواہی راحت دوران غلام شمس شو — پرورش جان را تو روزن خدم شمس شو
عزت کونین گر خواہی امان حساب دین — بالیقین و اعتقاد جان غدم شمس شو

کرامت (۲)

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ الٰہی بخش صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ جس ایام میں بارادت زیارت حرمین شریفین عرب میں تشریف افزا تھے تو اس اثناء میں ایک دن ظہر کے وقت حضرت شمس العارفین نہایت حزین و غمگین ہو کر اپنی معبد سے مسجد میں تشریف

ہوئے اور درویشان حاضرین اور حجرہ نشین ساکنین کو فرمایا کہ میرے پیرزادہ صاحب سجادہ کے
لیے دعا مانگیں تاکہ ایزد مجیب اُس حضرت رشید کو سفر بعید سے بعافیت اپنے مقام پر لاوے
اور غمزدگان مہجوران کو اس کے دیدار پُر انوار سے کامران اور شادمان فرمادے ۔ پس حسب فرمان
سب درویشان مقیمان مکان بعد ادائے ختم خواجگان جمع ہوکر بغرض استدعاء حضرت کی بارگاہ
میں حاضر ہوئے ۔ دیکھا تو آپ بجناب رب الارباب محل کے اندرون سجدہ میں سرنگوں ہیں
اور بڑی زاری اور انکساری سے یوں دعا طلبی کر رہے ہیں کہ اے پروردگار تو اپنے فضل بیشمار
سے بحرمت سید الابرار میرے پیرزادہ والا تبار کو صحت کاملہ و شفاء عاجلہ عطا فرما۔ اور تندرستی
اور سلامتی سے ان کو اپنے وطن میں پہنچا جب آپ نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا تو آپ کے چہرہ
نورانی سے رنگ زعفرانی اور ارغوانی بمختلف الالوان نمایاں تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات
برخسارہ نبات پر معات پر رواں تھے سب حاضرین قبلہ عالمین کی طبع گرامی کو بیقرار دیکھ کر بہ اضطرار
اور اشکبار ہوئے متحیرانہ اور مضطربانہ خدمت بابرکت میں چپ چاپ بیٹھ رہے مگر انہوں نے
اُس تاریخ اور روز کو یادداشت کے طور پر لکھ رکھا کہ اس واقعہ سے ضرور کوئی نتیجہ ظہور پائے
گا۔ پس جب حضرت ممدوح الشان عرب کے سفر سے واپس اپنے مکان جنت نشان میں تشریف
لائے تو استفسار سے یہ ظاہر ہوا کہ اس روز حضرت بزرگوار جہاز میں سوار تھے ہیضہ کی مرض
سے ایسے بیمار اور لاچار ہوئے کہ مایوسی کے علامات بظاہر حالات نمودار ہوگئے ڈاکٹران
حاضرین اور طبیبان حاذقین نے آنجناب کو لاعلاج کہہ دیا تھا اور تمام ہمراہیان غمزدگان
نے ظہر کے وقت آپ کی نازک حالت دیکھ کر مثل شوریدگان نالہ اور فغاں برپا کیا تھا۔ تو اس حالت
یاس پُر ہراس میں ایسی امداد غیبی اور عنایت لاریبی آپ کے توجہ کمال سے آنجناب کو شامل
ہوئے کہ اسی وقت وہ غیش آپ مرض لاعلاج سے یک دم شفایاب ہوگئے جب اس تاریخ
اور وقت کی باہم مطابقت کی گئی تو وہی دن و ظہر کا وقت تھا کہ جب کہ شمس الہی نے بڑی
دلخواہی سے بکشف قلبی و تطلبی فرمائی تھی ۔

دست ہمت عارفان را کر دارید دست فرار
میرہد کہ خواہند در نشیب و بر قرار

کرامت (۳)

غلامے باز نے ہمرہ شد در دشت ریگستان — رواں گردید حضرت پیش تنہا در حفاظت شان
چو نزدِ شہر رسیدند حضرت گشت زاں غائب — زنے در شہر خود شد واں بخدمت قبلۂ دوران

لائق ہی احمد الدین اور چند دیگر محققین نے اس مشہور حکایت کو یوں روایت کیا۔ عبد اللہ دیندار جو پہلے ہندو بدکردار تھا۔ بہ ہدایت کردگار کفر سے بیزار ہو کر بہ اشتیاق تمام مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور حضرت شمس العارفین کی خدمت بابرکت میں بصدق یقین بہت مدت مقیم رہا۔ ایک دن بزرگوار نے اس دیندار کو مال مویشی کے ساتھ منگھڑونہ کی جانب روانہ فرمایا اور تاکید کی کہ گاوان کو چرائی کے لیے ملک فتح شیر خان ٹوانہ کے سپرد کر کے جلد تر واپس آنا۔ حبیب و صادق الیقین حسب فرمان لنگر کی گاوان کو ملک ممدوح الشان کے مکان پر پہنچا کر واپس ہوا تو راستہ میں ایک عورت نوجوان خوبصورت رہ رواں تھی وہ اس کو کہنے لگی کہ میں ایک عاجزہ نسا مسافرہ تنہا ہوں۔ اور راستہ کے درمیان بارہ میل کے فاصلہ پر ریگستان سخت ویران ہے جس سے میری جان خائف اور ہراسان ہے ذرہ شفقت اور عنایت سے گروٹ تک مجھے اپنے ساتھ لے چل۔ تاکہ میں تیری ہمراہی میں ہر قسم کے خوف اور تباہی سے مامون اور محفوظ رہوں

پس اُس درویش خیر اندیش نے اس عورت کو صاف نیت سے اپنے ہمراہ کر لیا۔ اور دونوں مل کر اس دشت ویرانہ میں راستہ پر روانہ ہوئے۔ آگے دیکھا تو ایک مردِ خدا خوش لقا سر پر تاج دری کلاہ جسم پر سفید چادر۔ اور کمر بند سیاہ تھوڑے فاصلہ میں اسی راستہ پر آگے آگے جا رہا ہے۔ وہ دونو مسافر زیادہ تر تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے مگر نہ مل سکے جس قدر فاصلہ ان کے درمیان پہلے تھا۔ اخیر تک اتنا ہی رہا جب گروٹ کا شہر قریب آیا تو وہ بلبل چمن حضرت کی نظروں سے غائب ہو گیا تب اس عورت نے شہر کا راستہ لیا۔ اور عبد اللہ نیک بخت بعجلت تمام بخدمت حضرت روشن ضمیر حاضر ہوا دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ تنہائی میں مرد اجنبی کو بیگانہ عورت کی ہمراہی نہ چاہیئے جو اس میں خطرات نفسانی اور وسوسہ شیطانی ہے۔ مرد دیندار نے عرض کیا کہ جناب آگے آگے تو آپ تشریف لے جا رہے تھے اور ہم پیچھے پیچھے بے نوا اور بیچارہ مسافر

دن تو آپ کی نسبت میں دوڑتے اور آپ کی صورت کو دیکھتے چلے آئے تھے پھر تنہائی کہاں تھی۔

بیت

عارفاں را طاقتے بخشید ایزد کردگار　　زانکہ تن مے شود تن ہائے در سیر دید

کرامت (۴۴)

یکے خادم بہ ریگستاں شدہ از تشنگی زار　　بخدمت قدوۂ دوراں بعجز و درد شد گریاں
ہماں ساعت زنِ پیرے بیاورد آب نزد او　　بنوشید آب آں خادم و ازاں پس رفت بس فرحاں

یہ خبر حضور کے مقام پر خاص و عام میں مشتہر ہے کہ مہر خان افغان جو حضور کا خادم صادق یقین تھا اور جناب کے انتقال پرملال کے بعد دربار فائض الانوار میں زندگی کے اختتام تک مقیم رہا۔ اُس نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ حضرت فیض زماں کی زیارت کے لیے موسم تابستان میں اپنے مکان سے روانہ ہو کر سیال شریف کو آرہا تھا جب مٹھہ ٹوانہ کے شہر سے باہر نکل کر تھل میں چل پڑا تو راستہ میں مجھے ایسی پیاس لگی کہ ہوش و حواس جاتی رہی۔ راستہ کے درمیان بارہ تیرہ میل تک بیابان تھا۔ محض ریگستان۔ بیابان میں پانی کا نام و نشان نہ تھا اور درختوں کے سایے کی بجائے خورشید درخشاں تابش افشاں تھا جس کی تپش سے انسانوں اور چارپاؤں کا پوست اور استخوان بریاں و سوزاں ہو رہا تھا۔ آخر تشنگی کی شدت اور گرمی کی حدت سے لاچار ہو کر بے اختیار زمین پر گر پڑا اور حیات سے مایوس ہو گیا اس وقت بحالت غم و بکا اس بے جان نے بارگاہ منان میں شمس دوراں کو وسیلہ جمیلہ سمجھ کر درد اور فغاں سے پکارا اور تشنگی کا نعرہ مارا تو فی الحال بفضل ذوالجلال و بہ مدد حضرت لجپال اس نحیف کے پاس ایک عورت ضعیف نے ٹھنڈے پانی کا برتن لائی جس میں سے ایک کاسہ بھر کر اس گشتہ تن پُرحزن کو پلایا تو گویا جاں بلب میں از سر نو جان آئی اور تمام کلفت اور حسرت جان زار سے جاتی رہی۔ وہ پانی ایسا شیریں اور خوش تر تھا کہ ایسا کوئی شربت عجیب اس غریب کو عمر بھر نصیب نہیں ہوا۔ پس وہ عورت پانی پلا کر اور بعدہ برتن اٹھا کر چلی گئی چند قدم پر میری نظر سے غائب ہو گئی۔ جب میں وہاں سے چل کر حضور کی آستان پر حاضر ہوا اور جناب کی قدم بوسی

سے شرف یاب ہو کر بیٹھ رہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس اثنا میں تپش اور گرما بے انتہا ہو گئی ہے۔ سنا جاتا ہے۔ کہ اکثر مسافران علاقہ ریگستان میں تشنہ لباں ہو کر رہ پڑتے ہیں۔ اور پیاس کے اضطرار سے لاچار ہو کر مر جاتے ہیں۔

پروردگار کا ہزار شکر ہے جو اس نے اپنی عنایت سے مجھے تشنگی کی اذیت سے بچایا۔ اور اپنی عاطفت و مرحمت سے اس جگہ پہنچایا۔ میں نے عرض کیا کہ حاجی صاحب جس کا منظور نظر ہے اس کو مصائب سے کیا ڈر اور خطر ہے۔ ؎

بہ پیش عارفاں روشن بود چوں خُدماں　　　بہ ہمت باطنی باشند ہر جا یاور اوشاں

کرامت (۵)

علالت بود از سہ سال بیمار و پریشانے　　　نشد تخفیف ہیچ از داروئے طبیبانے
بروزے کرد فریاد ان بہ پیش حضرت کرم　　　بیک نظر عنایت شد شفائش در ہماں آنے

میاں نور دین صاحب قریشی ساکن خشکی نے جو حضرت شمس العارفین کے عاشقین سے درویش صداقت کیش تھے۔ بصدق زبان یوں بیان کیا کہ مجھے تین سال کی مدت تک ایک مرض مہلک ایسی لاحق ہوئی کہ جس کے وبال سے میں نہایت لاغر ہو گیا۔ سردی اور شدت سرما سے میرے سر تا اعضاء کو درد اور ایذا شروع ہو جاتا تھا۔ اور رات کے اوقات میں علی الدوام تمام شب تک لاحق رہتا تھا۔ حکیموں اور طبیبوں نے صد ہا علاج [illegible] اور عمدہ چارہ سازی کی مگر اس تکلیف کو ذرہ بھی تخفیف نہ ہوئی۔ آخر ایک دن اس بیماری کی شدت سے تنگ آکر بصد تکلیف سیال شریف میں جا پہنچا۔ آپ اس روز موضع [illegible] میں رونق افروز تھے۔ میں بھی وہیں بار زیارت فیض بشارت سے شرف اندوز ہوا۔ مگر آپ اس وقت واپس سوار ہونے کو تیار کھڑے تھے۔ پروردگار کی قدرت سے اس ساعت میں چرخ دوار پر ابر نمودار ہو کر بہار کا موسم ہو گیا۔ سرد ہوا زور سے چلنے لگی۔ چونکہ ایسی سردی میں میرے سینے اور بازو میں درد شروع ہوتی تھی۔ میں نے ایک کپڑا گرم اپنے بدن پہ پہن کر آنجناب کے ہمرکاب ہو گیا۔ راستہ پر تھوڑی دور بارش شروع ہو گئی۔ چلنے کی طاقت نہ رہی جس سے میں

بہت گھبرایا۔ اور دل مضمحل ہے یہ خیال آیا کہ اگر میں آج اس جگہ جناب کے پاس نہ آتا تو ایسی
سردی کے شدید صدمہ سے یہ عذاب نہ پاتا کیونکہ ایسی سردی میری جان ناتواں کے لیے مرگ بے
درمان تھی۔ تو اس وقت حضور لازم النور نے عنایت دلی اور کشف قلبی سے اس پامال کے
حال پر رحمت کی نظر کی۔ اور فرمایا کہ تم اس سردی سے مت گھبراؤ اور یہاں آنے کا افسوس
دل میں نہ لاؤ۔ پروردگار ساز دافع الامراض ہے۔ اگر رحم فرماوے تو لا علاج بیمار بھی اس
کے کرم بے شمار سے طرفۃ العین میں بالیقین ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ جناب کی زبان درفشاں
سے اتنا ہی فرمان اظہار ہوا تو اس بیمار ہیچمدار کا سب درینہ آزار یکبار کافور وار فرار
ہوگیا۔ پس خاکسار برقرار ہوکر اسی وقت کپڑا گرم اپنے جسم سے اتار دیا۔ ہوا سرد جو میرے
درد کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت دوا صحت افزا ہوگئی۔ اور طاقت بدنی اور صحت جسمی عالی
پر برپا ہوگئی۔ تین سال کی نقاہت اور ہزال جس کا رفع ہونا خیال میں محال تھا۔ اس باکمال کی
ایک نظر کیمیا اثر سے فی الحال جاتی رہی ؎

دوا مراضِ کہ می باشد حکیماں عاجز ز درماں ــ یک لحظہ شفا گردد ز نظر سے عارف دوراں

کرامت (۶)

ہے آں صاحب عظمت کرامت شدہ ــ زورقل بر بندش بقصد تا کہ اعلی
بہمت خویش ز دنیا بیکدم کرد آزادش ــ بقرب حق تعالی کرد و وصل یار دیدا

جناب مولوی محمد نصیر الدین سجادہ نشین چھوٹے جو حضرت شمس العارفین کے عزیز ترین
خلیفوں سے صاحب عرفان ہیں فرماتے ہیں بزبان خود بیان کیا کہ میں نے ایک دفعہ شہر ملتان
میں حصول مقصد کے لیے چند ایام قیام کیا۔ وہاں حاجی صاحب حافظ جلال الدین گجراتی جو
حضرت شمس العارفین کے مشتاقین سے درویش صداقت کیش تھا۔ اور بڑا اچھی خیر اندیش تھا ایک
دن بڑی محبت پیش آیا۔ اور بتقریب ذکر اذکار بزرگان اس نے بیان کیا کہ میں نے عنقریب
سے حضرت کی ایک کرامت عجیب و غریب ایک خوش نصیب سے سنی ہے۔ جو کہ اس کے
حال پر برتی ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص میرانی بشکل نورانی اس شہر کے باہر کبھی کبھی ایک کوئیں پر آتا

تھا اور تھوڑا سا ٹھہر کر پھر کہیں باہر چلا جاتا تھا۔ ہر کسی سے بیزار اور دست بردار رہتا تھا اور
مردوں اور عورتوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا بلکہ ان کو مار پیٹ کر ہٹا دیتا تھا۔ جب اس کے
فقیرانہ عادات اور درویشانہ صفات میرے گوش گزار ہوئے۔ تو اس نیک اطوار کے دیدار کا شوق
بیشمار میرے دل میں مشتعل ہوا آخر ایک دن بہ اشتیاق فراوان اس جوان کا پتہ نشان دریافت
کرکے میں اس کنوئیں پر گیا دیکھا تو وہ مسجد کے گوشہ میں جا بیٹھا ہے۔ صرف ایک کپڑا بجائے ازار
اور دستار کی بجائے تمام بدن پر لپیٹا ہوا اور ایک ڈنڈا عمدہ تقدیروار آگے دھرا ہوا بادۂ وحدت
سے سرشار اور خمار ہو کر بیٹھا ہے۔ اور اس کے چہرے انوار کا چمکارا نمودار ہے۔ چونکہ ظہر کا وقت
تھا۔ پہلے میں نے نماز ظہر ادا کی۔ فراغت کے بعد خود بخود اس مستانے عنایت بے نہایت
مجھے فرمایا کہ حافظ صاحب اس غریب کو کچھ قرآن مجید سناؤ۔ میرے دل کو یقین اور تسکین ہوا کہ
یہ شخص ضرور صاحب کمال و مقبول ذوالجلال ہے جو اس نے محض کشف قلبی اور بصارت دلی سے
میرے مفہوم کو معلوم کیا ہے۔ میں نے حسب الفرمان بہت خوش الحانی سے اس کو کچھ قرآن سنایا
جس سے وہ نہایت خوشنود اور شادمان ہوا۔ اور فرمایا کہ حافظ صاحب اب جاؤ۔ کل کو پھر آنا۔
اور میرے سے ملاقات کرنا۔ میں حسب الاجازت اپنی اقامت کی جگہ پر گیا اور دوسرے روز
ظہر کے وقت پھر اس کنوئیں پر آیا۔ مگر اس وقت فقیر کو وہاں موجود نہ پایا۔ نماز پڑھ کر اس کا منتظر ہو
رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آ گیا۔ پہلے ہی اس خاکسار سے اس نے یہ استفسار کیا کہ اے یار تیری
بیعت کس بزرگوار سے ہے۔ تجھ دلدار کے گلزار کی خوشبو تیری جان سے میرے مشام میں آتی ہے
میں نے کہا کہ یہ ناچیز حضرت صاحب سیالوی کا سگ دربار ہے۔ سنتے ہی یکدم اس کی جان
بریان سے آہ سوزاں اور درد کی فغاں زبان سے نکلی اور اٹھ جھٹ میرے گلے سے لپٹ گیا
اور اشتیاق اور فراق کی کثرت تپاک سے وہ دردناک بہت رویا جس کے تعلق سے اس غمناک کا
سینہ چاک ہونے لگا۔ جب مستقل ہو آیا تو میں نے اس آشفتہ حال سے گذشتہ احوال پوچھا
کہنے لگا کہ بیعت میری خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی بزرگوار سے ہے۔ مگر میرا دل حضرت
صاحب سیالوی کی صورت پر فریفتہ اور گرفتار ہے۔ اور جان ناتوان اس کے آستان عالی شان
پر نثار ہے۔ اور کیفیت حال بریں منوال ہے۔ کہ میں پہلے ایک زمیندار ہوں ہرچند

کا ممبر و اراور بڑا مالدار تھا۔ بہت الفت اور پیار سے اُس کی دختر کے ساتھ میرا بیاہ ہوا
جب میں پہلی رات بڑی محبت کے ساتھ اس عروس نو سے ہم بستر ہو کر سحر کے وقت
غسل کے لیے باہر ایک کنوئیں پر گیا تو نادر تقدیر کی تقدیر سے اُسی ہنگام میں شہر کے درمیان نالہ
اور فغاں کا شور بڑے زور سے برپا ہوا جس سے میں حیران اور پریشان ہو کر گھر آتا تھا کہ
ایک جوان تیز دوڑ کر آیا اور مجھ سے بیان کیا کہ بتقدیر سبحان تیری عورت اس جہان سے سفر
جاودان کو راہی ہو گئی ہے۔ اور اُس کے وارثوں نے تیرے اوپر قتل کا الزام لگا کر تفتیش
کے لیے پولیس کو بلا بھیجا ہے۔ اس خبر دہشت اثر سے میرا ہوش اور قرار یکبارگی فرار ہوا۔
غم و الم کا پہاڑ دل پر آ ٹوٹا۔ ایک تو اُس محبوبہ مرحومہ کی جدائی کا حسرت اور حرمان دل و جان
کو بریاں کر رہا۔ اور دوسرا اس ناحق مقدمہ کا الزام جو مخالفوں نے لگایا جان ناتواں کو جلا رہا۔ حیرت
اور دہشت کے گرداب پر اضطراب میں غوطہ کھا کر بے ہوش ہو نہ اور مضطربانہ پولیس کے خوف
سے اور سودا کے جوش سے روپوش ہو گیا۔ آخر پولیس مکار نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اور اولوالا
مر کے منشاء سے تھانہ دار نے اس خاکسار کو مجرم قتل مجرم قرار دے کر مجسٹریٹ کی عدالت
میں بھیج دیا۔ اور اس نے حسب تحقیقات پولیس کے اس غریب کو پھانسی کا حکم دے دیا۔ اس
وقت میرے واسطے اکثر دوران خیرخواہوں نے بہ نسبت اپیل بہت ترغیب دی اور تاکید
مزید کی۔ مگر اُس بزرگوار نے صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ میری اپیل اور فریاد اپنے مرشد کی جناب
میں دائر ہے۔ چونکہ وہ عقیدت نشان شمس دوران کا غلام تھا۔ استغاثہ کے لیے سوال شریف
کو روانہ ہوا۔ بعد محنت اور کلفت مسافت طے کر کے حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر
ہوا تو آنجناب اس وقت بستر پر نیم خواب تھے۔ پابوس ہوا۔ تو حضور نے چہرۂ پرنور سے
کپڑا دور کر کے فرمایا کہ راجہ صاحب آگئے ہو۔ عرض کیا کہ ہاں جناب۔ فرمایا کہ میری
طرف اچھی طرح دیکھ جیسا کہ میں تیری جانب دیکھ رہا ہوں۔ ویسا ہی تو اپنے بیٹے کی طرف
دیکھتا ہو گا۔ بس اب تم فی الفور واپس جاؤ۔ انشاءاللہ تعالیٰ بیٹے کو زندہ پاؤ گے۔ پس حسب
بیچارہ مصیبت کا مارا دردمندانہ واپس روانہ ہوا۔ آخر بہ ہزاران ہزار تکلیفات اور مشقت
ایسے وقت خاص میں میرے پاس پہنچا۔ کہ اس وقت خاکسار کے لیے پھانسی کی دار تیار ۔

کی جان کو نقصان پہنچاتے تھے۔ چندین مردمان ایک شہر کے باشندگان نے مجھے کہا کہ ندان
ٹبلی کلاں کے آگے دو راستے روانہ ہوتے ہیں۔ اُن میں سے شرقی راستہ اگرچہ سیدھا اور ہموار
ہے۔ مگر اس پر چلنا سخت دشوار ہے۔ کیونکہ چار بھیڑیئے خونخوار اس پر لیل و نہار پھرتے ہیں
اور مسافران رہوار کو پھاڑ کھاتے ہیں۔ اس لیے غربی رستہ اگرچہ خمدار ہے۔ لیکن مسافروں
کی رفتار کے لیے بہت درکار ہے۔ اس پر جاویں۔ مگر میں نے اُن کے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا
اور اسی سیدھے راستہ ابہانہ طور روانہ ہُوا۔ آگے دیکھا تو چار بھیڑیئے دوڑتے ہوئے آگئے ہیں اور
اس ناتواں بے سروسامان کو گھیر لیا ہے۔ اُس وقت میرے پاس نہ کوئی ہتھیار اور نہ کوئی اوزار
تھا جس سے ان کو ڈراؤں۔ اور اُن کے حملوں سے جان بچاؤں۔ آخر لاچار ایک درخت شاخ
دار پر چڑھ گیا۔ اور وہ ہر چار خونخوار میری انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور
بھیڑیا بوڑھا مکار تجربہ کار ان کے پاس آیا۔ اور اس نے ان کو بیدرنگ درخت کے کھودنے
کا ایک ڈھنگ سکھایا۔ تب وہ سب کھودائی کی کارروائی کو شروع ہو گئے۔ اور جڑوں کو توڑ توڑ
کر زمین سے نکالنے لگے۔ وہ دن تمام اسی کام میں اُن کا ختم ہُوا جب شام سیاہ فام پڑ گئی
تو درخت کی صرف ایک جڑھ باقی رہ گئی اس وقت خوف و ہراس سے میرے ہوش و حواس
جاتے رہے۔ اور زندگی سے امید منقطع ہو گئی۔ لاچار اور بیقرار ہو کر بسبب اضطرار روح شمس
دوراں کا نام بعقیدت تمام پکارا اور بلند آواز سے نعرہ مارا۔ دیکھا تو چار سوار پُر انوار سبزپوش
بڑے جوش سے نیزہ تانے گھوڑے اُڑائے میرے پاس آ گئے ہیں۔ اور انہوں نے ان گرگوں کو
نیزوں سے ہلاک کر کے خاک میں ملا دیا ہے۔ تب اس وقت یہ ناتواں بہت حیران اور شادمان
ہو کر نیچے اُترا۔ اور ان صاحبوں سے نام در مقام پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اس پوچھنے
سے تیرا کیا کام۔ پھر بہت زاری اور انکساری بہ مزید تکرار استفسار کیا۔ تب انہوں نے فرمایا
کہ ہم اس بیان کے باشندگان ہیں۔ اور بتعمیل فرمان شمس دوران تیری جان بچانے کے لیے
یہاں آئے ہیں۔ بس اتنا فرمایا کہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ پس میں وہاں سے بے خطر
اور بے فکر چل کر ایک شہر میں جا پہنچا۔ اور اس ماجرا کو افشا کیا۔ تمام سامعین نے حیران
ہو کر کہا کہ اس بات پر ہمیں یقین اور تسکین تب ہوگا کہ جب تو اُن گرگان مقتولوں کو اس

بیابان میں تمہیں دکھائے گا۔ چونکہ اُس وقت میں تھکا ماندہ اور لاچار تھا اس لیے چلنے سے
اختیار کیا۔ تو وہ لوگ بفرمانِ فیرداریٔ زور زار سے ایک مہرہ پر سوار کرکے اُس جگہ لے گئے
اور وہاں گرگوں کو مرا پڑا دیکھ کر شکر گذار ہوئے۔ اور ہزار ہزار حمد پروردگار کا ادا کرنے لگے۔
کہ بڑی آفات سے مخلوقات کو اس نے بچایا ہے۔ پھر انہوں نے اس حقیر کو بڑا فقیر سمجھ کر
محبت کثیر سے اپنے مکان پر لے گیا۔ اور خدمت خوشامد میں بڑا زور لگایا۔ اور رخصت کے
وقت ایک سو بیس روپیہ بطور انعام مجھے دیکر بڑی عزت و اکرام سے مرخص کیا۔ جب خاکسار
حضور کے دربار پر حاضر ہوا۔ تو شمس دوران نے فرمایا۔ کہ اس راستہ میں جو بیابان ویران
ہیں اُن میں اکثر درندگان رہتے ہیں۔ وہ مسافروں کو جیسے کہ پھاڑ کھاتے ہیں شکر ہے کہ یزدان
نے اُن درندگان سے تجھے بچایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جب حضور کا نام میرا وردِ زبان ہے
اور حضور کی صورت کا میرے دل میں قیام ہے کسی کی مجال نہیں جو مجھے زیاں پہنچاوے۔ بیت

بہ پیشِ ہمت عارف عجب نیست گر کس را   ز خونخواران رہا باشد بعصمت تیغ درخف

کرامت (۸)

غلامِ شمس ملتاں بود از موران سخت بتنگ   کہ در خانش رہائش کرد از موران یکے لشکر
روزے گشت فریادی دعا فرمود آنحضرت   شہ آمد دور آں لشکر غنی گردید زہے سہر

میاں علم الدین نے جو حضرت شمس عارفین کے درویشانِ شاغلین سے صادق الیقین
ہے۔ ایمان زبان یوں بیان کیا کہ پہلے حجرہ کے مقام میں میرا قیام رہتا۔ بحالت درویشی زندگی
کبھی گھر گدائی پر گذران کرتا تھا۔ ایک سال شامت اعمال سے میرے مکان میں موریچوں نے آکر رہائش
کی جن کے ضرر و نقصان سے میری جان بہت تنگ اور پریشان ہو رہی۔ سوتے بیٹھے تمام
ان سے اس نقصان پہنچا ہوا۔ ان کی مدافعت کے لیے بہت حیلہ سازی اور چارہ پردازی
کی۔ مگر کوئی صورت کارگر نہ ہوئی آخر ایک دن اُن کے جنگ سے نہایت تنگ آکر شمس الانوار
کے دربار پر حاضر ہوا۔ تو آپ نے بشفقت بیشمار اس خاکسار سے حال استفسار فرمایا۔ اس نابکار
نے عرض کیا کہ فیاضا آپ کی عنایت اور مرحمت سے اور تو سب خیریت ہے۔ مگر ایک مصیبت

کرامت (۱۰)

غلام شمس باعزم خباثت در زنے دیدہ　　ہماں روز آن زر چشم بس لاچار گردیدہ
بحضرت کرد فریادے اند مود آنکہ توبہ کن　　بگشت آن تائب و شد از وے آزار میدہ

میاں نواب فقیر متوطن کشمیر جو حضرت شمس منیر کی خدمت بابرکت میں مدت تک اقامت پذیر رہا۔ ایک دن وہ چوبند ہمراہی درویشان آستانہ لنگر کا غلہ لانے کے واسطے پولہ کے مکان پر گیا۔ وہاں جاتے ہی ایک عورت نوجوان خوبصورت خوش عنوان کے ساتھ اس کی دیدہ بازی اور سخن پردازی ہوگئی۔ ہمراہیوں نے اُس کو اس ناپاک خدمت سے بکوشش تمام منع کیا۔ مگر وہ عشق آموز سادہ روز محبت اور سوزش اس کے ساتھ خندہ بازی اور دل نوازی کرتا رہا اور دن رات اس کے کوچہ میں پڑا رہا۔ جب وہ سب درویش اُس مکان سے غلہ لے کر لنگر خانہ کی جانب روانہ ہوئے۔ تو راستہ میں اس کی آنکھوں کو درد ایسا شروع ہوا کہ اس کی تکلیف سے بیقرار ہوکر نالہ و فغاں کرنے لگا اور اس زاری سے بیقرار ہوکر آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک درویش بخیر اندیش کی ہمراہی میں حضرت کے پیش ہوا۔ اور عرض کیا کہ اے قبلہ عالمیان میری چشمان بے جان کو ایسا درد پیچاں ہوا ہے کہ سر کے تمام استخوان پھٹنے لگے ہیں اور آنکھوں کے ڈھیلے نکلنے لگے ہیں۔ للہ اس خاکسار کے حال پر رحم فرمایا جاوے اور کوئی دوا بھی مرحمت کی جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مرض کی دوا توبہ کے سوا کوئی نہیں۔ تب اس بیمار چشم نے اپنے کردار سے شرمسار ہوکر دل میں استغفار پڑھا اور اس عورت کے خیال سے دل کا تائب ہوا۔ سبحان اللہ جب میاں نواب حضرت فیضمآب سے رخصت ہوکر آستانہ عالی شان کے دروازے سے باہر نکلا۔ تو سب درد اور اضطراب اس بیمار کا کافور وار یک دم فرار ہو گیا۔ اور تمام آزار اس بیچارہ کا اُس نور کی نظر رحمت سے فی الفور جاتا رہا۔

کرامت (۱۱)

یکے والدنامی گشت پیش حضرت نور　　شبے در خواب آنحضرت بہ دشمن پیش پیکر

وزاں پس در سفر رفت آنکہ واپس نہ آمد   بدیدآں خود را ہمچناں بادیدۂ انہید

حافظ محمد رفیق صاحب ساکن تیماپوری جو شمس دوران کے خادموں سے غلام
راسخ الیقین ہے۔ بصدق زبان اُس نے بیان کیا کہ پہلے میرے والد صاحب بوجہ عدم اولاد اکثر
ناشاد رہتے تھے۔ مگر شمس الاقطاب کی امداد پر کامل اعتقاد اور واثق انقیاد رکھتے تھے۔ وہ ایک
رات پُر برکات میں عالم خواب کے اندر آنجناب کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ تو اُس دربار
پُرانوار میں اُنہوں نے ایک لڑکا شیرخوار زشت رو نابکار بیٹھا ہوا دیکھا۔ جناب نے فرمایا کہ
اس لڑکے کو تم لو۔ اور اس کی پرورش کرو۔ والدم نے عرض کیا۔ کہ غریب نوازا اگر آپ کو
بفضل خدا اس بے نوا پر رحم آیا ہے تو کوئی لڑکا خوبصورت خوش لقا باوفا بندہ کو عطا فرمایئے۔ تو
پھر دیکھا تو یک اور لڑکا بہت حسین عاقل اور ذہین کھیلتا پھرتا ہے۔ اور اس کے گلے میں کچھ
اکرہ تابے۔ راست دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اچھا اس کو لے جاؤ۔ اور اپنی مراد پاؤ۔ پس انہوں
نے حسب الفرمان عالم منام میں اس لڑکے نادان کو اٹھا کر اپنی جان سے لگایا۔ جب خواب
خمار سے بیدار ہوئے تو ان کے دل حزیں میں یقین اور تسکین جاگزیں ہوا۔ کہ پروردگار بحرمت
شمس الابرار کوئی فرزند کامگار باوقار بندہ کو عنایت فرمائے گا۔ پس اس کے بعد وہ بصداقت
نشان کسی کام کے لیے ہندوستان کو راہی روان ہوگئے۔ ان کے پیچھے چندیں ایام کے بعد یہ
امستحان یہ کمترین بندہ ان سعد احیان میں تولد ہوا۔ اور والدہ مہربان نے میرا نام محمد رفیق رکھا
چونکہ بقدرت قدیر والد صاحب کو اس سفر بعید میں عرصہ مدید رہنا پڑا۔ تو اس بندہ کو والدہ ماجدہ
نے بڑی شفقت اور رحمت سے پرورده کیا۔ جب والد چند عرصہ چار سال کے بعد اس سفر
سے اپنے گھر میں تشریف لائے تو یہ ناکس۔ اس شہر کے بازار میں کھیل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر
متحیرانہ و متعجبانہ نگراں ہوئے۔ اور مردمان حاضرین سے پوچھنے لگے۔ کہ اس لڑکے کا کیا نام
ہے اور کس خاندان کا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اسے غریب پرور یہ آپکا ہی نور نظر اور لخت جگر
ہے۔ یہ بات سنتے ہی ان کو اس خواب کی رویت یاد آئی اور وجد سے بیقراری طاری ہو
گئی۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی نہر جاری ہوئی۔ آخر آں حضرت کی فرقت اور محبت کے
جوش سے خروش کرتے ہوئے بیہوش ہوگئے۔ اور آنجناب کے عنایات کے شوق ذوق سے

مصرعہ پڑھا۔ (بقول شاعر، دل را بدل رہے است دریں گنبدِ سپہر۔ جب ہم دونو جناب کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوئے۔ تو آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر تبسم کے ساتھ فرمایا کہ آگئے ہو (دل را بدل رہے است دریں گنبد سپہر) دل میں وہ نابکار بہت نادم اور شرمسار ہوا۔ اور عقیدہ فاسدہ سے تائب اور بیزار ہو رہا۔

کرامت (۱۴۰)

زہے حضرت سجادم کہ آں صاحب الوالعظمت ۔۔۔ بفریادِ عزیزے خویش فرمودہ عجب شفقت

برفتہ بر سر بالین پسرے مردہ و خاستہ ۔۔۔ بخواندش نام میّت را نمودہ گریہ آں میت

میاں عاقل شیر مہر دار جو حضرت صاحب کا چچا زاد بھائی قابل کار اور نیک کردار تھا۔ اور لیل و نہار لنگر کے کاروبار میں مددگار رہتا۔ مدت کثیر کے بعد عمر اخیر میں قدرت یزدانی نے اس کو فرزند دلبند عطا فرمایا۔ اور قبلہ عالم نے اس کا نام محمد اعظم رکھا۔ جب وہ سعادت منوال عرصہ چار سال کو پہنچا تو بتقدیر کردگار عارضہ بخار سے سخت بیمار ہو گیا۔ طبیبان تجربہ کار اور اس کے ردی آثار دیکھ کر علاج سے دست بردار ہوئے۔ اور اس کی زندگی سے مایوس ہو رہے۔ آخر جب نزع کا وقت قریب آیا تو والد غریب نے بحالت گریاں اور سینہ بریاں حضرت کی جناب میں جا کر بڑے اضطراب سے فریاد کی کہ اے عالی نژاد میری حالت خراب ہے لِلّٰہ امداد فرمائیے۔ جو اس نامراد کی زندگی برباد ہو رہی ہے یعنے اس کم بخت کا پسر لخت جگر آج گھر سے وداع ہو رہا ہے۔ اب آپ براہ الطاف بیپایاں اور اعطاف کریمانہ بندہ کے غریب خانہ میں تشریف لاویں اور اعجاز عیسوی اور معجزات احمدی سے اس مردہ کو زندہ فرماویں۔ چونکہ حضرت غریب نواز کو قرابت کے باعث ان کا لحاظ بے انداز تھا۔ اس لیے شفقت اور مرحمت سے اُس کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا تو تمام مردمان متعلقین میں نالہ اور فغاں کا شور بڑے زور سے برپا ہے۔ اور وہ لڑکا بیجان کالمیت اس مکان میں بستر پر بے جان پڑا ہے۔ اُس لڑکے کی والدہ بیچاری ماتا کی ماری بصد زاری اور انکساری جناب کے قدموں پر گر پڑی اور درد کر عارض ہوئی کہ اے بیچوں پیر دستگیر نے بارہ سال کے بعد تو اس کنگال کا بیڑا تیرایا تھا۔ اگر آنجناب بھی جو کہ ہمارے لئے پیر بغداد ہیں براہ عنایت اور مرحمت

اس عاجزہ کی کشتی کو گرداب اضطراب سے نکال کر منزل مراد پر پہنچا دیں تو رحم کریمانہ اور کرم مربیانہ سے بعید نہ ہوگا۔ پس وہ محبوب کردگار اس عاجزہ کے حال زار پر رحم فرما کر بتوجہ خاص اس لڑکے کے پاس بیٹھ رہے۔ اور بڑی شفقت اور پیار سے لڑکے کا نام دوبارہ پکارا تیسری مرتبہ فرمایا۔ کہ گر تو بولتا نہیں تو رو تو سہی۔ تب لڑکا فی الحال بہ امر ذوالجلال حال حال کر رونے لگا۔ اور اس مسیحا انفاس کی برکت خاص سے زندہ ہوگیا۔ خوشی کی صدا۔ در مبارکبادی کی ندا قرب وجوار کے ہر ہر شہر میں مشتہر ہوگئی۔ اور خدا کی خلقت جناب کی عظمت سے متعجب اور متحیر ہو رہی۔

کرامت (۱۵)

بکشف علم حضرت گشت تکرارے بخدامان	یکے خادم نمود انکار پیش صاحب یقان
لیقصد آزمائش رفت آں نزد زنِ فحش	طمانچہ بر رخش آمد دواں شد امکان نادان

مولوی محمد امین صاحب کوچی جو حضرت صاحب کا درویش صداقت کیش ہے اوس نے بصدق زبان بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ خواجہ محمد سلیمان علیہ الغفران کے عرس پر یہ خاکسار سیال شریف کے دربار پر حاضر ہوا۔ زائروں کا بڑا اژدہام تھا عرس کے اختتام کے بعد جب تمام خادمان مرخص ہونے لگے۔ تو یہ خادم جناب کی آستان عالی شان پر کھڑا ہو کر شمس تابان کا چہرہ درخشاں دیکھ رہا تھا۔ وہ دریا فیض زمان سب خادمان کو عنایت اور فیضان سے رخصت فرما رہے تھے۔ مولوی غلام فرید ساکن مسر کی جو انہیں ایام میں سفر ہندوستان سے مدت فراواں کے بعد حضرت کی خدمت کے بعد حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تھا۔ وہ بھی رخصت ہونے لگا۔ تو آپ نے براہ مہربانی اس کی پیشانی کو پکڑ کر ہلایا۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ اب جاؤ تب وہ خادم انشرد گانہ اٹھ کر گھر کو روانہ ہوا۔ چونکہ شمس دوران نے یہ استثناء دیگر خادمان ایک خصوصیت سے اس کو یہ اشارہ فرمایا۔ تو مجھے خیال لاحق حال ہوا کہ ضرور اس امر میں کوئی سر مستتر ہے۔ لہذا خاکسار نے اس بتکرار استفسار کیا۔ مگر اس رازدار نے کچھ اظہار نہ کیا۔ پھر چند ایام کے بعد سید غلام شاہ صاحب جو حضور کا خادم اور مولوی مذکور کا ہم سبق اور ہمکلام تھا ملاقی ہوا تو میں نے یہ بات اس سے دریافت کی۔ اس نے کہا کہ حضور فیض گنجور نے کشف قلبی سے اس کا قصور جو کہ

اس سے صدور ہوا تھا۔ کہ سُنا جتلایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم دونوں طالبان دہلی کے مقام میں مدرسہ
اسلامیہ تعلیم پاتے تھے۔ اور ایک رات میں بزرگوں کے کمالات اور مکاشفات کا باہم ذکر اذکار
کر رہے تھے۔ تو اس تقریب میں اس غریب نے کہا کہ ہمارے حضرت شمس اجمال کشف اور کمال
میں بےمثال ہیں۔ اور اپنے مریدوں کے اعمال اور افعال کو بخوبی دیکھ بھال سکتے ہیں۔ اس نے
انکار کیا۔ اور تکرار سے کہا کہ اگر وہ حضرت کشفی بصارت سے مریدوں کی ضلالت کی حالت کو
معاینہ کر سکتے ہیں۔ تو میں اس آزمائش کے لیے کنچنی کے پاس جاتا ہوں اور اس کے ساتھ ہمبستر
ہوتا ہوں۔ اگر اس باکمال نے میرے حال کو دریافت فرما لیا۔ تو تب مجھے اس کی کشف پر کامل
یقین اور پورا تسکین ہو گا۔ اس وقت میں نے اعتقاد اور انقیاد کے جوش سے مدہوش ہو کر کہا
کہ اگر شمس الانوار تیرے بُرے کردار پر خبردار نہ ہوئے تو قسم ہے پروردگار کی جو میں ان کی بیعت
سے دست بردار اور بیزار ہو جاؤں گا۔ تب وہ خطاوار اُسی وقت بازار میں ایک عورت زانیہ
کے پاس چلا گیا۔ اور اس کو کچھ دام دیکر بُرا کام کرنے لگا۔ الغرض جب کپڑے اتار کر دخول
کو تیار ہوا تو غیب سے ایک طمانچہ اس کے رخسار پر ایسا پٹکا رسید ہوا کہ وہ بے اختیار ہو کر
دیوار پر جا پڑا۔ خوف سے لاچار ہو کر شلوار اور دستار کو پکڑ کر دوڑتا ہوا باہر نکلا۔ اور نہایت شرمسار
ہو کر میرے پاس آیا۔ اور خجالت اور ندامت سے پامال ہو کر اس نے سب حال سنایا اور بدرگاہ رب
غفار میں اُس بُرے کردار سے بصدق دل استغفار پڑھا۔ بعد ازاں اُس بد خصلت شعار کا اعتقاد ایسا
استوار اور برقرار ہوا۔ کہ بقیہ زندگی تمام میں جناب کا نام اس کا ورد زبان رہا اور اس کا دل اور جان
جناب کے اقدام پر قربان رہا۔

کرامت (۱۶)

بنزد قریہ حضرت بلوچاں کرد نوح جب — پئے تکلیف بنہادند بحالات غربائے
بقریہ دمساکین پس مدت کشت حضرت را — ہمہ ماندہ چارہ شاں ہر یک تباہ گشتہ بہ بے نہ

یہ ذکر سیال شریف کے باشندگان اور قرب جوار کے مردمان کی زبان پر مشہور عام ہے۔ جب
کو میاں غلام فرید سیال نے بصدق مقال یوں بیان کیا کہ حضرت شمس دیوان کے

ابتدائی زمانہ میں موضع مٹھہ کے مالکان بلوچان نے ایک کنواں نیا اپنی زمین میں سیال شریف کے
قریب بکوشش تمام جاری کرایا جس سے باشندگان سیال شریف کو فکر کامل لاحق ہوا۔ کہ وہ لوگ
فتنہ باز اور مفسدہ پرداز ہیں۔ اُن کے اس قرب جوار سے ہم کو ضرر بسیار ہوگا۔ مگر انہوں نے بجائے
صبر اور تحمل کو اختیار کیا۔ اتفاقاً ایک دن میاں فیض محمد سیال جو اپنی قوم میں با اقبال تھے گھوڑہ
محمد پناہ سے سوار ہو کر سیال شریف کو آرہا تھا۔ اس کنوئیں پر پہنچا اور دیکھا تو سیال شریف کے
شہر کا ایک گدھا بُری حالت سے باندھا ہوا کا بجن سے لٹکا کھڑا ہے جس کو وہ دیکھ کر بہت حیران
اور پریشان ہوا۔ مسمی شیر خاں سے جو اس کنوئیں پر قیام رکھتا تھا۔ پوچھا کہ اے جوان اس حیوان
بے زبان پر اتنا ظلم تو نے کیوں روا رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ خر ہمارے چوہ پر نہ آتا تو اس
قدر سزا نہ پاتا۔ میاں صاحب نے کہا کہ جس زمیندار کا کنواں شہر کے قرب جوار میں ہو تو اس کو بردبار
ہونا چاہیئے۔ اس بدسگال نے کہا کہ تجھے قسم ہے۔ یہ کنواں کہ جو ہم نے اسی خیال پر اس شہر کے
اتصال میں یہ کنواں بنایا ہے کہ اس شہر کی جو عورتیں غسل کرنے کے لیے اس کنوئیں پر آویں گی ان
کا جمال دیکھیں گے اور جو مال مویشی شہر سیال کا اس محال میں آئے گا اُس کا یہی حال کریں گے میاں
صاحب اس شریر کی مفسدانہ تقریر سن کر بہت دلگیر ہوا اور تمام خویشوں اور متوسلوں کو ہمراہ لے
کر شمس دوراں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ سب حال بصد رنج و ملال عرض کیا اور کہا کہ اگر
ان کا کنواں جاری رہا تو ہمارے لیے اس خواری اور شرمساری سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت بھاری
نہ ہوگی۔ جناب نے فرمایا کہ اچھا تم سب حاضرین بدرگاہ رب العالمین سے دعا مانگو۔ اور یہ مسکین تمہارے
مدعا پر آمین کرے گا۔ الغرض جناب نے توجہ قلبی سے دعا طلبی فرمائی۔ جس کی درگاہ کبریائی میں
ایسی منظوری ہوئی۔ کہ وہ کنواں معہ زرگاؤں چاہ کشاں اسی روز زمین دوز ہو گیا۔ اور آج تک
وہ مسمار اور بیکار پڑا رہا۔ باقی ان کے دیگر چاہات بھی اُنہیں ساعات میں خشک اور خرابات
بن گئے۔ تب لعل خاں جو شیر خاں کا برادر کلاں تھا۔ اور اپنی اقوام میں معزز و عزت نشان تھا۔ یہ
حال پُر ملال دیکھ کر بحالت ترساں و لرزاں دوسرے روز حضور میں شرف اندوز ہوا۔ اور اپنی
ملکیت سے ایک سو بیگھہ زمین شمس العارفین کی نذر کر کے بصد نیاز عرض پرداز ہوا۔ کہ معاف
فرما میرا بھائی اگرچہ جوان ہے۔ مگر بڑا بے سمجھ اور نادان ہے۔ چونکہ اس کے ابلہانہ اقوال جناب

کو رنج اور ملال آیا ہے جس سے اس خیر سگال نے کمال زوال پایا ہے۔ اس لیے بعجز عرض کرتی ہے کہ لللہ از راہ عطا بخش معاف فرمائی جاوے۔ اور میرے موضع برباد شدہ کو دلی امداد سے پھر آباد کیا جائے۔ اور اس کنوئیں ویران کے بجائے جہاں حضور کا فرمان ہو وہاں اور کنوئیں لگایا جائے۔ تب اُس نے فرمایا کہ میاں فیض محمد سیال کا یہ خیال ہے کہ کنواں تمہارا فی محال سڑک سے بجانب شرقی تیار ہووے۔ لعل خان مذکور حضور کے فرمان پر بہت مسرور اور شکور ہؤا۔ در حسب امر سڑک کے شرقی کنارہ پر کنواں کھدوا کر جاری کیا۔ اور اس کا نام خیر بیت خان رکھ گیا۔ مت پانی کا چشمہ بحر عمان کی مثل ایسا رواں ہؤا کہ تمام موضع میں وہ کنواں ایک بڑا نشان ہو گیا۔ پیشہ مرید کی رضامندی ان کا موضع برباد شدہ پھر آباد ہو گیا۔ اور جو زمین لعل خان نے حضرت شمس دوران کے پیش نذر کی تھی اس کو آنجناب نے میاں عالم شیر چونڈ کے سپرد فرمائی جس میں اس نے کنواں کھدوایا جس کا نام شمس دوران نے عالم شیر والہ مقرر فرمایا۔ اور از انجملہ نصف ملکیت حضرت نے میاں مذکور کو مرحمت فرمائی۔ اور سرکاری کاغذات میں اس کے نام ارتقام کرائی۔ حضرت ذوالکمال کے وصال کے بعد لعل خان کے متعلقین نے سیال شریف کے قریب پھر اُسی چاہ مسمار شدہ کو تیار کرایا اور اس کے جاری کرنے میں زور لگایا مگر اُس میں سے ہرگز پانی نہ آیا۔ بیت

ہست رنج عارفاں رنج خدائے ذوالجلال	ہر کہ آید زیر رنجے در دمے یابد زوال

کرامت (۱۶)

تعالیٰ شیئا حضرت مکرم صاحب عظمت	کہ دیدش خادمے در شب بہ شغل نفل در خلوت
تجلی از سرش میرفت با بالا تا فلک آندم	ہمہ دربار روشن بُد ز نور جلوۂ حضرت

میاں غلام فرید فرو کہ ساکن موضع سلیقہ جو شمس دوران کا غلام معارف نشان تھا۔ اور اکثر لنگر کے مکان پر تیار رہتا۔ اس نے بصدق زبان یوں بیان کیا۔ کہ میں ایک رات پُر برکات موسم رمضان میں حضور کے آستان عالی شان پر سویا ہوا تھا جب حسب عادات پچھلی رات کو نیند خمار سے بیدار ہوا۔ دیکھا تو جناب کے محل سے ایک نور کا مشعل آسمان تک چمک رہا ہے جس کے چمکار سے تمام دربار پُر انوار دمک رہا ہے۔ یہ غلام اُس عظیم نشان کی ایسی عظمت

اور خلوت پر حیران ہو کر اُس محل کے دروازہ پر گیا۔ درزوں میں سے دیکھا تو وہ محبوب خدا واصل ذات کبریا ہمہ از اغیار سے جدا اور تنہا ہو کر نفل تہجد ادا کر رہا ہے۔ اور اس کے تارک مبارک سے نور کا شعلہ جلوہ گر ہو کر فلک تک جا رہا ہے۔ جس سے اس احقر کو ہیبت اور سیاست کثیر دامن گیر ہوئی۔ ریجان لرزاں اور ترساں کنوئیں کی طرف پشت کر کے اُس پیشوا کی جانب التفات کرتا ہوا پسپا ہوا۔ اور شرقی چاہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور کئی لحظہ تک اُس نور کا ظہور دیکھتا رہا کچھ دیر کے بعد وہ رنگ یکا یک نظر سے غائب ہو گیا۔

کرامت (۱۷)

بوقت صبح آنحضرت ز طغیانی نمود ایما ۔۔۔ بحین ظہر بس پُر زور آمد آب از دریا
بُبرد شہر بند داوند و آں بشکست شد سختی ۔۔۔ مگر حضرت حفاظت کرد خود بز لہ شہرہا

میاں بخشا در کفشگر ساکن سیال شریف جو حضرت شمس انور کا خادم معتبر ہے۔ اس نے اس خبر عام مشتہر کو یوں ذکر کیا ہے۔ کہ ایک دن موسم تابستان میں حضرت فیض زمان بوقت اشراق بڑے استغراق سے وظائف پڑھ رہے تھے۔ اور یہ فدوی اپنی محبت اور اشتیاق سے اُس عمیم الشفاق کو پنکھا جھل رہا تھا۔ جب آپ اپنے شغل اشغال سے فارغ الحال ہوئے تو فرمانے لگے۔ کہ لوگ کہتے ہیں کہ شدت گرما میں دریا کا چڑھاؤ ہوتا ہے۔ اس لیے آج مجھے اس تپش آسمانی سے دریا کی طغیانی کا فکر اور ڈر ہے۔ علی ہذا القیاس اس رمز شناس نے تین بار اس کلمہ کا تکرار فرمایا۔ اور خاکسار نے اس کو لوگوں کے آگے اظہار کیا۔ مگر انہوں نے اس بات پر اعتبار نہ کیا۔ اس خیال پر کہ شاید اس ذوالکمال نے بموجب قیل قال عوام مردمان کے ایک شنیدہ مقال بیان فرمائی ہے۔ اس لیے شہر کے باشندگان نے اپنی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا پس اسی دن ظہر کے وقت ایک مخبر دوڑ کر خبر لایا۔ کہ طغیانی کا پانی ایسے زور سے پر خطر آ رہا ہے۔ کہ ہر ایک شہر کو زیر و زبر کرتا چلا آتا ہے۔ تب اس گاؤں کے مردمان خورد و کلاں نے جمع ہو کر بخوف نقصان شہر کے گرد باندھا بنانا شروع کیا تاکہ اُس طوفان سے شہر ویران نہ ہو جائے ابھی وہ تمام آدمان اس باندھ کے بنانے میں کوشاں کھڑے تھے کہ یکا یک طغیانی کا پانی ایسے

زور شور سے آیا۔ کہ شہر کے ہر گھر کو چوپھیر سے گھیر لیا۔ گویا۔ اس آبادی
کا نشان کشتی کی مثل دریائے عمان میں نمایاں ہو رہا۔ لوگوں کو خوف کثیر دامن گیر ہوا
کہ خدانخواستہ اگر باندھا ٹوٹ گیا تو پانی چھوٹ کر شہر آباد کو غرقاب کر دے گا۔
اس لیے سب مردمان اور زنان باندھا کی تیاری اور استواری دل اور جان سے
مصروف ہوئے مگر آخر پانی کا زور شور دیکھ کر ہمت کو ہار گئے۔ اور حضرت کی جناب
میں جا کر فریاد کی کہ اے غریب نواز اب شہر غرقاب ہونے والا ہے۔ باندھے پر تشریف لائیے
اور ہمت باطنی سے امداد فرمائیے۔ تب حضور پرنور ان کے مسرور کرنے کے لیے بوقت شام
باندھا کے مقام پر تشریف لے گئے اور تمام باندھا کا ملاحظہ کر کے فرمانے لگے۔ کہ یہ دو جگہ
کمزور ہیں ان کا استحکام بکوشش تمام ضرور کرنا چاہیئے۔ ان نادانوں نے بے سمجھی سے
عرض کیا۔ کہ عالی جاہا یہ ہر دو موقعہ تو بہت اور استوار ہیں۔ ان کے لیے تو کوئی فکر اور کار نہیں
کہ دوسرا باندھا بیکار ہے جس کے لیے حضور کی توجہ درکار ہے۔ پس حضرت خاموش ہو اس کے
بعد اپنی عبادت گاہ کو تشریف افزا ہوئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں موقعوں سے
جہاں جناب کا ارشاد تھا۔ یک دم باندھا ٹوٹ گیا۔ اور پانی ناگہاں بندوق کی مثل چھوٹ کر شہر
جا پڑا۔ پھر وہ مردمان کشتی شکستگان کی مثل نالان و گریان جناب کی خدمت میں دوڑے
زاری اور شرمساری سے عارض ہوئے کہ ہم عاجزاں بوجہ عدم تعمیل فرمان سب ویران ہو
چکے ہیں۔ کیونکہ انہیں دونوں موقعوں سے باندھا ٹوٹ گیا ہے۔ اب اس کا باندھنا اور پانی کا
روکنا بندگان کا امکان نہیں۔ محض جناب کی ہمت اور امداد درکار ہے۔ ورنہ شہر کا بچنا دشوار
ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر ان ناکوں کو سنبھالو۔ اور ان پر مٹی ڈالو۔ خداوند کی مہربانی سے پانی بند
ہو جائے گا۔ اگرچہ ان لوگوں کے خیال میں یہ امر محال تھا۔ مگر حسب الفرمان وہ مردمان پھر اس
باندھا پر گئے۔ اور ناکوں میں مٹی ڈالنے لگے تو یک دم وہ پانی بڑی آسانی سے بند ہو گیا۔ اور دریا
کے ٹوٹنے سے پانی لوٹ کر واپس چلا گیا۔ بفضلہ۔ باقی شہر کی کوئی نقصانی نہ ہوئی۔ اور
اس عنایت یزدانی کی مہربانی سے تمام باشندگان کو امن سے شادمانی
ہوئی۔

کرامت (۱۸)

حیات اللہ کہ بے اولاد بود و مادرش روزے بحضرت ساختہ فریاد از مہرش بصد سوزے
بگفتہ حضرتش باشد پسر وے نام عبد اللہ پس از مدت شدہ پیدا ہما فرزند فیروزے

خان صاحب محمد حیات خان افغان رئیس ترکی لوالہ جو شمس دوراں کا خادم صادق الایقان تھا۔ اور بوجہ عدم اولاد ہونے کے اکثر متفکر اور ناشاد رہتا ہے۔ ایک دن اس کی والدہ نیک سرشتہ جو حضور کی دامن گرفتہ تھی، زیارت فیض بشارت کے لیے حاضر دربار انور ہوئی۔ اتفاقاً اس وقت میں ایک عورت نے جناب سے اپنے پوتے نوزاد کا نام استصواب کیا۔ تو شمس مآب نے اس کو کوئی نام ارشاد فرمائی۔ خان صاحب کی والدہ کو بھی جو کہ بے اولادی سے افسردہ اور غمزدہ تھی دل میں رشک آیا۔ اور اس نے عرض کیا کہ غریب نواز از راہ فیاضی اور غریب نوازی حیات اللہ خان کے بیٹے نام سے شادماں اور فرحناک کیا جائے۔ آں ذات برکات اس کی بات سن کر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد بہ شفقت از روئے زبان فیض ترجمان سے فرمانے لگے۔ ایزد رحمان حیات اللہ خان کو فرزند ارجمند عنایت فرمائے گا۔ جس کا نام عبد اللہ خان ہوگا۔ پس اس کے بعد مدت دراز تک اس نیک نہاد کے گھر میں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ تمام مردمان خاص اور عام کو ناامیدی تمام ہو گئی۔ مگر حیات اللہ خان مذکور حضور کے فرمان پر دل اور جان سے راسخ الیقین رہا کہ آنحضور کی بشارت کا نتیجہ ضرور کبھی بر آئے گا۔ کیونکہ غوث زماں کا فرمان خالی ہرگز نہیں جائے گا۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ حضرت دو جہاں کے وصال کے بعد خالق دوراں نے اپنے کرم بے پایاں سے اس کو فرزند دلبند عطا فرمایا۔ اور انہوں نے حضرت محمد ضیاء الدین سجادہ نشین صاحب سے اس برخوردار کا نام استفسار کیا تو آنجناب نے حضور کی قلمی کتاب سے جس میں تاریخ ہائے میلاد و اسمائے مولود کے نام ہندو کا حساب اندراج تھا۔ اس لڑکے کا نام دریافت فرمایا تو اوقات کے لحاظ سے اس کا نام میر عبد اللہ خان آیا۔ چونکہ حضرت ذوالکمال نے چندیں سال پیشتر مقرر فرما دیا تھا۔ لہٰذا اس لڑکے کا نام عبد اللہ خان رکھا گیا۔

کرامت (۱۹)

به سالے از فلک بحق نیامد قطرهٔ باران — بیامد بہ غسل شمس جمعے از زمیندران
به اوشاں گفت حضرت غسل نمائید زرا را — چناں کردند شد بارش بہ در دشت و کہساران

یہ خبر مشتہر عام ہے اور رسیال شریف کے باشندگان اور مختلف دیہات کے مردمان متدین بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بوجہ عدم باراں جہان میں قحط فراواں پڑ گیا۔ تمام ملک تنگدستی کی سختی سے پریشان اور ویران ہو رہا۔ ایک دن بہت سے آدمی قرب وجوار کے باشندگان جمع ہو کر شمس دوراں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر بی بی بانو کو جو حضرت کے دربار پہ وہ قدیم کار خدمت گار تھی ہمراہ لے گئے۔ تو اس نے پہلے ایک گھڑا پانی کا بھرا۔ اور صاف کر کے اپنے سر پر دھرا پھر حضرت کے پاس آکر دست بستہ ہو کر التماس کیا۔ کہ اے فیض زمان خشک سالی سے جہان ویران ہو گیا ہے۔ اور خلقت بیچاری بھوک کی ماری قحط کی خواری سے مر گر رہی ہے۔ اس لیے ان مغموم غمزدوں نے آپ کے غسل کرانے کے لیے پانی لایا ہے۔ اس خیال پر جو سنا جاتا ہے۔ کہ اگر کسی بزرگوار صاحب عرفان کو خشک سالی کے ایام میں غسل دیا جائے تو ایزد منان اس کے طفیل اپنی مخلوق پریشان پر رحمت کا باران نازل فرماتا ہے۔ حضور فیض گنجور نے فرمایا کہ مجھے غسل دینے سے معذور رکھو۔ میاں زراسیال جو کہ نیک خصال ہے۔ اس کے گوش پر جاؤ۔ اور اس آزردہ حال کو شفقت سے غسل دلاؤ۔ امید ہے کہ ایزد متعال اپنے کرم وجلال سے رحمت کا باران اپنی خلقت نالاں پر برسائے گا۔ اور قحط کا وبال مخلوق آشفتہ حال سے نکال دے گا۔ پس حسب الارشاد واجب الانقیاد وہ سب اشخاص میاں زرا کے پاس گئے۔ اس وقت وہ کوٹھی پر ایک درخت کے سایہ میں سویا ہوا تھا۔ انہوں نے گھڑے کا وہ پانی جھٹ اس پر پلٹ دیا جس سے نامبردہ اٹھ کر بہت آزردہ اور پژمردہ ہوا اور کہنے لگا کہ اس غریب بے نصیب کے ساتھ کیوں ٹھٹھہ مخول کرتے ہو۔ خدا سے بھی نہیں ڈرتے۔ وہ قادر کی قدرت جو اسی آن میں مغرب کی جانب سے ایک بادل سیاہ فام اٹھ کر تمام آسمان پر محیط ہو گیا۔ اس کی رحمت فراواں سے یک دم باران بیکراں ایسے زور سے نازل ہوا۔ کہ

چند منٹ میں پانی کا طوفان بحر رواں کی مثل ہر ایک جگہ نمایاں ہوا۔ قحط کی آفت تمام جہان
سے دور ہوگئی۔ خلق بے نوا ذات کبریا کی رحمت سے آباد اور مسرور ہوگئی۔

کرامت (۲۰)

یکے ز قرضۂ سنگین بحضرت کرد فریادے   بفرمود آنکہ خواہد یکسر قرضش برباد ے
چنان شد قرض دستے پُر کہ در وقت حسابے   بنجگی ہندوانہ کاغذ برآمد تمام آزادے

منشی احمد بخش ساکن بنبول نے جو حضرت شمس العارفین کے غلاموں سے صادق الیقین
ہے۔ بصدق زبان مجھ سے بیان کیا کہ مسمی برخوردار سگو جو میرے شہر کا ایک زمیندار اور شہ زور
کا خادم جان نثار تھا۔ اور دربار فیض آثار پر اکثر آمد و رفت کرتا تھا۔ مگر قرض گراں بار سے ہمیشہ بیمار
مغموم اور دلفگار رہتا تھا۔ آخر ایک دن اس نے بحالت غم زدگاں اور گریاں حضرت فیض نشان
کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ غلام جانا ہے کسی کا ڈیڑھ ہزار روپیہ کا قرضدار ہے۔ اور وہ ہندو شاہوکار
جو میرا قرض خواہ ہے سخت جابر اور غدار ہے جس کے خوف سے بندہ ہر وقت پُر انگار اور
دلفگار رہتا ہے۔ آپ کی درگاہ عالیہ کے سوا بندہ کا کوئی ملجا و ماوا نہیں۔ للہ اس آشفتہ حال کے
احوال پُر ملال پر رحم فرمایا جاوے۔ اور قرض گراں بار سے جو ادا ہونا اس کا میرے سے سخت
دشوار ہے۔ توجہ دلی سے بچایا جاوے۔ اس کی حالت پر مذلت پر جناب کو بڑا رحم آیا اور شفقت
اور کرامت فرمایا کہ غم اور فکر نہ کر۔ خدا کے فضل پر توکل کر۔ کردگار کی قدرت اور عنایت سے قرض
تیرا دھواں کا بادل ہو جائے گا۔ اڑتا نظر نہیں آئے گا۔ پس وہ شخص مذکور بڑا مسرور ہو کر اسی
وقت حضور سے رخصت لے کر اپنے گھر کو گیا۔ دو تین دن کے بعد اتفاقاً وہی ہندو نامی دشمن
شاہوکار اس برخوردار کو بازار میں ملا۔ اور اس نے بڑی خفگی اور خشکی سے اس کو کہا کہ آج تو
میرے ساتھ حساب کتاب فہمید کر۔ اور روپیہ دے کر کل قرضہ کا تصفیہ کر۔ ورنہ میں تجھے سرکار کی
عدالت میں بہت خوار کروں گا۔ اور تیرا گھر بار سر بازار تمام نیلام کراؤں گا۔ تب اس زمیندار
نے بہت آزردہ و ناچار ہو کر چند آشنا اور واقف کار کو ہمراہ لیا۔ اور فہمید حساب کے لیے
اس کی جگہ پر گیا۔ وہ شاہوکار جو بڑا ہوشیار اور طرار تھا۔ اپنی بہیات کو نکال کر اور سب کاغذات

کو سنبھال کر سارا دن میزان لگاتا رہا۔ اور دیگر حساب دنوں سے مقابلہ کراتا رہا۔ آخر اس شخص غمناک کا کل حساب بیباق نکلا۔ بلکہ اس زمیندار قرضدار کا کچھ روپیہ شاہوکار کے ذمہ فی غلہ بزائد ہوا اس کیفیت عجیب اور کرامت غریب کو مردمان دیکھ کر حیران ہو رہے اور تمام حاضرینان شمس دوران کے کمالات پر ثناخوان ہوئے۔

کرامت (۲۱)

زہے آں ہمتے عالی کہ بر جن بشر حیواں | تصرف بود او یکساں بہر مخلوق در دوران
یکے اسپ شریر و بد رکابے بد نجاد م او | بیک نظرش بگشت آرام پیش ہر یکے انسان

مولوی غلام حسین صاحب ساکن ٹمھیانہ جو برگزیدہ زمان اور صداقت نشان ہیں حضرت سجادہ نشین صاحب ثانی کے فیضان سے مجاز اور ممتاز ہیں۔ اُنہوں نے ذکر کیا۔ کہ ایک دن ملک فتح خان ٹوانہ ساکن ہموکہ نے میرے آگے بصدق زبان یوں بیان کیا۔ کہ میں حسب ملازمت سرکار دنیچنڈ میں تھانہ دار تھا۔ بڑی محنت اور پیار سے ایک گھوڑا عمدہ شکل دار کسی زمیندار سے خریدا۔ دیکھنے میں تو وہ ایک تصویر دلپذیر کی مثل بے نظیر تھا۔ مگر سواری میں سخت شریر تھا۔ دولتیاں مار مار کر سوار کو زین سے اتار دیتا تھا۔ بلکہ اس بداطوار پر زین کا ڈالنا بھی دشوار تھا۔ سواروں نے اُس کے سدھانے کا بہت حیلہ اور چارہ کیا۔ مگر اس ناکارہ پر کوئی چارہ کارگر نہ ہؤا۔ آخر اُس بدشکال کو میں حضرت ذوالکمال کی جانب لے چلا۔ اس خیال پر کہ جب اُس ملجاء کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑے گی تو جناب کی برکت اور حرمت سے اس کی شرارت اور نحوست جھڑ جائے گی۔ چونکہ اس وقت میرے سب عیال اور اطفال خورد و سال حضرت کی زیارت کے لیے بندہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ تو بتقاضا کردگار راستہ میں خدمتگار نے میرے بھتیجے برخوردار کو بپایت اُس گھوڑے پر سوار کر دیا۔ اور لگام پکڑ کر ساتھ ہو لیا مگر وہ بداطوار بڑے زور سے اس کے ہاتھوں سے باگ ڈور تروڑ مروڑ کر اچھلتا اور کودتا چلا گیا۔ وہ لڑکا ہراساں بخوف جان زین سے چسپاں ہو کر گریہ و فغان کرتا گیا۔ اُس وقت میں نے اس کی زندگی سے یاس اور بحواس ہو کر سمجھا کہ یہ لڑکا یقیناً مر چکا ہے۔ لیکن حالت اضطرار میں سخت بیقرار ہو کر غوث کے دفع کے حضور کا ذر . . . زور غوثی کا نعرہ مارا۔ واہ خدا کی شان جو وہ گھوڑا تیز رو

دور میدان سے اُسی آن میں دواں دواں واپس میرے پاس آگیا۔ اور میں نے دوڑ کر فی الفور اس کی عنان کو پکڑ کر قابو کیا۔ بفضل ایزد منان اور بتوجہ شمس دوران لڑکے کو امن امان سے زندہ جان پایا۔ اور ہزاروں ہزار شکریہ پروردگار کا بجالایا۔ وہاں سے چل کر جب بندہ حضرت کی جناب میں شرفیاب ہوا۔ تو پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ سرکش گھوڑوں پر لڑکوں کو چڑھانا نادانوں کا کام ہے۔ ایزد رحمان کا بڑا احسان ہے۔ جو اس نے اپنی عنایت فراواں سے تمہارے لڑکے کی جان کو امان دی ہے۔ پس میں نے اُس گھوڑے کا تھان شرقی کنوئیں کے متصل عالم شیر کے مکان پر بنایا۔ اور سائیس کو اس کے پاس بٹھایا۔ اور بعد ظہر سے پیشتر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو کر دل میں خیال کیا۔ کہ اگر اس وقت آپ وضو کے لیے اس کنوئیں پر تشریف لے جاویں۔ اور اس گھوڑے کو عطوفت کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو بندہ اپنی مراد سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ پس آنحضور پُر نور نے میرے مخطور کو کشف سے معلوم اور مفہوم کر کے بعنایت خاص عادت کے برخلاف اسی کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ اور اُس گھوڑے کو جو راستہ کے کنارہ پر کھڑا تھا رحمت کی نظر سے دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ گھوڑا بہت عمدہ شکل دار ہے۔ سبحان اللہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے اتنا ہی کلمہ عیاں ہوا۔ تو اُسی آن میں وہ گھوڑا ایسا نرم اور رام ہو گیا کہ اس کو لگام کی بھی حاجت نہ رہی۔ زنان و کودکان اگر بلا عنان اس پر سوار ہوا کرتے تھے۔ تاہم آہستگی و آرام سے راہرواں ہوتا تھا۔ اور بڑا اصیل اور غریب ہو کر اپنے تھان پر کھڑا رہتا تھا۔ الغرض کو شمس دوران کے فیضان سے وہ ایسا فرمانبردار اور نیک عنون ہوا۔ کہ زندگی کے اختتام تک کسی انسان نے اس کی شرارت کا نام بھی نہ لیا۔

کرامت (۲۲)

خادم شمس شد بیمار بس لاچار از مرضے	یک سفر و دوم تنہا سیوم تزار پُر دردے
شبے از تشنگی بے تاب شد فریاد بنمود آں	بداده آب حضرت خود شفا کششش آں عرضے

میاں صاحب محمد امین خطیب ساکن خوشاب جو شمس الاقطاب کے غلاموں سے ایک نیک نہاد اور صادق الاعتقاد ہے۔ اپنی زبان سے یوں بیان کیا کہ میں ایک بار بحالت سفر ڈیرہ

اسماعیل خاں میں عارضہ بخارِ سخت بیمار ہوگیا۔ انتالیس روز تک لیل و نہار اس مرض کے
قلق اور اضطراب سے نہایت خوار اور لاچار رہا۔ صرف پانی کے سوا اور کوئی غذا نہیں کھا سکتا تھا۔ ضعف
اور ہزال بدرجۂ کمال لاحقِ حال ہوا۔ حتیٰ کہ بیٹھنا اور اٹھنا بھی محال ہوگیا۔ ایک رات پُر برکات میں بحالت
اضطراب بسترِ خواب میں بیتاب پڑا تھا جو پیاس کی شدت اور بخار کی حدت نے میری جانِ زبوں
کو سخت بریاں کیا۔ دوسرا آدمی کوئی پاس نہیں تھا جو اُٹھ کر پانی پلا دے۔ اور میری پیاس کی حدت کو بجائے
خود تشنگی کے شدائد سے دوچار ہو کر بہ حیثیت بڑی تکلیف سے پانی پینے کے لیے نیچے اُترا۔ مگر کمزوری
اور ناتوانی سے گر پڑا۔ غش آگئی۔ اُٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ جب دیر سے کچھ ہوش آئی تو غم کے جوش
سے گریاں اور نالاں حضور کو نام لے لے کر تمام پکارا۔ حوالے غریب نواز خدا کے محتاز بے بیچارہ نیلبت کا
مارا مر رہا ہے۔ فی سبیل اللہ اس ناشاد کی امداد فرمائیں یعنی اپنے غلامِ پُر حرمان کو گردابِ عذاب سے
ساحلِ مراد پر پہنچاؤ۔ سبحان اللہ اُسی وقت بالمشافہ دیکھا تو آنحضرت ذوالکرام ہاتھ میں پانی کا پیالہ لیکر
اس گمنام کے پاس کھڑے ہیں۔ اور عنایت بے غایت سے اس مسکین حزیں کو فرماتے ہیں کہ اے میاں
محکم الدین یہ پانی شیریں پی لو غمگین نہ ہو۔ میں بہت خوشحال ہو کر فی الحال اس ذوالکمال سے وہ
شربت زلال لے کر نوش جان کیا۔ تو بکرم ذوالجلال میرے سب دردوں کا وبال یک دم زائل
ہوگیا۔ صحت بدنی اور طاقت جسمی فی الفور جان میں آگئی۔ بیماری اور اضطراری کی کوئی شکایت
باقی نہ رہی۔ صبح کے وقت اُٹھ کر صحت کا غسل کیا اور شکرانہ کا دوگانہ پڑھ کر گھر کو روانہ ہوا۔

کرامت (۲۳)

غلامِ شمس بستر بود بے اولادھم بے زن — بفریادش عنایت کرد بیحد حضرتِ احسن
کہ در اول زن و پسرش لعد خوب نبودش — وزاں پس ساختش مثمر مثالِ گلبنِ گلشن

حافظ سراج الدین تی ناندار بوط پلوار نے صداقت زبان سے یوں بیان کیا کہ میرا والد
ماجد میاں شرف الدین اقبال جی حضرت شمس العارفین کے عاشقین سے خدمت گذار جاں نثار
تھے بتقدیر کردگار جتنا عرصہ تک ان کے گھر میں کوئی برخوردار نہ ہوا اور آدم زادگی بس کے ابتدائی عمر
میں بتقدیر قادر قدیر رحلت پذیر ہوگئے۔ اور بے اولادی اور گھر کی بربادی سے کثر غمگین و حزین

رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اس اندوہ گینی اور غموں سے شمس الاقطاب کی جناب میں جاکر فریاد کی کہ اے غریب پرور اس احقر کا گھر سراسر برباد ہو گیا ہے۔ نہ زن ہے نہ اولاد ہے جس سے ہر وقت یہ بے مراد غمزدہ اور ناشاد ہے۔ براہ مہربانہ گھر ویرانہ کو باطنی امداد سے آباد فرماؤ۔ اور نہ کرد کریمانہ سے اندھیرے گھر میں چراغ جلاؤ۔ آپ نے اس کی عرض داشت پر بڑے عنایات سے غور پرداخت فرمائی۔ اور نہایت شفقت اور مرحمت سے دعا کی۔ پس چند روز کے میرے والد نے خواب دیکھا کہ آنجناب کے ہاتھ میں دو چراغ ہیں۔ ایک میرے والد پژمردہ حال کو عطا فرمایا اور دوسرا میاں عالم شیر سیال کو مرحمت کیا۔ پھر اسی مقام میں ایک عورت نوجوان سے اس کی شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا شکل دار تولد ہوا۔ جب اس نے اس لڑکے کو پیار سے اٹھایا تو لڑکے نے خواب کے اندر اس کی ریش میں پیشاب کر دیا۔ صبح کے وقت جب والدم بیدار ہوا اس معاملہ نے متحیر اور دلفگار ہو کر شمس الانوار کی خدمت میں جاکر اس خواب کو اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تجھے مبارک ہو۔ خداوند تمہیں فرزند ارجمند دے گا۔ جو حافظ قرآن مجید اور نیک نصیب ہو گا۔ پھر تھوڑے ہی دن گذرے جو خدا کی عنایت اور اس کی پیشوا کی برکت سے اسی اثناء میں اس کی شادی ہوئی۔ اور چند ایام کے بعد بفضل خالق نامدار یہ غلام اس کے گھر میں پیدا ہوا اور اس نیض رساں کی برکت اور فیض سے اندک زمن میں قرآن کو حفظ کیا۔ اور مروجہ علوم کی تعلیم پا کر سرکار دولت مدار کی عدالت میں تحصیلدار با اقتدار ہو گیا یہ خصوص شمس الہدا کی دعا کا نتیجہ ہے چونکہ پیشتر میاں عالم شیر کے گھر کوئی پسر نہ تھا۔ اور ہمیشہ وہ متفکر اور مضطر رہتا تھا۔ اس خواب کے بعد شمس الاقطاب کی عنایت اور امداد سے اس کے گھر میں بھی اولاد نیک نہاد ہوئی۔

کرامت ۲۴

یکے گم کرد گاوش را برفتہ در پے اوشان ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بیفتادش خبر زانجا بحضرت رفت گردنفان

بگفتہ حضرتش پس رو کہ گاو این تو در رہ ہمنہ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ چنان گشتہ کہ گاوان را بیرد از راہ کہ چیران

ملک دوست محمد ولد محمد خان قوم کنڈان ساکن موضع کنڈان نے بزبان خود بیان کیا کہ میرا دادا حاجی محمد جو بڑا نیکوکار در شمس الانوار کا خاص خدمت گذار تھا۔ ابتدائی حال اپنا اس بزرگوار

نے اس خاکسار کے آگے یوں اظہار کیا۔ کہ ایک بار میری چار بھینسیں بتقدیر کردگار چوری ہوگئیں
میں نے چند ایک اشخاص کھوج شناس کو ہمراہ لے کر ان کی تلاش میں تعاقب کیا۔ جب موضع چکرالہ
کے پاس آیا تو وہاں ایک عورت نیک اوصاف فقیرانہ لباس نے مجھے کہا کہ تم براہ راست سیال شریف
میں جاؤ۔ اور اپنے مدعا کے لیے شمس العارفین سے دعا کراؤ اس کی امداد سے تم ضرور مراد سے پاؤ گے
اگرچہ اس سے پیشتر میں حضور انور کی خدمت میں کبھی حاضر نہ ہوا تھا۔ مگر اس ولی قدرت کی مدحت
سن کر زیارت کا شوق اکثر رہتا تھا۔ لیکن اس عورت عصمت نشین کی بات سے وثوق یقین
ہوا۔ اور زیارت کا اشتیاق زیادہ تر ہوا۔ تب میں وہاں سے روانہ ہو کر فی الحال ساہیوال
میں پہنچا اور ہمراہیوں کو وہیں بٹھا کر بمقام سیال شریف عقیدت کمال سے حضرت ذوالکمال کی
خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے مدعا کے لیے بڑے عجز سے التجا کیا۔ جناب نے
بندہ کے حال پُرملال پر شفقت مالامال فرمائی اور کبریا کی بارگاہ میں بندہ کی نتیجہ پر دعا کی۔
اور فرمایا کہ اب تم گھر میں واپس جاؤ۔ بفضلہ بھینسوں کو رستہ میں پاؤ گے۔ شمس دوران کے
فرمان پر کمترین کو کامل تسکین ہوگیا۔ اور آنحضور فیض گنجور سے مرخص ہو کر بڑے سرور سے
ساہیوال میں آیا۔ اور شمس الاقطاب کا ارشاد اپنے ہمراہیوں کو بتلایا۔ سب نے اعتقاد اور
انقیاد سے گھر کا راستہ لیا۔ جب چکرالہ کے شہر سے پیشتر بڑھ کر ہم رہگذر ہوئے دیکھا تو وہ
ہر چہار گاؤمیشاں دزد بدسگال راستہ کے کنارہ پر گھاس چر رہی ہیں۔ حیران اور شادمان
ہو کر اُن کو پکڑ لیا۔ اور فرحت تام سے اپنے مکان پر لے گیا۔ پھر چند روز کے بعد محبت اور
اعتقاد سے حضرت کی جناب میں حاضر ہو کر بیعت سے شرفیاب ہوا۔ اور زندگی کے اختتام
تک حضور کا نام دل اور زبان سے اس غلام کو ورد زبان رہا۔

کرامت (۳۴)

بروزے در تشدد مرض حضرت بود بر بستر	کہ فرمود بجائے کہ گر شخصے درین خفتہ
نمود طعن در شانِ جدا لے حضرتش گفتہ	شدہ نادم ز غلطی خویش گشتہ تائب و مغفور

میاں سلطان محمود پراچہ ساکن نگوال اور نیز دیگر پیر بخش میاں صادق مقبول نے بیان

کیا کہ حضرت سجادہ نشین صاحب ثانی عاشق زبانی ذکر فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت بزرگوار
عارضہ بخار سے سخت بیمار ہو گئے۔ بہت غلام خاص اور خادم دربار پر انوار پر حاضر تھے۔ اور آپ
بیماری کی اضطراری سے کلمہ سبے سبے کا فرما رہے تھے۔ زبدۃ العاشقین مولوی فضل الدین صاحب
جہاپڑوی کے دل میں یہ خیال گذرا کہ عارف باکمال کو نسبت اور دل پر مہر حق غلبہ ذوق ہے
کیا باعث کہ جناب کی زبان فیض ترجمان سے سبے سبے کا کلمہ کیوں جاری ہے۔ جناب نے ان
کے مخطور خاطر کو کشفی نظر سے معلوم اور مفہوم کر کے فرمایا کہ کسی زمانہ میں ایک درویش معارف
کیش بیمار ہو گیا۔ مرض کے اضطرار سے لاچار ہو کر سبے سبے کرنے لگا۔ ایک عورت خیر اندیش
نے اس درویش کو کہا کہ سبے سبے نہ کر۔ خدا کا نام لو۔ وہ بولا کہ میں بھی اُسی کی ذات کا اثبات
کر رہا ہوں۔ کوئی تیرے خاوند کا نام تو نہیں لے رہا۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب کو بڑی شرم آئی
اور ایسی ہیبت اور سیاست چھائی کہ جس سے ہوش و حواس اُس رمز شناس کے جلتے رہے
بلکہ بخار سے بیمار ہو کر چار روز تک لاچار رہے۔ اور بعدہ معافی کے طلب گار ہوئے۔

کرامت (۲۵)

شمس مفلس بخدمت بردر حضرت — بروزے حضرتش فرمود الطاف از شفقت
کہ کارے تو مکمل شد بہ شہر خود اقامت کن — ازاں پس گشت مستغنی نماندش ہیچ حاجت

سید قطب شاہ صاحب ساکن دندا جو مدت دراز بڑے نیاز سے شمس دوران کے آستان
پر مقیم رہا۔ اُسے بصداقت زبان یوں بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا
جو یہ خود اکفشگر خادم معتبر ساکن کھنڈی شہانی بحالت پریشانی حاضر ہو کر عارض ہوا کہ غریب نوازا
یہ خاکسار اپنے کاروزگار کے لیے ڈیرہ اسمعیل خان کو سامان لے جانے کو تیار تھا۔ مگر گھر میں
عورت بیمار ہے۔ اور بندہ اس کی خدمت گذاری اور معالجہ کاری میں گرفتار ہے۔ جس سے وہاں
جانا دشوار ہو گیا ہے۔ جو کچھ سامان اُس طرف لے جانے کے لیے فراہم کیا تھا۔ وہ سب
بیکار اور خوار ہو رہا ہے۔ اب جناب کا اس میں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اس
بیچاری کی بیماری کا علاج کرو۔ اور اس کی شفایابی کے بعد وہاں جاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ

فیاضا اس کنگال سے اُس کا علاج محال ہے۔ کیونکہ دودھ دہی کے سوا اس کے لیے کوئی دوا
اور غذا نہیں۔ اور بندہ کے گھر میں نہ کوئی گائے شیردار ہے۔ اور نہ اس کے خریدنے کا اقتدار
ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی زمیندار سے کوئی گائے شیردار ادھار پر لیلیویں۔ وعدہ اور اقرار
پر روپیہ اس کو ادا کر دیویں۔ یہ سن کر میں نے دل میں خیال کیا کہ گائی کا ملنا بہت محال ہے
کیونکہ شیردار گاواں کو آج کل کوئی انسان دام پر نہیں دے سکتا تب جناب نے اُس خیال کے
جواب میں میری طرف خطاب فرمایا کہ تجھے تو ایزد سُبحان گاواں مفت عنایت کرے گا۔ دونوں
کے کام میں تو۔ تنا کیوں مایوس اور حیران ہے۔ برخوردار اُسی وقت اُٹھ کر شیخ صاحب کے
پاس گیا۔ اور اپنے مدعا کے لیے التماس کیا تو اس نے ایک عمدہ گائی شیردار نامبردہ کو اُدھار پر
دیدی۔ اُس نے فی الفور بڑے سرور سے پھر حاضر ہوکر عرض کیا۔ کہ علی بابا اس غلام کا کام آپ
کے فیضان سے بخوبی سرانجام ہوگیا ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قطب شاہ کے کام کا بھی سب
اچھا انصرام ہوگیا ہے۔ چونکہ اس اثنا میں خاکسار بڑا قرضدار اور مفلس نادار تھا۔ اور نہایت تنگ
دستی اور تہیدستی سے گذارہ کرتا تھا۔ چند روز کے بعد جب بہ اجازت آں یگانہ زمانہ آستانہ سے
روانہ ہوکر غریب خانہ میں گیا تو ہفتہ کے اندر ہی پروردگار نے شمس الانوار کی توجہ سے پانچ گاواں
شیردار مرحمت فرمائیں۔ بعدہ ہر اشیا کی از قسم نقودات اور نباتات مسخرات بفایات ہونے لگی
کسی چیز کی پرواہ نہ رہی۔

کرامت (۲۶)

یکے خادم خلافت خواہ بُد از مدتے اکثر — شکست از حیرت نفسے در راہ آمد حضور نور
بگفتہ حضرتش برکس خلافت را نمی خواہد — نمی ماند از حیرت و نہ از چیزے کسے ہمسر

میاں صاحب غلام رسول اعوان نے جو حضرت شمس دوران کے معتقدین سے عمدہ ثقات
نشان ہے بزبان خود بیان کیا کہ سید امیر شاہ ساکن ٹھٹھہ محمد شاہ اور ولیداد سہراب اور دوالدمر میاں
اورنگ زیب صاحب یہ تینوں مخلصان شمس دوران کے خدام راسخ الایقان تھے۔ اور اکثر
اوقات آں ذات بابرکات کی خدمت میں باہم مل کر آتے جاتے تھے۔ شاہ صاحب مذکور تو

مدت سے حضرت کے دربار پر خلافت کا امیدوار تھا۔ اور اپنے مدعا کی التجا شمس اللہ کی خدمت میں گوشگذار کرتا رہتا تھا۔ اتفاقاً وہ تینوں آشنایان اپنے خانمان سے چل کر سیال شریف کو رہروان ہوئے رستہ کے کنارہ پر ایک جوز کا کبارہ عمدہ پڑ نشیدہ اُن کو نظر آیا۔ دیکھ کر شاہ صاحب کا جی للچایا اور اس سے دوچار گئے بلا اجازت زمیندار کے دوڑ کر توڑ لایا۔ اور نوش جان فرمایا۔ جب وہ تینوں احباب حضرت کی جناب میں شرفیاب ہوکر بیٹھ رہے۔ تو اس عارف ربانی نے کشف باطنی سے فرمایا کہ بڑی حیرانی ہے۔ کہ اس زمانہ کے ابلہ لوگوں کی جوار بھی نہیں چھوڑتے۔ پھر خلافت کے امیدوار ہوتے ہیں۔ یہ سن کر وہ تینوں نادمان پُر حرمان اپنے کردار سے نہایت شرمسار ہوئے۔ اور استغفار پڑھ کر معافی کے طلب گار ہوئے۔

کرامت (۲۷)

شمس از جرم شدہ ماخوذ سرکارے ‏ ‏ ‏ ز خوفِ حاکمان گردید بیدار دلا چارے
بدلہ خواب حضرت گفت حاکم برہائیش ‏ ‏ ‏ رہا نمود آں حاکم دگر روزش بدربارے

میاں فضل احمد قریشی ساکن موضع خشگن نے جو بڑا نیک خصال اور صادق مقال ہے۔ ذکر کیا کہ میاں محمد ولد غلام محمد متکن خوشاب نے بصدق زبان سے میرے آگے بیان کیا۔ کہ میرا والد ماجد شمس دوران کا غلام راسخ الیقین تھا اور مجھے بھی اس ذو القدر کے دیدار کا لیل و نہار اشتیاق بیشمار رہتا تھا۔ مگر بدقسمتی اور محرومی سے حاضر دربار نہ ہو سکا۔ چونکہ والد متجار تھا۔ وہ اکثر کابل کی دیار میں کاروبار کیا کرتا تھا۔ ایک بار جو اُس دیار سے ہندوستان میں آیا۔ اور چند ایام گھر میں رہ کر افغانستان کو جانے لگا۔ تو روانگی کے وقت اُس بزرگوار نے اس خاکسار کو فرمایا۔ کہ تو جوانی کی مستی اور تن پرستی میں مدہوش ہے۔ اپنے پیر روشن ضمیر کو تو نے فراموش کر دیا ہے اب تم کو واجب بلکہ فرض ہے کہ فوراً حضور حاضر دربار ہو جاؤں گا۔ مگر بتقدیر قادر قدیر دوسرے دن ایک واقعہ دلریش بندہ کے پیش آیا جس سے متعذر اور متفکر ہو رہا۔ وہ یہ کہ فرد وضع الصبیان جب خاکسار بازار سے کاروبار کر کے گھر میں آیا۔ تو والدہ صاحبہ نے رو کر حال سنایا کہ فلاں شخص نے ایک ادنیٰ کلام سے مجھے دشنام دی ہیں۔ در عوام مردمان میں ذلت کا سبب ہے جس کے سننے سے غصہ کی آنچ

نے میرے دل کو تپایا۔ اور مدہوشانہ اور مضطربانہ ایک ڈنڈا ہاتھ میں پکڑ کر اس کے مارنے کے لیے باہر نکلا۔ ہر کوچے اور ہر محلے میں پھرا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ دوسرے روز تقدیر سبحان اتفاقاً وہ جون شہر سے باہر ایک میدان میں مل گیا۔ میں نے زور بازو سے پکڑ کر اس بیدین کو زمین پر لٹا دیا اور اتنا مارا کہ اس کی ران کی استخوان دو پارہ ہو گئی۔ ہوش حواس اُس کے ساقط جاتے رہے۔ اور سمجھا کہ اب یہ مر چکا ہے۔ اور اس کا دم نکلنے لگا ہے۔ تب میں نے اس کو چھوڑا اور گھر کی طرف دوڑا۔ کسی نے اس کے وارثوں کو خبر دی۔ وہ چیختے اور دوڑتے اس کے پاس آ گئے۔ اور اس کے ممات کے حالات دیکھ کر رونے لگے۔ مگر نبض شناس نے بڑے احساس سے معلوم کیا۔ تو اس کی زندگی کا سانس باقی معلوم ہوا۔ تب جلد میں اٹھا کر اس کو تھانہ میں لائے اور اس بیچارہ کی شکایت کے بارہ میں انہوں نے بڑے شور مچائے۔ آخر تھانہ دار نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اور بہت خشمگین ہو کر اس مسکین پر مقدمہ سنگین چلا دیا۔ میں ایک اکیلا ناتجربہ کار نہ پاس کوئی بھائی نہ یار غمخوار۔ پولیس سخت گیر کے پنجہ میں اسیر۔ جیسا کہ قصاب کے ہاتھ میں بکرہ صغیر۔ طرح طرح کا جور اور جفا پولیس نے اس بے نوا پر برپا کیا۔ آخر بڑے تشددات سے انہوں نے حوالات میں دے دیا۔ لیکن مجیب الدعوات نے اُس مجروح کو ممات سے نجات دی جس سے قتل کا جرم اس مجرم سے ہٹا یا گیا۔ اور ضرب شدید کا دفعہ لگایا گیا۔ تاہم اس غمگین کو اس بات پر یقین ہو گیا۔ کہ سزا کے سوا رہائی محال ہے۔ اور قید کی وبال اس کنگال کو ضرور لاحق حال ہے۔ آخر جب یہ دریش مجسٹریٹ کے پیش ہوا۔ تو اس نے تحقیقات کے تاریخ کو ایزاد کر دیا۔ مگر اُس حاکم زبردست نے سخت منہ دکھایا۔ جس سے اس نابکار کا ہوش اور قرار یکدم فرار ہو گیا کھانا پینا تمام میری جان پر حرام ہوا۔ صرف شمس دوران کا نام میرا ورد زبان ہوا۔ ایک رات پُر برکات میں بتفضل قاضی الحاجات منام میں حضرت اکرم نے اس گمنام کو اپنی زیارت سے مشرف کیا۔ اور فرمایا کہ تم مت گھبراؤ۔ بفضل خدا رہا ہو جاؤ گے جب خاکسار صبح کے وقت بیدار ہوا۔ تو اس کے دیدار پر انوار کی برکت سے سب انتظار دل سے جاتا رہا۔ اور اس کے ارشاد سے اس ناشاد کا سب اضطراب رفع ہو گیا۔ دل حزین کو پوری تسکین ہو گئی۔ خوف کی تشویش بالکل زایل ہوئی۔ زہے قدرت پروردگار کی کہ جب دوسرے روز یہ خاکسار عدالت سرکار میں پیش ہوا۔ تو وہ حاکم اس مجرم کی طرف بہت دیر تک حیرت

کی رو سے دیکھتا رہا۔ بعدہٗ اُن کو دیکھ بھال کر فی الحال رہائی کا حکم سنا دیا۔ تمام مردمان قانون دان اور مقدمہ بازان اس فیصلہ سے حیران ہو گئے اور میرے مخالفین مستغیثین شرمساری سے افسردہ گھر کو روانہ ہو گئے۔ اور کمترین نے وہیں سے سیال شریف کا راستہ لیا۔ اور شمس العارفین کے دربار میں حاضر سب حال احوال اپنا اظہار کیا۔ اس جہاں نے آشفتہ حال پر کرم کمال فرمایا۔

کرامت (۲۸)

خادمِ در سفر بر اشتران سامان بستہ — شبے اندر نشیب خفت حضرت آمد گفتہ
کہ سامان خود از ینجا بر کہ اینجا آب می آید — چو بیرون برد پس آنجا یکے بحرے روان گشتہ

میاں فضل احمد صاحب قریشی موضع خانکن نے ذکر کیا کہ میاں محمد ولد غلام محمد ساکن خوشاب نے میرے آگے صداقت زبان سے بیان کیا کہ میں ایک بار کچھ سے کے چند بار اونٹوں پر لاد کر بغرض تجارت افغانستان کو جا رہا تھا۔ رات کو کوہستان کے ایک میدان میں جا اترا جہاں ایک دامن کا نشیب تھا۔ وہیں سب سامان رکھ کر شتران کو چھوڑ دیا اور کمر کھول کر ہمراہیوں کے ساتھ سو رہا تو خواب میں شمس العارفین نے اس خادم کو فرمایا کہ جلد تمام اپنا سامان سنبھالو اور معہ شتران اس نشیب سے باہر نکالو۔ یہ کوہستان بارش کا پانی ہے۔ یہاں اس جگہ آنے والا ہے۔ میں نے اسی وقت خبردار ہو کر دیگر سوداگروں کو بیدار کیا۔ اور اس خواب کا حال اظہار کیا۔ مگر میری گفتار پر انہوں نے کچھ اعتبار نہ کیا۔ لیکن میں نے توقف محال اُس جگہ سے جلد اپنا سب مال و اس جگہ سے باہر نکال دیا۔ اور میدان کے اوپر پر جا کر آرام کیا۔ دیکھا تو بجلی آسمانی کی مثل گرجتا ہوا پانی یک دم ناگہانی ایسے زور شور سے اس نشیب میں آیا کہ جس سے ان سوداگروں کا سب مال اسباب اس غرقاب میں خراب ہو گیا۔ ان تمام مردمان کو اپنی اپنی جان کا خوف پڑ گیا۔ اتفاق اس نشیب میں ایک مغیلاں کا درخت کلاں تھا۔ وہ بیچارگان مصیبت زدگان اس پر چڑھ گئے۔ بڑی خواری اور لاچاری سے اس پر بیٹھ کر حوادثات میں ساری رات غوطے کھاتے دم بخود رہے۔ اور یہ خاکسار بفضل پروردگار شمس العارفین کی عنایت سے ایک کنارے پر سلامتی سے بیٹھ کر شکر گزار رہا۔ صبح کے وقت بعافیت مال اور جان کے رستہ پر راہی رواں ہوا۔

کرامت (۲۹)

غلامے راد وداں در دشت ہائل سخت بگرفتہ   بحضرت کرد فریاد آں جوابے آمد آہستہ
چو نگرست آں یمین خود ستادہ دید حضرت را   دداں گشتند غائب واں بفرحت پیشتر رفتہ

مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن للہانی نے جو حضرت صاحب ثانی عارف ربانی سے مجاز اور ممتاز ہیں بزبان خود بیان کیا کہ جناب مولوی معظم الدین صاحب مرد لوی نے ایک دن فرمایا کہ احمد خان افغان متوطن افغانستان جو حضرت صاحب کا غلام تھا ایک دن میرے پاس آیا اور قرآن پر ہاتھ رکھ کر حلفاً بتلایا کہ میں ایک دن اپنی دیار میں کسی کار بار کے سبب ایک شہر کو جارہا تھا۔ راستہ میں ایک بیابان سخت ویران آگے آیا۔ جس میں ریچھوں اور بندروں کا قیام تھا۔ جب اُن درندگان نے اس ناتوان کو بے سامان دیکھا تو وہ تمام دواں دواں آگئے اور اس گمنام کو پچھاڑنے کے لیے گھیرنے لگے۔ اس وقت یہ افسردہ جان ایسا ہراساں ہوا کہ ہوش وحواس یکدم رواں ہو گیا۔ بجز عنایت ذات کبریا اور امداد مرشد رہنما کے اور کوئی چارہ نہ سوجھا۔ لاچار خاکسار نے بڑے درد اور اضطرار سے شمس الانوار کا نام پکارا۔ اور یہ استغاثہ پڑھا۔ بیت

اغثنی یا شاہ شمس الدین بحالی   بحق خواجگان چشت عالی

اُسی آن میں میرے کان میں نرمی سے یہ آواز آئی۔ کہ اے احمد خان غم اور فکر نہ کر مرد نہ ان درندوں سے ہرگز نہ ڈر۔ جب یہ سُن کر میں نے دائیں طرف دیکھا تو حضرت شمس العارفین بصورت حسین بڑے اعزاز اور تمکین سے کھڑے ہیں اور بہ شفقت تریں اس غمگین کو بڑی عنایت سے تشفی اور تسکین فرما رہے ہیں۔ اس وقت یہ خاکسار جناب کے دیدار پُر انوار سے ایسا خمار ہوا۔ کہ خوف اور اضطرار دل بیقرار سے جاتا رہا۔ کچھ دیر تک اس کے جمال کے مشاہدہ میں مست اور خوشحال رہا۔ پھر جب بائیں جانب دیکھا تو ان درندگان سے کوئی حیوان نظر نہ آیا۔ پھر جناب کی جانب نگران ہوا تو نہ وہ شمس درخشاں ہے اور نہ وہ جنگل بیابان ہے اور نہ وہاں کوئی حیوان ہے۔ بلکہ جہاں جاتا تھا اُسی شہر کا نشان نمایاں ہے۔ پھر وہاں سے چل کر بفضل منان امن اور امان سے شہر میں پہنچ گیا۔ پاک پروردگار کا ہزاراں ہزار بجا لایا۔

کرامت (۳۰)

دو طالب ہم سبق بودند در لنگر اقامت در / بکردند در یکے روزے ستائش خود بہ یکدیگر
بکشفِ خود نصیحت داد حضرت ہم در آں ساعت / ازاں طلبا یکے را آنکہ بود از مسلکِ آں اوذر

مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن پنڈی بہائی نے بزبان خود بیان کیا کہ ابتدا زمانہ میں خود اور میاں نور محمد دونوں طالبان حضرت کے مکان پر آغاز جوانی میں حضرت صاحب ثانی کے ہم سبق تھے۔ اور مولوی صاحب مرحوم سے شرح تہذیب تحقیق مزید سے پڑھتے تھے۔ اور خاص کر مجھے علم پڑھنے کا شوق بے اندازہ تھا محض اس خیال پر جو مولوی بن کر دنیا میں ایک بڑا سرفراز اور ممتاز ہوں گا۔ میری بیعت خود حضرت شمس دوران سے تھی۔ اور نور محمد کی بیعت نقشبندی خاندان میں تھی۔ مگر وہ غبی الذہن اور بطئی الفہم تھا جو اکثر اس کو میں سمجھاتا اور سبق یاد کراتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن شہر سے باہر ایک درخت سایہ دار کے نیچے دونوں بار سبق کا تکرار کر رہے تھے۔ میں اس کو تفریحاً اور خوش طبعی سے مزاحاً کہا کہ تجھے کچھ آتا جاتا نہیں کیوں بیفائدہ مغز کھپاتا ہے۔ وہ بولا کہ اگر مجھے کچھ بھی نہ آیا تو تیرے سے پہلے ہی مولوی بن جاؤں گا۔ میں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا اس لیے کہ میرا دادا صاحب بڑا عالم ہے۔ میں نے کہا کہ میرا بھی ماموں صاحب فاضل ہے اور میرا ذہن بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ لہذا میرا کام تیرے سے فائق ہے۔ الغرض اسی ذکر اذکار میں دیر تک ہمارا تکرار رہا۔ جب وہاں سے اٹھ کر لنگر خانہ میں آئے۔ اور روٹی کھا کر باہر نکلنے لگے تو میاں خدا بخش درویش خیر اندیش نے جو ان ایام میں شمس دوران کی خدمت میں رہتا تھا مجھے بلایا اور بتایا کہ اب تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے کہ میں اکیلا حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابراہیم اور نور محمد دونوں دوست دار ہم تکرار کر رہے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ پہلے میں عالم بنوں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ پہلے میں فاضل بنوں گا۔ تم ابراہیم کو کہو کہ خدا کی رضا کے لیے علم پڑھنا چاہیئے۔ ناموری کے لیے مولوی نہ بننا چاہیئے۔ مولویاں تو جہان میں ہزاروں ہیں۔ اصل مطلب تو خدا کی رضا ہے۔ اور علم پڑھنے سے یہی مدعا ہے۔ یہ امر سن کر خاکسار بہت شرمسار ہوا اور تین دن شمس ابرار کے دربار میں حاضر نہ ہو سکا۔ چوتھے روز آنحضور نے عنایت موفورہ سے اس مغرور کو بلا کر شفقت و مرحمت سے مسرور فرمایا۔ اور ندامت کا خیال اس پامال کے

کی شکل میں رہا تھا۔ خاکسار آپ کے دیدارِ فیض آثار سے ایسا نثار ہوا کہ سب تفرقہ اور اضطرار
دل سے فرار ہو گیا۔ اور حقائق اور معارف کا علم یک دم اس کے کرم سے دل پر نمودار ہوا۔ کوئی لحظہ
اس کے مشاہدہ میں گم اور حیران رہا جب اس شمس تاباں سے چشماں کو پھیرا۔ تو اس صورتِ درخشاں
کا نشان غائب ہو گیا۔ تب اس آشفتہ حال نے فقیر صاحب کی جانب خیال کیا۔ تو اس صاحبِ حال
نے میرے پر سوال کیا۔ کہ جب سالک منزل احدیت میں قرب پاتا ہے۔ تو وہ کس نسبت سے منسوب
ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ هو الله هو المشهود۔ پھر اُس نے پوچھا کہ تنزلات کتنے
ہیں اور کون کون ہیں میں نے جواب دیا کہ پانچ۔ ایک اجمالی دوسرا تفصیلی تیسرا عالم ارواح۔ چوتھا
عالم مثال پانچواں عالم اجساد کہنے لگا کہ درست ہے۔ لیکن پہلے اس کے میں ان کا قائل نہیں تھا
کچھ عرصہ گزرا ہے۔ کہ ایک قلندر اس شہر کے اندر آیا۔ اُس نے اسی کوچہ میں ایک دکان ویران پر قیام
کیا میرا بھی اس جگہ سے گزر ہوتا تھا۔ اور اس کو ننگے بدن پڑا ہوا دیکھتا تھا۔ تین چار روز کے بعد وہ
مسجد میں میرے پاس آیا۔ بدیں حالت کہ کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ صرف چھوٹی سی لنگوٹی کمر پر باندھی
ہوئی تھی۔ استغنائی و بے پروائی کی حالت بیٹھ رہا۔ اور کتابوں کا بستہ جلد تر میرے آگے دھر دیا
— پھر اس میں سے ایک ورق نکال کر فوراً میرے پیش کیا۔ میں حیران ہوا کہ اس
کے پاس تو کچھ سامان نہ تھا۔ یہ بستہ اس نے کہاں سے نکال لیا ہے۔ خیر میں نے دیکھا تو اس پر تنزلات
کے حالات درج ہیں۔ چونکہ میرا پہلے ہی ان سے انکار تھا۔ اُن کے دیکھنے سے اعتبار نہ آیا۔ تو اس
نے جلد ذرا اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر آسمان کی طرف متوجہ کیا تو بقدرت کریم میری آنکھوں کا نور عرش
عظیم تک جا پہنچا۔ جب وہ مخطوطہ کو دیکھا تو تنزلات کے کلمات ویسے ہی مرقوم ہیں۔ جیسا کہ اس
ورق سے مفہوم کئے تھے۔ میں تو یہ حالات عجائب اور غرائب دیکھ کر حیرت کے گرداب میں بیتاب
ہو رہا۔ اور وہ عارف زمان اس گمنام کو تماشا دکھا کر کہیں مقام کو چل گیا اس واسطے کے پیچھے میں
بہت ایام سرگردان اور پریشان ہو کر پھرتا رہا۔ مگر اس کا کوئی پتہ نشان نہ ملا۔ پھر اس کے بعد میرا اعتقاد
نسبت اس صاحب ارشاد کی غائبت سے وثوق ہو گیا۔ اور اُس کی نظر کا اثر میرے دل پر جلوہ گر ہوا
چونکہ وہ فقیر صاحب عالم متبحر اور خیر سیرت کے شخص موصوف تھے۔ اس لیے پہلے ان سے مجھے ذرا عذر تھا۔ مگر
پھر حضرت شمس دوران کی نظر سے وہ ایسے مہربان ہوئے کہ میرے جسم اور جان پر قربان ہو رہے

اور میری تقریر پر نہایت شادمان ہوتے۔

کرامت (۳۲)

یکے عنین بہ پیشِ حضرت فریاد بنمودہ — نہادہ دست حضرت برسرش نعمت افزمودہ
ہماندم مردِ شد از خلافِ کردہ باز آمد — کرم فرمود پس حضرت گشت آں مرد آسودہ

مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن بنڈی لہالی نے بصدق زبان یہ بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت شمس العارفین کی خدمت بابرکت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک عورت نہایت پریشان اور زار حال ہو رہی کے مکان سے اپنے بیٹے جوان کو ہمراہ لے کر حضرت کی آستان پر آئی۔ اور نیاز سے بنا ز سے عارض ہوئی۔ کہ خالی جاہا۔ تمام عمر میں خداوند نے مجھے ایک ہی فرزند دیا جس کا میں نے بڑی خوشی اور خورسندی سے بیاہ کیا۔ مگر چونکہ پہلے ہی یہ عنین تھا اس لیے بہت غمگین اور حزین ہو کر اپنی عورس سے دور اور مفرور ہو گیا۔ ہر چند میں نے حکیموں اور طبیبوں سے اُس کا علاج کرایا۔ لیکن کچھ مفاد نہ پایا اب ہر کسی سے مایوس ہو کر جناب کے پاس آئی ہوں۔ غم کی ماری عجز اور زاری سے محض خدا کا نام بیچ لائی ہوں۔ فی سبیل اللہ اس خاکسار کے حال زار پر رحم فرمایا جاوے اور اس بیمار لاچار کو اپنے کرم سے مرد سزاوار بنایا جاوے۔ اس لجپال کو آزردہ حال پر رحم آیا۔ اور شفقت کمال سے عنین پُر ملال کے سر پر ہاتھ لگایا اور فرمایا کہ اب تم گھر میں جاؤ۔ لیکن کسی طبیب سے علاج نہ کراؤ۔ حق درمان تیرا مطلب آسان کریگا۔ جب وہ ناتوان حضور کے مکان سے باہر نکلا۔ تو جلد تر وہ مردِ قوی ہو گیا خورم اور خورسند ہو کر اپنے گھر کا راستہ لیا۔ جب واڈی شہر کے پاس گیا تو وہاں اس کو ایک ہیرنی طبیب ملا۔ اُس نے اس غریب کو قوت باہ کا ایک دو دیا اور کہا کہ یہ نسخہ بہت عجیب ہے اور تیرے لیے بڑا مفید ہے تو اس نے لے کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جب گھر میں جا کر اپنی عورت سے ہم بستر ہوا تو بڑی خوشی اور خورمی سے وقت بسر کیا۔ مگر چندیں روز کے بعد اُس بدنصیب نے اُس طبیب کا دوا محض حرص قوا کے لیے تناول کیا کھاتے ہی وہ نامرد بدستور سابق نامرد ہو گیا۔ تب اس کو جناب کا ارشاد یاد آیا کہ اس پیشوا نے ہر ایک دوا سے امتناع فرمایا تھا۔ اُس نے حسرت سے اپنی قسمت پر بہت افسوس کیا۔ اور نادمانہ اور دردمندانہ پھر شمس الانوار کے دربار پر حاضر ہوا۔ جھڑکی

ورانکساری سے عرض کیا تو اُس ذوالکمال نے اس کے حال پر چنداں خیال نہ فرمایا۔ بہت
مدت تک وہ اُس آستانہ پر وہ بیٹھا رہا۔ اور ہر روز اپنی مراد کے لیے بغرض استمداد فریاد کرتا رہا۔
آخر ایک روز جناب کو اس کی حالت خراب پُر اضطراب پر پھر رحم آیا۔ اور شفقت سے فرمایا کہ اب
تو گھر کو چلا جا۔ بفضلِ خدا اب جس وقت اپنی عورت پر تو مرد ہو جائے گا۔ سبحان اللہ آخیر عمر تک
اُس کنگال کا یہی حال رہا کہ جب وہ بارادہ خاص اپنی عورت کے پاس جاتا تھا تو مرد ہو جاتا تھا۔ آگے
پیچھے ویسا ہی عنین اور نامرد رہتا تھا۔

کرامت (۴۲)

بروزے یک قلندر آمدہ بر درگہ حضرت ستادہ بر درِ آن بارگہ طلبید باعجلت
عطا فرمود چادر خویش حضرت آن قلندر را گرفتہ رفت و گفت آمدم حضرت شمس الاعظمت

جناب صاحبزادہ عبدالحق صاحب نے فرمایا کہ میاں محمود ولد محمد خوشابی نے میرے
آگے بزبان خود بیان کیا کہ شمس دوران اپنے مکان میں ایک روز مجلس افروز تھے۔ اور یہ خاکسار بھی
اس دربار میں شرف اندوز تھا۔ ناگہاں ایک اجنبی جوان حضور کے آستان پر آیا۔ اور دروازہ کے درمیان
کھڑا ہو کر دیر تک شمس درخشاں کو دیکھتا رہا۔ حاضرین سے کسی خادم کو امکان نہ تھا کہ اس کے ساتھ
کوئی کلام کرے۔ سب مردمان حیران ہو رہے۔ آخر کچھ دیر کے بعد وہ خود بولا کہ یا حضرت مجھ کو کچھ دو۔
تو آپ نے خادم کو ارشاد فرمایا کہ وہ کپڑا سیاہ رنگ جو میرا آزار بند ہے۔ اس کو دے دو۔ خادم
نے فی الحال وہ کپڑا نکال کر اس کو دے دیا۔ وہ صاحب حال لے کر چل پڑا تو جناب نے اس خادم
کو فرمایا کہ اس کے ساتھ جاؤ۔ اور فلاں کری کے درخت تک اس کو پہنچاؤ۔ مگر اس کری کے نیچے کھڑا
ہو جانا۔ اس کے آگے قدم نہ بڑھانا اور جو بات وہ کہے سن کر واپس آنا۔ حسب الفرمان یہ غلام اُس
کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب چپ چاپ وہ آگے چلا جاتا تھا۔ بندہ اس کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم رکھتا تھا۔
جب وہ مسافر اُس کری سے آگے روانہ ہوا تو خاکسار حسب الامر اس درخت کی جڑ کے اوپر قدم رکھ کر کھڑا
ہو گیا۔ اور وہ دستور دو چار قدم آگے چل کر کہنے لگا کہ وہ شمس زمان جیسا نظر آتا تھا ویسا ہی نظر آیا۔ اس
بات کو اس نے تین بار کہا۔ پھر شمال کی طرف ساہیوال کے راستہ پر چلا گیا۔ خاکسار جب حضرت

بزرگوار کی خدمت میں واپس آیا تو آپ نے استفسار فرمایا۔ پس فدوی نے اس کی گفتار کا تفصیل وار
اظہار کیا۔ جناب نے فرمایا کہ ایزد متعال کا کمال شکر ہے کہ وہ حسب حال خوش حال گیا۔ بندہ نے
عرض کیا کہ حضور یا وہ کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک قلندر ذی عز و اکرام ہے جس کے
ہاتھ میں جہان کا انتظام ہے۔

کرامت (۳۳)

نشنید شمس سبب از درد و غم زد حبیب آن	ز مہرش عرض بانو کہ در پیش قدوۂ دوران
دعا فرمود آنحضرت شدہ پیدا پسر زان زن	بہ بانو زیور رسید مبالغ داد آن فخر جہان

چند پیر جانیان عبران اور درویشان مکان نے بیان کیا کہ راجہ عبداللہ خان جو دارا پور کے
سردار دل سے شمس دوران کا خادم و دل بستان تھا۔ اور مدت مزید اور عرصہ بعید تک اس عقیدتمند
کے گھر میں کوئی فرزند تولد نہ ہوا جس سے وہ اکثر حزین اور غمگین رہتا تھا۔ ایک دن اس نے بی بی بو
کو جو وہ شمس الانوار کے دربار پر خاص خدمت گذار تھی کہا کہ اگر تو شمس الانوار کی امداد اور دعا سے رب
کے جناب میں سے مجھے اولاد دلوا دیں تو زندگی تک میں تیرا ممنون اور مشکور رہوں گا۔ اور تین سو
روپے کا طلائی زیور تجھے بطور نذر ضرور دوں گا۔ ساکت مذکورہ یہ سن کر بہت مسرور ہوئی۔ اور شمس انوار
کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے فیض رسان آج راجہ عبداللہ خان مجھے تین سو روپیہ کا زیور انعام
دیتا ہے۔ بشرطیکہ اگر آپ خدا نوازی اور بندہ پروری سے اس مستمند کو خداوند کے جناب سے
فرزند دلوا دیویں۔ آپ کی مہربانی اور فیض رسانی سے میرا کام تو اچھا بن جاتا ہے۔ اور آپ
کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ جناب نے تبسم فرمایا کہ تو خدا کی بارگاہ میں التجا کر اور میں آمین کہوں
گا۔ اگر رب العالمین کو منظور ہے۔ تو تیرا کام ضرور ہو جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ خدا پروردگار
کے دربار میں آپ ممتاز و مختار ہیں۔ اس عاجزہ ناچیز کا خالی سرکار میں کیا اقتدار ہے۔ پس شمس دوران
نے بزرگانہ توجہ سے دعا کی جس کی برکت سے اس دعا کی ایسی منظوری ہوئی کہ اسی
سال کے اندر راجہ عبداللہ خان کے گھر میں پسر نیک اختر پیدا ہوا اور اس کا تاریک خانہ بہت زمانہ
کے بعد اس چراغ کی روشنی سے منور کاشانہ ہوا اور راجہ صاحب نے حسب اقرار زیور طلائی قیمت دار

دوران کی صورت درخشاں کو منام کے اندر سیال شریف کے مقام میں دیکھا۔ دیکھتے ہی اس کے
جمال پر آشفتہ حال ہو گیا۔ جب صبح کے وقت بیدار ہوا۔ تو اس کی محبت کے اضطراب سے خاکسار
کا دل سخت بیقرار ہو رہا۔ ہر کسی سے اس پُر انوار کی خبر اثبات استفسار کرنے لگا۔ کہ اس شکل کا بزرگوار
اور اس وضع کا شہر اور دربار کہاں اور کس دیار میں ہوگا۔ چندیں بزرگان نے کہا کہ تونسہ شریف کے
مستان پر توجہ کر تیرا مطلب وہاں پورا ہوئے گا۔ چونکہ خاکسار کو اس کے دیدار کا شوق بیشمار تھا۔
اور لیل و نہار اس ذوالاقتدار کی جستجو میں دیوانہ در بدر رہا تھا۔ تو لاچار ان کے گفتار پر اپنا گھر بار چھوڑ
کر والدین سے منفرد ہوا۔ اور بڑی تکلیف سے تونسہ شریف میں جا پہنچا۔ لیکن اس مکان پر بھی اس
شمس درخشاں کو نہ دیکھا۔ البتہ چندیں مردمان زائرین سے یہ پتہ ملا کہ اس شکل کا ایک شمس منیر روشن ضمیر
سیال شریف میں رونق پذیر ہے۔ پھر ان سے یہ خبر سن کر جلد تر اس آستانہ کو روانہ ہوا۔ بڑی خواری
اور آوارگی سے سیال شریف کے قرب و جوار میں جا پہنچا تو دور سے اس شہر کا آثار جس کو خاکسار
کو خواب میں دیدار ہوا تھا نمایاں ہوا۔ بہت شادمان ہو کر حضور کے آستان پر حاضر ہو گیا۔ دیکھا تو
وہی صورت پرضیا درباحیں سے اس بے نوا کو شیدا کیا تھا۔ سجادہ طریقت پر زینت فزا ہے۔ اور
اس کی پیشانی سے جلوہ سبحانی چمک رہا ہے۔ محبت کے جوش سے مدہوش ہو کر پابوس ہوا۔ آنجناب
نے اس بے تاب پر کرم بیحساب فرمایا۔ اور اپنے غلاموں کے سلسلہ میں داخل کیا۔ پس یہ کمترین اشتیاق
عظیم سے دربار پُر انوار پر مقیم ہو رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد والدہ بیچاری اس ناکارہ کی فرقت سے آوارہ ہو کر ڈھونڈتی
پوچھتی پھرتی چلی۔ اور چار و ناچار حضور کے دوارہ پر آنکلی۔ اور جناب کی خدمت میں شرفیاب ہو کر عرض کیا کہ
عالی جاہا یہ آپ کا خادم جو والدین کی راحت جان ہے۔ جب سے منفرد ہو کر حضور میں آیا ہے
اس کی والدہ بیچاری دردوں کی ماری کا دل اور جان ہجر کی آگ سے سوزاں اور بریاں ہو رہا ہے۔ دیگر ا
س کی شادی کا سامان بھی مہیا ہے۔ براہ عنایت اس کو میرے ساتھ روانہ فرمایا جاوے۔ اور کوئی تعویذ
بھی مرحمت کیا جائے۔ تاکہ جو کچھ مسکینی اور غریبی کا سامان اس خادمہ نے اس کی شادی کے لیے تیار کیا
ہے پورا ہو جائے۔ تب حضور نے عنایت موفور سے اس خادمہ کو والدہ کے ساتھ رخصت فرمایا اور
ایک تعویذ بھی اپنے دست مبارک سے تحریر کر کے عنایت کیا۔ اور فرمایا کہ اس کو آٹے والی کوٹھی کسی
ڈولی چھوٹی کے بیچ رکھ جائے۔ اور اس میں سے بہ لطف کا آٹا نکال کر پکانے والوں کے حوالہ

کرتا جائے۔ پس یہ خاکسار والد بزرگوار کے ساتھ اس دربار سے روانہ ہو کر غریب خانہ میں پہنچا
چونکہ ہمشیرہ کی شادی کا سامان غریبانہ تیار تھا۔ تو والد نے آٹے کا ایک خروار تیار کرا کر کلوٹی میں
ڈال دیا۔ اور وہ تعویذ بھی سنبھال کر بہ احتیاط کمال اس میں رکھ کر کلوٹی کا منہ بند کر دیا۔ پس خویشوں
اور آشناؤں کو بلایا تو سات سو کے قریب مہمانوں کا اژدحام ہؤا۔ بموجب فرمان شمس دوران کے اس
پانی سے آٹا نکال کر پکوانا شروع کیا۔ خدا کی قدرت اس اثنا میں باران بلے پایان ایسا نازل ہؤا
جو مہینہ تک اُن مہمانوں کا گھروں میں جانا محال ہوگیا۔ خدا شاہد حال ہے جو اُسی کلوٹی سے آٹا
نکال کر کھانا پکاتے رہے۔ اور مہمانوں کو کھلاتے رہے تو اس کے بعد بھی عرصہ دو سال تک
وہی آٹا بحال رہا جس کو میرا سب عیال اطفال نکال کھانا پکاتا رہا۔ بعدہٗ ایک دن بتقدیر سبحانی
بارش کا پانی اس کلوٹی میں ناگہانی پڑ گیا۔ تو بھیگنے کے خوف سے کلوٹی کا منہ کھول کر بقیہ آٹا ہم نے سب
نکال دیا وزن کیا تو ایک خروار کے مقدار سے نکلا۔ مگر افسوس کہ اُسی روز وہ تعویذ کسی نے چرا لیا۔
بہت جستجو کی مگر نہ ملا۔

کرامت (۳۶)

غلامت بزرنے گردید عاشق بادلِ مضطر	شبے حضرت بلطفِ خویش فرمودش بخواب اندر
کہ زن نے خواہی یا ایمانے بگفتنش ایمان ہمیخواہم	پس آنگہ زاں زنے بیزار شد از شفقتِ رہبر

حافظ کریم بخش صاحب مدرس قرآن مجید آستانہ نے بصداقت زبان یوں بیان کیا۔ کہ حافظ
قائم الدین ساکن موضع بوہہ جو حضرت شمس العارفین کے غلاموں سے راسخ الیقین ہے۔ بتقدیر
کردگار ایک عورت گلعذار کی محبت میں سخت گرفتار ہوگیا۔ بہت عرصہ اس کے پیچھے مجنون
وار بیقرار رہا۔ اکثر اوقات شمس الہدا کی بارگاہ میں استدعا کرتا تھا۔ کہ وہ محبوبہ میرے ساتھ تلفت
رکھے اور مسرور ہو کر نکاح منظور کرے۔ ایک رات پُر برکات میں اس کو خواب کے اندر شمس ابرار
کا دیدار ہؤا۔ اور آنجناب نے اُس سے استفسار کیا۔ کہ اے قائم الدین تو وہ عورت تمہیں لیتا ہے
یا ایمان مستقیم چاہتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ غریب نواز امجھے ہر چیز سے ایمان عزیز ہے
سبحان اللہ جب وہ محبت آثار نیند خمار سے بیدار ہوا۔ تو اُس عورت کی محبت کا خیال اس کے

دل سے فی الحال زائل ہو گیا۔ اور اُس دلربا سے بے تعلق ہو گیا۔ حتیٰ کہ بقیہ عمر تمام اس
سعادت نشان نے اس دلربا کا نام بھی نہ لیا۔

کرامت (۳۷)

نمودے خویش را در سفر خود حضرت فرستادہ   بتابر علم و آں بریک زنے دل دادہ
بخواب بندہ مودش دستے آں نمودہ   شدہ بیدار از آں آمد پئے خدمت فتادہ

میاں محمد بخش ساکن دودھوٹ نے جو شخص صادق مقال اور نیک خصال ہے ذکر کیا کہ سید
شاہ امین شاہ صاحب متوطن بیدڑہ علاقہ ہزارہ جو عالم باعمل اور درویش کامل ہے اور حضرت
شمس العارفین کا خادم راسخ الایقان ہے۔ اور نیز حضور کے خلفاء کرام میں سے ہے۔ ایک دن
اس نے بزبان خود بیان کیا۔ کہ پہلے جب میں شمس دوراں کی بیعت سے کامران ہوا۔ تو آپ
نے تاکید مزید سے علم کی تحصیل اور تکمیل میں ارشاد فرمایا۔ پس خاکسار پہلے جناب کے قرب وجوار میں
کچھ عرصہ پڑھتا رہا۔ اور اکثر اوقات آں ذات بابرکات کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن
جناب نے نہایت عنایت سے فرمایا۔ کہ تم ہندوستان میں جاؤ۔ اور وہاں کسی بڑے مدرسہ میں
علم کی تحصیل و تکمیل پوری کرو۔ پس حسب الفرمان یہ غلام ہندوستان کو روانہ ہوا۔ اور ایک بڑے
کے مدرسہ میں جا کر قیام کیا۔ اور وہاں بڑی محبت سے تعلیم پانے لگا۔ دن اور رات کو محنت کے
ساتھ بسر کرنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن اتفاقیہ کر دیکھا ایک عورت گلعذار نے چہرہ پردہ
سے میری طرف نکالا کیا۔ تو دیکھتے ہی بیچارہ اُس کے چہرہ پر فریفتہ اور آوارہ ہو گیا۔ چونکہ اس
دلارام کا مکان اس غریب کے مکان کے قریب تھا سب صبری اور بیقراری سے صبح اور شام اسی
کی جانب نگراں اور نالاں رہتا تھا۔ اور اکثر اوقات وہ دلربا بھی محبت کے ساتھ اس فریفتہ
کی طرف جھانکتا تھا۔ الغرض اس کے جمال پر میں ایسا شیفتہ حال ہوا جو عقل نے زوال پایا اور
علم کا استعمال محال ہوا۔ تو اس حالت پریشانی میں آں ذات بابرکات نے عالم خواب میں
تنبیہ اور زجر سے اس احقر کو فرمایا۔ کہ عورت نامحرم کا دیکھنا اور اس کے پیچھے پڑنا بربادی ایمان
کا باعث ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ بزرگ دستگیر گنہگاروں کے سبب فقراء بخشنہار ہیں۔ بندہ نے

کے بعد پھر خواب میں آنجناب کا ارشاد ہوا کہ نامحرم کا اتحاد عذاب کا موجب ہے۔ میں نے
عرض کیا کہ رب الارباب کی رحمت اُس کے عذاب کا موجب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ
رب الارباب کی رحمت اس کے عذاب سے زائد حساب ہے۔ کچھ ایام کے بعد منام میں
پھر اس ذوالکرام نے فرمایا کہ تجھے اس عورت نامحرم کا خیال ذلیل اور پامال کرے گا اور شامت
اعمال سے تیرے حال پہ کوئی وبال پڑے گا۔ لیکن پھر بھی اس پُر اضطراب نے دل کے غلبے
سے ابلہانہ اور بے ادبانہ وہی جواب ناصواب عرض کیا۔ اور محبوبہ کے جمال کا خیال نہ چھوڑا۔ آخر
غوث الزمان کے فرمان کے انکار سے یہ خاکسار ایسا آزار میں گرفتار ہوا کہ جس کا علاج طبیبان
تجربہ کار سے بھی دشوار ہو گیا۔ آخر ایک دن میرے گوش دل میں غیب سے سروش ہوا کہ جب تک
تو شمس الاقطاب کی جناب میں حاضر نہ ہوگا تب تک اس آزار سے تو رستگار نہ ہوگا۔ آخر
دل حزین میں یہ خیال ذہن نشین ہوا کہ بجز عنایت شمس العاشقین کے بیماری کا جانا مشکل ترین
ہے۔ اس بیچارہ خاکسار بحالت نحیف اور ضعیف دربار شریف کو روانہ ہوا۔ ہزار محنت در
تکلیف سے آستانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہو گیا۔ پس شام کے وقت جب شمس دوران کی قدمبوسی
کی تو آں ذات بابرکات نے کچھ التفات نہ فرمائی۔ شیخ صاحب نے جو خدمت بابرکت میں
بیٹھے تھے عرض کیا کہ عالی جاہا یہ سید غلام شاہ ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے تو اس بزرگوار
نے دوسری بار پھر تکرار کیا تو پھر تکرار کیا تو پھر بھی آپ چپ چاپ ہو رہے چونکہ یہ خاکسار پہلے ہی
ایک ہلاک مرض سے بیمار تھا۔ دوسرا محبوبہ کی اضطرار میں بیقرار تھا۔ تیسرا جناب کی ناخوشی
سے ایسا دل افگار اور لاچار ہوا کہ یک دم مرنے کو تیار ہوا اور دیوانہ وار اٹھ کر ایک کوٹھڑی میں
بے اختیار جا پڑا دو دن تک مدہوشانہ اور مضطربانہ تڑپتا رہا۔ جب کچھ دل کو قرار آیا تو اٹھ کر
حاضر دربار ہوا۔ لیکن پھر بھی اُس دُکھ نے اس پامال کی طرف کچھ خیال نہ فرمایا۔ اتفاقاً اس وقت
ایک شخص نے دودھ کا جام شمس الانام کے پیش کیا تو آپ نے تھوڑا سا نوش جان فرما کر شیخ صاحب
کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ دودھ مولوی صاحب مرولوی کو پلا دینا۔ مگر چونکہ صاحب موصوف
وہاں موجود نہ تھے تو شیخ صاحب نے شفقت اور عنایت سے مجھے دے دیا۔ اور میں نے نوش کیا۔ پھر
تھوڑے بعد شمس الانوار نے استفسار فرمایا کہ آیا تو نے مولوی صاحب کو دودھ پلا دیا ہے۔ شیخ

صاحب نے عرض کیا کہ وہ تو کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ضامن شاہ کو پا لیا گیا ہے۔ آپ نے نادم
ہو کر فرمایا۔ کہ کون ضامن شاہ۔ اس نے عرض کیا۔ کہ یہی آپ کا دیرینہ خاکپا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ
میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ اُس وقت میرے دل پر ایسی ہیبت چھائی
کہ ہوش و حواس بالکل زائل ہو گئے۔ اور جان ناتوان میں ایسا اضطراب آیا جس کے انقلاب سے
غش کھا کر بیتاب اور خراب ہو رہا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو یہاں سے اُٹھاؤ۔ اور باہر لے جاؤ
پس حسب الفرمان ان خادموں نے مجھے اُٹھایا اور ایک کوٹھڑی میں لے جا کر لٹایا۔ جب کچھ
دیر کے بعد ہوش اور قرار آیا۔ تو اُس عورت کی صورت کا خیال جو ہر وقت شامل حال تھا
بالکل زائل ہو گیا۔ اور وہ دیرینہ آزار جس سے خاکسار کا بچنا دشوار تھا اس سے بھی یک دست رہا
ہو گیا۔ پس ہر ایک وہاں سے فارغ البال کر ایزد متعال کا شکر بجا لایا۔ اور اس وقت پھر حضرت
کی خدمت میں ڈرتے مرتے حاضر ہوا۔ تو آپ نے بڑی مہربانی اور کمال فیض رسانی سے فرمایا
کہ آیا تو ضامن شاہ ہے۔ عرض کیا کہ پانچ چھ روز سے پھر فرمایا کہ میں نے تجھے نہیں دیکھا۔ عرض کیا۔
کہ یہ مہجور آنحضور کی نظر شفقت سے دور رہا۔ بعدہ جناب نے الطاف مربیانہ اور کرم کریمانہ سے
غلام گمنام کو ایسا سرفراز اور ممتاز فرمایا۔ کہ مرادات دینی اور دنیوی سے مالا مال اور خوشحال کر دیا

کرامت (۳۸)

بصارت عالمے گشت زاں گردید عاجز تر — بغیر دست کاری ہیچ در واکش نہ بد دیگر
نمود آں التجا در خدمت حضرت بہ معصومی — کرم فرمود آں حضرت شدہ در ساعتے البصر

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن سلہیانہ نے جو ایک برگزیدہ زمانہ ہیں صداقت زبان سے
بیان کیا۔ کہ میرے والد ماجد کے چچا حقیقی باخت اگین مولوی جمال الدین صاحب ایک دفعہ عارضہ
چشمان سے سخت پریشان ہوئے رہیں کے آزار سے لیل و نہار سرگردان ہو رہے۔ آخر اُن کی آنکھوں
کی بصارت میں کدورت ہو گئی۔ دیکھنے اور پڑھنے کی قدرت نہ رہی۔ طبیبوں نے کہا کہ دستکاری
کے سوا اس کا اور کوئی دوا نہیں۔ تو ایک دن وہ آزردہ حال اسی خیال میں گھر سے بخیر بجبرہ کے
شہر کو روانہ ہوئے۔ مگر پہلے کوٹ عیسے شاہ میں آئے۔ اور چند روز رہ کر آنکھوں پر گل گولست تھے

جب میرے والد ماجد کو خبر ملی تو وہ بھی ان کے پاس آگئے۔ اور ان کو واپس لے جانے کے لیے بہت زور لگائے۔ کہ اس موسم میں بھیرہ جانا اور دستکاری کا کرانا زیان اور نقصان ہے۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر سفر کے ارادہ پر آمادہ ہو کر وہاں سے بھیرہ کو تشریف لے چلے۔ اور والد صاحب شمس دوران کے فیضان سے مبارز اور ممتاز تھے۔ اور حضرت فیاض ان پر شفقت اور مرحمت بے انداز رکھتے تھے۔ تو اس لیے پہلے وہ سیال شریف میں جا کر جناب کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ اور چچا صاحب کی بیماری اور اضطراری کے لیے ملتجی ہوئے۔ کہ غریب نواز میرے چچا صاحب کہن سال بصارت کی کمی سے بہت آزردہ حال ہیں۔ عیال اطفال کو پژمردہ حال چھوڑ کر علاج کے لیے بھیرہ کو چلے ہیں۔ مگر میرے خیال میں اُن کا وہاں جانا اور رہنا محال ہے آپ براہ عاطفت ان کی حالت پرملالت پر شفقت فرمائیں۔ اُس محبوب ذوالجلال کو مولوی بیچارہ کے حال پر کمال رحم آیا۔ اور اسپغول کا ایک تولہ منگا کر پانی میں حل کر کے اس کو پلایا۔ سبحان اللہ فی الحال بفضل ذوالجلال اس کی نظر بحال ہوگئی۔ سب رنج اور ملال اس آزردہ حال کی کم نہ باقی رہی۔ اور نظر اس کی اخیر تک ایسی قائم ہوگئی۔ کہ بڑھاپے میں بھی ذرا کم نہ ہوئی۔

کرامت (۳۹)

بتصدیق وثیقہ گشت غلطی از یکے افسر	بجرمش حاکمش بگرفت واں گردید عاجز تر
زشش فریاد بنمودہ دعی فرمود آنحضرت	وثیقہ اصل گردشت دارا گردید آں مضطر

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن موضع سلیانہ نے بصدق زبان یوں بیان کیا۔ کہ میاں فتح الدین صاحب سب رجسٹرار جو ضلع جھنگ میں بڑا اہل کار قابل کار تھا۔ اور شمس الانوار کا خدمت گذار رہتا تھا۔ تقدیر کردگار ایک بار اس سے اپنے منصبی کام میں یعنے رجسٹری کے اوقات میں تصدیق کے وقت سہواً غلطی ہوگئی۔ اور اُس غلطی سے وثیقہ لکھ دینے والے کو خبر مل گئی اُس نے عداوت سے ڈپٹی کمشنر صاحب کی عدالت میں بے تحاشہ بنام استغاثہ دائر کر دیا۔ صاحب بہادر نے فی الفور وثیقہ منگا کر ملاحظہ کیا۔ اور مضمون کو سچا اور یقینی دیکھ کر سب رجسٹرار کو بذریعہ وارنٹ گرفتار کرا کے پیش کیا۔ اور تحقیقات کے بعد مجرم قرار دے کر حوالات میں دے دیا۔ اس کے متعلق

اور اقرباؤں نے اُس کی بریت میں بڑی ہمت سے چارہ کیا۔ مگر کوئی حیلہ اُن کا کارگر اور موثر نہ ہُوا۔ ہر ایک اہل قوانین کو یقین ہوّا۔ کہ سزا کے ماسوا اس کی رہائی محال ہے۔ جس کی سزا چار پانچ سال ہے۔ آخر لاچار اُس کی عورت بیچاری مصیبت کی ماری حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی۔ اور گریہ زاری اور انکساری سے اپنی کیفیت عرض کی۔ مگر آپ نے اُس کی عرض داشت پر کچھ التفات نہ فرمائی جس سے اس بیچاری کو زیادہ تر اضطراری لاحق ہوئی۔ تمام رات اُس مسمات نے مضطربانہ اور دردمندانہ حضور کے دولت خانہ میں گذاری اور صبح تک جان بریاں سے حسرت اور حرمان کی آہ ماری۔ علے الصباح جب آپ حرم سرا میں تشریف افزا ہوئے۔ تو آدمان دولت سرا اُس پیشواء کی خدمت میں بڑے نیاز سے عرض پرداز ہوئے۔ کہ اس بیچاری دردوں کی ماری نے دو تین دن کچھ نہیں کھایا۔ اور ساری رات غم کے ساتھ گریہ اور نالہ سے شور مچایا ہے۔ لہٰذا اس کے حال پُر ملال پر شفقت فرمائیے۔ اور اس دردمند کے خاوند کو بند سے چھوڑائیے۔ تب حضرت الجبال کو اس کے حال پُر ملال پر رحم آیا اور کرم سے فرمایا۔ کہ اُٹھ بی بی کھانا کھا۔ خدا کے فضل سے تیرا خاوند رہا ہو جائے گا۔ اس غمگین کے دل حزیں کو تسکین ہوا۔ اور کھانا کھا کر اسی وقت گھر کا راستہ لیا۔ پس مقدمہ کے دوران سے یہ نتیجہ نمایاں ہُوا۔ کہ وہ اصل وثیقہ جس پر مقدمہ دائر تھا بقدرت مظہر العجائب و الغرائب کاغذات سے وہ غائب ہو گیا۔ حاکم نے اُس کی جستجو میں بڑا زور لگایا۔ اور شور مچایا۔ مگر اس کا کوئی پتہ نشان نہ پایا۔ چونکہ مقدمہ کی بنیاد وثیقہ کے ایجاد پر منحصر تھی۔ اس لیے حاکم نے اس کی عدم موجودگی سے مثل کو داخل دفتر کر دیا۔ اور سب رجسٹرار کو اُ چارہ واگذار کر کے اپنے عہدہ پر بحال کیا۔

کرامت (۳۸)

غلام نشش مکان بر آستان تعمیر نمود ... بروزے شمس دوران اندران تشریف برده
مکان را دید پس فرمود ابنو للخراب انجا ... بماند م زیر فتاد آن مکان خود حسب فرموده

یہ خبر مشتہر عام ہے۔ خصوصاً لا گری احمد ندین اور شہر کے باشندگان نے یوں بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ درویشان ملتان نے ایک مکان ہوادار دربار پر تیار کیا اور شمس انوار کی خدمت میں

حاضر ہو کر اظہار کیا۔ کہ بندگان نے حضور کے لیے ایک مکان بنایا ہے۔ براہ عنایت اس کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ شمس العارفین نے سائلین کی تمنا و رالتجا پر عصر کے وقت قدم رنجہ فرمایا۔ اور اس کی عمارت اور نظارت کو کر یہ مصرعہ زبان پر لایا ع لدِ وا للموت وابنوا للخراب،

پس وہ عالیجاہ اُس جگہ سے نکل کر اپنی عبادت گاہ کو تشریف لے گئے۔ اور مغرب کی نماز میں مصروف ہوئے۔ تو اُس آن میں وہ تمام مکان یکدم زمین پر گر پڑا۔ میاں امام بخش درویش اس کے اندر بالجہر وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ وہ اس میں دب کر مستتر ہو گیا۔ لوگوں نے بڑے زور سے شور مچایا۔ کہ ہیہات وہ بیچارہ مر گیا ہے۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ کہ وہ غریب تو ایزد مجیب کا نام لے رہا ہے۔ پس اس کو خالق الوریٰ ایسی سزا سے کیوں فنا کرتا ہے۔ غالباً خدا نے اس کو بچا لیا ہو گا۔ تم سب درویش اور خیر اندیش اس کے اوپر سے مٹی ہٹاؤ۔ اور بعجالت بیش اُس درویش کو باہر لاؤ۔ پس حسب الفرمان تمام مقیمان مکان اور شہر کے باشندگان نے بڑی سعی اور سامان سے جب مٹی کے ڈھیر کو ہٹایا۔ تو وہ جوان بفضل رحمٰن بخیریت تمام باہر نکل آیا۔ اس کے جسم اور جان پر کسی قسم کا نقصان نہ ہوا۔

کرامت (۳۹)

زمیراث پدر محروم بد شخصے ز تندامان	برادر اور شہ سر کارش وسے کشتندش اخوانان
شدند اوشان ہمہ یا قتل از فرمان آنحضرت	عطا شد ورثہ آبہا بہ فرزندش زحکام ان

یہ ذکر مشتہر عام ہے۔ اور احمد الدین لنگری وغیرہ مردمان نے یوں بیان کیا۔ کہ میاں محمد نور ولد میاں حافظ بن حافظ عطا صاحب ساکن مٹھہ ٹوانہ جو حضرت شمس العارفین کے غلاموں سے راسخ الیقین تھا۔ اور اس مسکین کا ملک املاک محکم الدین وغیرہ بھائیوں نے زبردستی سے چھین لیا تھا۔ اور اس بیچارہ نے اپنی حقیقت کے بارہ میں دعویٰ دائر عدالت کیا۔ مگر چونکہ وہ بھائی اس کے مالدار اور صاحب جبر تھے۔ اور نیز بڑے زمینداران کے مددگار رہتے خصوصاً ملک شیر محمد خان ٹوانہ جو اس زمانہ میں بڑا سردار اور سرکار میں با اقتدار تھا۔ وہ بھی اُن کا مددگار بلکہ خود مختار ہو گیا۔ ان سب نے بڑا زور لگایا جس سے مدعی بیچارہ ضلع سے خارج ہو گیا مع غلہ

نے خوشی کے نقارے بجائے اور اس بیچارے کے ساتھ طرح طرح کے مخول بناتے۔ آخر
اس کنگال نے بہت آزردہ ہو کر حضرت کی خدمت میں بڑے اضطراب سے نالہ اور فریاد کیا
تو شمس الاقطاب نے عالم خواب میں اس کو ارشاد فرمایا۔ کہ تم یہ غم اور اضطرار دل بیقرار سے
ہٹاؤ۔ رب الارباب کے فضل سے کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس ویسا ہی ہوا کہ چیف کورٹ کی عدالت
سے اس کو تمام حقیت اور ملکیت مل گئی۔ جس سے مخالفوں کو سخت شرمساری اور اضطراری ہوئی
اور جہانداری میں ان کو بڑی ذلت اور خواری ہوئی۔ اس لیے انہوں نے غصہ کی آنچ سے جل
بل کر ان کے قتل کا مشورہ کیا۔ اور اس شکستہ بال کو معہ پسر خوردسال کے فی الحال قتل کر دیا لیکن
قادر منان کی قدرت اور احسان سے اس کے بیٹے کی زندگی کے ایام باقی تھے وہ زندہ رہا۔ اور
محمد نور مغفور دار فنا سے عالم بقا کو چلا گیا۔ پھر یہ دوسرا مقدمہ اس کے قتل کا شروع ہوا لیکن
ان ظالموں نے زر کے زور مقدمہ کمزور کر دیا۔ اور قاتلوں کی بریت کا غوغا اور شور عام میں پڑ گیا
اس اثنا میں محمد نور مغفور کے ایک خیر خواہ نے حضرت کی بارگاہ میں رو کر التجا کی۔ کہ غالی جناب بڑا
افسوس ہے۔ کہ جن ظالموں نے آپ کے غلام کو بیگناہ قتل کیا ہے اور اس کا گھر سراسر تباہ کر دیا
ہے۔ وہ سارے مخالفین اپنی رہائی کی امید پر شادمان اور خندان ہیں۔ اور طرح طرح کی ہنسی اڑا
رہے ہیں۔ آپ نے خاموش ہو کر پھر جوش سے فرمایا۔ کہ وہ لوگ مسرور اور مغرور نہ ہوں شمشیر
بھری پوری پڑی ویسا ہی ہوا۔ کہ مخالفوں کا یکدم پور پھر اگیا یعنی اس ایک مقتول کی پاداش میں وہ
آٹھ اشخاص پھانسی ملے۔ اور ان کے سب ملک املاک سرکار دولت مدار نے اس کے بیٹے
کو دیدے۔ تمام قانون دان اس فیصلہ سے حیران ہو رہے۔ کہ سرکاری عملداری میں ایسا فیصلہ
آج تک کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ یہ سراسر شمس انور کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

کرامت (۴۰)

عزیزے شمس انور را یکے زدکوب بنمودہ ۔۔۔ شدہ ناراض در حضرت یکے لفظے لقبہ مودہ
بہ حسب گفتۂ حضرت چناں شد ہم دراں روزے ۔۔۔ سگِ دیوانہ بگزیدہ مرد آں زہر آلودہ

یہ خبر اس شہر میں بعد مشتہر ہے۔ جس کو میاں غلام فرید سیال نے جو دو حضرت ذوالکمال

کے خویشوں سے قریب اتصال ہے۔ بصدق زبان سے بیان کیا کہ مسمی خدا بخش سیال جو بخت ور
اور باقبال تھا۔ اور اپنے زور بازو کے پندار سے بڑا افتخار رکھتا تھا۔ کیونکہ سات آٹھ جوان اس کے
اپنے خاندان سے زیر فرمان تھے۔ جن کے خوف سے تمام رشتہ داراں اور دیگر شہر کے باشندگان
لرزاں اور ہراساں تھے۔ ایک دن ان بدنفروں نے میرے والد کو یک جان اور بے سامان
سمجھ کر بموجب زدکوب کیا۔ جس سے تمام سامعین کے دلوں میں افسوس آیا۔ اور ان کے سینہ زوری
سے گھر گھر میں شور پڑ گیا۔ اتفاقاً اسی اثناء میں شمس ابتدا اپنے حرم سرا میں تشریف فرما ہوئے
تو اس مکان میں چند زنان مائی صاحبان کے پاس تاسف کے ساتھ یہ بات کر رہی تھیں۔ آپنے
یہ ذکر اذکار استفسار فرمایا۔ تو انہوں نے اظہار کیا۔ کہ خان جابا آج بہاول بخش بیچارے کو خدا بخش
ہتنیارے نے بہت ہی مارا ہے جس کے غم الم سے خیر خواہوں کا جگر پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ چونکہ
آں ذات بابرکات کا ارتباط اس کے ساتھ زیادہ تھا۔ اس لیے طبع مبارک آپ کی بہت مشوش
اور مضطرب ہوئی۔ اور فرمایا۔ کہ خدا بخش کو خدا ہلاک کرے۔ اس بدنصیب نے بہاول بخش
غریب کو کیوں مارا۔ بس اتنا ہی کلمہ اس والاشان کی زبان سے عیاں ہوا۔ جو اسی دن شام کے
وقت ایک سگ دیوانہ ناگہاں کسی جانب سے دواں دواں شہر میں آ گیا۔ اور خاص خدا بخش کے
مکان میں جا کر اس کے جسم اور جان کو دندان سے کاٹ کھایا جس وہ ناتواں بدنام ہو کر دوسرے
روز عالم جاودانی کو راہی ہوا۔ تعجب کہ اس کتے نے دیگر باشندگان سے کسی انسان کو نقصان
نہ پہنچایا۔ صرف اسی کو ہی کاٹ کر کہیں چلا گیا۔

کرامت (۴۱)

بروزے آمدہ شخصے بحرمت گفت بحضرت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بہ اخلاص ما تک پیش تو آید بے خلقت
چنیں باید کہ خالی آید در تو ہیچکس زید ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بفرمودش کہ زید و ہیچکس خالی بجز قسمت

صداقت آئین مولوی محمد امین صاحب کوچی نے ذکر کیا۔ کہ سید الٰہی بخش صاحب لنگری
جو مدت بسیار شمس منور کے دربار پر لنگر کا خدمت گذار رہا ہے اس نے بصدق زبان
یہ بیان کیا۔ کہ ایک دن شمس دوران اپنے مکان پر صبح کے وقت تلاوت قرآن فرما رہے

تھے۔ موسم تابستان کے ایام تھے۔ یہ غلام اس فیض رساں کو پنکھا کر رہا تھا۔ اس وقت ناگہاں ایک شخص عظمت نشان سفید ریش پاکیزہ اندام حضرت کی خدمت میں آیا تعظیم اور تکریم سے دوزانو ہو کر بیٹھ رہا۔ العارفین نے بعجالت ترین قرآن کی دفتین بجیر کر اس کی طرف توجہ فرمایا۔ تو اس نے کہا کہ اے مہربان ایزد رحمان کے فرمان کے بموجب ملائک عظام نے تمام جہان میں آپ کے فیضان کا اعلان کر دیا ہے جس سے مردمان خاص اور عام کا ہر ایک فرقہ آپ کے آستان پر آرہا ہے۔ پس آپ کو شان ہے۔ کہ زائرین سے ہر ایک انسان کو اپنے فیضان سے بہرہ ور فرمایا جاوے تاکہ اس دربار عالی سے کوئی شخص خالی نہ جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ نہ پہلے کوئی سوالی اس جگہ سے خالی گیا ہے۔ اور نہ آئندہ کوئی انسان اس مکان سے ناکام جائے گا۔ پس تھوڑی دیر کے بعد وہ مرد خدا اٹھ کر کھڑا ہوا۔ تو شمس الہدا نے تعظیماً اس کا اقتدا کر کے اس کو مرخص کیا۔ تو بندہ نے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آستانہ سے روانہ ہو کر عالم شیر کے مکان تک پہنچے تو وہ عالی قدر میری نظر سے یکسر غائب ہو گیا۔ ہر چند ادھر ادھر دریافت کیا۔ کوئی پتہ نہ ملا بعد ازاں ایک صاحب عرفان کی زبان سے اعلام ہوا۔ کہ وہ صاحب اقتدار زمانہ کے قطب مدار تھے۔ شمس الانوار کے دیدار کے لیے دربار کے لیے دربار پر تشریف لائے تھے۔

کرامت (۴۲)

دو اشخاص از رجال الغیب روزے بدر حضرت ‏ ‏ شدہ حاضر خموشانہ ستادند دور از خدمت
بخادم گفت حضرت یک کلاہ من بدہ شاں را ‏ ‏ بدادہ خادم او شاں را روان گشتند بفرصت

سعادت آگین مولوی محمد امین صاحب ٹوپی نے ذکر کیا کہ سید الٰہی بخش صاحب رنگری نے بصداقت زبان یوں بیان کیا کہ ایک دن شمس العارفین اپنی مسجد میں خلوت گزین تھے۔ اس وقت ایک مسکین اور دو تین دیگر خادمین مسجد کے صحن میں ہمنشین تھے۔ اس آن میں ناگہاں اجنبی شکل کے دو جوان جن کے چہرے درخشاں پر سعادت کے نشان نمایاں تھے۔ آکر مسجد سے باہر کھڑے ہو گئے۔ اور شمس الاقطاب کو بڑے استعجاب دیکھنے لگے۔ جناب نے کچھ دیر کے بعد اس نیازمند کو فرمایا۔ کہ میری مستعمل کلاہ جو نشست گاہ میں پڑی تھی لاکر ان صاحبان کو دیدی۔ انہوں نے

مسکرا کر بڑی خوشنودی سے وہ ٹوپی لے لی۔ پھر جلد تر آستانہ سے لنگر خانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو بندہ خاکسار بمراد استفسار اُن کے پیچھے دوڑا۔ کہ یہ کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔ لنگر خانہ تک تو اُن کو دیکھتا رہا۔ لیکن جب اُس مکان سے باہر نکلے تو طرفۃ العین میں وہ ہر دو صاحبین غائب ہو گئے بعد ازاں ایک صاحب حال باکمال کی زبانی معلوم ہُوا۔ کہ وہ رجال الغیب تھے۔ اور تبرک لینے کی غرض سے شمس الھدیٰ کی بارگاہ میں آئے تھے۔

کرامت (۴۳)

بچا ہے شمس اور رمہ خود را یکے شبان | نشستہ بود و در شبے گرگے ببرد میش آں چوپان
نمود آلغرض حضرت رابعز مردش برون بنگر | چو شد بیروں نشستہ دید گرگ و میش دیدش

میاں صاحب دین محمد قریشی ساکن بھیرہ ضلع میانوالی جو شمس العارفین کے شائقین سے راسخ یقین اور صداقت آگین ہے۔ صدق زبان سے یوں بیان کیا۔ کہ میں کچھ مدت حضرت کی خدمت بابرکت میں مقیم رہا تھا۔ اس اثناء میں ایک دن دریا جہلم کے پانی سے ایسی طغیانی ہوئی۔ کہ دیہات ملحقات کے حوالی میں کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ وہاں کے باشندگان بہت پریشان ہو کر اپنے مال مویشی کو اپنی حفاظت لے چلے۔ مگر ایک زمیندار سجانت نام اپنے ریوڑ کو لے کر حضور کے دربار کے قریب جوار میں نوابی کنوئیں پر آ ٹھہرا۔ اور جناب کی بارگاہ کو ایک جا پناہ سمجھ کر وقت بسر کرنے لگا۔ اتفاق دو دن کے بعد جناب نے طلوع آفتاب کے وقت پینے کے لیے پانی طلب فرمایا تو خاکسار برتن لے کر پانی بھرنے کے لیے اُس کنوئیں پر گیا۔ دیکھا تو وہ شخص بہت حزیں اور غمگین اپنے ریوڑ کے پاس بڑا اداس کھڑا ہے۔ آزردہ اور پژمردہ ہو کر مجھے کہنے لگا کہ بہ نسبت حضرت شمس العارفین کے قرب اس جگہ پناہ گزین ہوا تھا کہ یہ جائے امن ہے یہاں میرا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ مگر آج رات ایک بھیڑیئے بدذات نے میرے ریوڑ سے ایک بھیڑ کو اٹھا لیا ہے جس سے زیادہ تر آئندہ کے لیے مجھے یہ ڈر اور فکر پڑ گیا ہے۔ کہ وہ بھیڑیا ستمگار میری دوسری بھیڑوں کو بھی اسی طرح پھاڑ کھائے گا۔ اُس کے حال پُر ملال کو دیکھ کر میں اس کنگال کو اپنے ساتھ لایا اور حضرت غریب نواز کی خدمت میں عرض پرداز ہُوا۔ کہ اسے خدا کے پیارے اس بیچارے نے

آپ کے دوارے پر آکر پناہ لی تھی۔ افسوس جو آج کی رات میں بھیڑیئے بد ذات نے اس کی حال
کی بہیر نکال لی ہے۔ اور آئندہ کے لیئے بھی اُس بد سگال سے اس شکستہ بال کو ڈر لاحق حال ہو
رہا ہے۔ بنا بر آں یہ شبان بہت حیران اور پریشان ہے۔ اس مسکین پر شفقت عمیم فرمائی جائے
اور اس کی دل آزادی پر غمخواری کی جائے۔ شمس الدور نے یہ حال سن کر فرمایا اُس گھیڈر خون
خدادی مار ذرہ باہر جا کر کہیں اس کو دیکھو تو سہی، پس حسب الفرمان اسی آن میں یہ فدویت کیش دو
سید احمد درویش دونوں غلام اُس شبان کے ہمراہ جنوبی نواح تک گئے دیکھا تو وہ بھیڑ اور بھیڑیا
ایک دوسرے کے بالمقابل بخیریت کاملہ بیٹھے ہیں سید احمد نے زور سے دوڑ کر اس بھیڑیئے کو معاً
اور پاؤں کا دھکا مارا مگر وہ بیچارہ ایسے سہارا ہیں بیٹھا رہا۔ کہ گویا وہ ہاتھ پاؤں شکستہ ہے یا ہیر
کی مثل زنجیر سے بستہ ہے۔ بالآخر اس فقیر نے بھیڑیئے کو گردن سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ اور زیر سے بہ
کر دیا۔ جب میں اس کو شمس الاقطاب کی جناب میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ اب اس کو چھوڑ دو
اور فہمایش کرو کہ آئندہ اس طرف نہ آیا کرے۔ تب خاکسار نے اُس گھیاڑ کو باہر لے جا کر چھوڑ دیا
ہرن کی مثل وہ چھلانگیں مارتا اور دوڑتا چلا گیا۔ پس وہ شبان شمس دوران کے فیضان سے ثناخوان
ہو کر اپنی بھیڑ کو ریوڑ میں لے گیا۔ اور زندگی تک غلام جان نثار رہا۔

کرامت (۴۴)

شبے در کار لنگر خادمے را مار بگزیدہ ، شدہ در کیش آں خادم بحضرت پیش گردیدہ
بفرمودش چہ گردیدہ کہ زہر چشت ازمائے ، زاندک جست پس آں مار زہر مرگ بچشیدہ

محمد خان خان ساکن فتح خان والہ اور میاں مردئی صاحب قریشی ساکن بھور عدو خیسی خیل
نے جو شمس دوران کے غلام راسخ الیقان اور صادق البیان ہیں ذکر کیا۔ کہ ایک زمان میں آستانہ
پر ہم دونوں غلامان حضرت فیض زمان کی خدمت میں قیام رکھتے تھے اور میاں عبد الرحمن ساکن
بھور جو لنگر کے کام کو سعادت جاودان سمجھتا تھا رات اندھیری میں آٹے کی بوری خرمن سے اٹھا
کر لنگر خانہ کی طرف لے جا رہا تھا۔ بتقدیر سبحان راستہ کے درمیان سرائے کے متصل جو ایک نیچی
کلان تھی ناگہان اس سے ایک مار زہر دار بالشت کے مقدار نکل کر اُس درویش کے پیش آیا

درخت نیش مار کر اس کے پاؤں پر ریش کر گیا جس سے تمام درویشاں حاضرین بہت حزین در غمگین ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسے مار زہر دار کا گزیدہ آج تک کوئی زندہ نہیں دیکھا۔ اب اس شخص کا بچنا محال ہے۔ اُنہوں نے فی الحال اس کو حضرت ذوالکمال کی خدمت میں لے جا کر عرض کیا کہ اے خدا کے حبیب اور دردوں کے طبیب اس غریب کو ایک خطرناک سانپ نے کاٹ ڈالا ہے۔ جناب کے الطاف کے ماسوا اس لا دوا کا اور کوئی دوا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا بزم چشتی کی زہر کوئی سانپ کی زہر سے کم نہیں۔ وہاں جا کر اُس سانپ کو دیکھو تو سہی۔ سب حاضرین بایقین بعجالت ترین دوڑ کر وہاں گئے۔ دیکھا تو وہ مار زہر دار راستہ کے اوپر مرا پڑا ہے سب ناظرین دیکھ کر حیرت گزیں ہو رہے۔ پس اُس فقیر دلگیر کو شمس منیر نے شفقت کثیر سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ کہ تم مت گھبراؤ۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ سبحان اللہ ایزد ذوالجلال کے کرم اور افضال سے اس کنگال کا بال تک تدریجی ضرور اور وبال نہ پہنچا۔ بدستور خوشی اور سرور سے چلتا پھرتا رہا۔ اور دربار پر کار دربار کرتا رہا۔

کرامت (۴۵)

عزیزے خادم حضرت مقید گشت در زنداں	نمودآں عرض زہر ش بحضرت از پئے ہرماں
بعالم خواب آنحضرت رہا کردآں مقید را	بہ پنجم شب رہا شد از عدالت صاحب فرماں

ملک فتح خاں صاحب گھیبہ ساکن کھنڈہ نے جو حضرت شمس العارفین کے راسخین میں سے صادق الیقین اور صداقت آگین ہے۔ بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ملک نواب خاں منیر ڈھلیاں جو میرا خانہ زاد بھائی ہے۔ بتقدیر الٰہی وہ ایک بھاری مقدمہ فوجداری میں گرفتار ہوا۔ جس کو تحصیلدار ستمگار نے کل اختیار سے دو سو روپیہ جرمانہ کر کے چھ مہینہ کے لیے جیل خانہ میں بھیج دیا۔ چونکہ اس حاکم نادار نے ایک عناد کے سبب سے مقدمہ کی روئداد بڑی اشتداد سے تحریر کی تھی۔ اس لیے اپیل کو بھی اس کی اپیل میں صورت تقبیل نظر آئی۔ اور دیگر دانایان زمان کو بھی اس کی قید سے رہائی کی امید نہ رہی۔ اس وقت میں لاچار اور مضطر ہو کر سیال شریف کے دربار کو روانہ ہوا۔ اگرچہ قبل اس کے آنجناب بابرکات سے بیعت کا رتبہ میرا کوئی نہیں تھا۔ مگر ان حمیدا

صفات کے کمالات اور کرامات سُن رکھیں و نہار اس کے دیدار پُرانوار کا اشتیاق عشاق زار اس
مشتاق کو رہتا تھا بنابریں ارادتمندانہ معتقدانہ اپنے غریب خانہ سے روانہ ہوکر تیسرے روز اس یگانہ
کے آستانہ پر پہنچا حضور فیض گنجور میں تعظیمات خادمانہ کے بعد مستمندانہ ہوکر بیٹھ رہا آپ نے عنایت
بیغایت سے تمام احوال اس پائمال سے استفسار فرمایا۔ خاکسار نے حالت زار کو تفصیل وار ظاہر
کیا۔ تب شمس الہٰی نے اُس مقید کی رہائی کے لیے درگاہ کبریائی میں توجہ کے ساتھ دعا کا ہاتھ اٹھایا۔
اور پھر شفقت اور مرحمت سے بندہ کو بیعت فرمایا جس سے میرے دل پریشان کو فی الحال اطمینان
ہوگیا۔ اور حسب فرمان پانچ روز جناب کی آستان ہدایت نشان پر قیام کیا۔ پس روانگی کے وقت
بڑی مہربانگی سے شمس الانوار نے اس خاکسار کو ایک تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو خاص اس مقید
کے پاس پہنچایا جائے تاکہ وہ اس کو اعزاز سے رکھ کر اس کے اعجاز کو نظر انداز کرے۔ جب یہ بندہ خدمت
اقدس سے مرخص ہوکر خوشنودی اور خورسندی سے راولپنڈی میں پہنچا تو جاتے ہی ایک
عزیز پُرتمیز کی وساطت سے وہ تعویذ جو حضور نے تفویض فرمایا تھا زندان کے مکان میں نواب خان
کی جانب بھیج دیا۔ تو ترتیب اور تادیب سے وہ اس کے حروف کے دیکھنے میں مصروف تھا
اور دوسرے روز اس کی اپیل بھی ایک وکیل کی معرفت داخل کرائی گئی جس کی پیشی کے لیے
تین دن کی تاریخ مقرر ہوئی۔ آخر جب تاریخ معین پر وہ مقید عدالت میں پیش ہوا تو خدا کی
عنایت اور شمس الہدا کی کرامت سے حاکم فرمانروا نے اس کو بیگناہ سمجھ کر جملہ سزا سے رہا کر دیا
جب وہ جوان شادمان ہوکر زندان سے باہر آیا تو حیرت فراواں سے وہ بیان کرنے لگا۔ کہ
رہائی کے دن سے پانچ روز پیشتر خواب کے اندر ایک شخص بزرگ ضعیف سفید ریش یوسف
کنعان کی مثل درخشاں بڑی عظمت و شان سے میں نے دیکھا اور اُس نے زبان درفشاں
سے فرمایا۔ کہ اے نواب خان اس زندان سے نکل جا جو قید کی سزا سے تو رہا ہوگیا ہے
جب نیند کی خماری سے مجھے بیداری ہوئی تو اس صاحب جمال کا خیال میرے دل پر نقش
کی مثال اب تک حال ہو رہا۔ تب میں نے اس کو کہا کہ جس عنوان کا حلیہ اور نشان تو بیان کرتا
ہے۔ تو وہ بصورت عیان بعینہ شمس دوران ہیں جن کے فیضان سے تمام جہان فی زمانہ
بہرہ ور ہا ہے۔ اور ان کے احسان سے تو زندان سے باہر آیا ہے چلو میں تجھے اُس ذو تجمل

کے دربار پر لے جاؤں اور اُس شمسِ انوار کا دیدار کراؤں - پس وہ محبت آثار بڑے شوق اور پیار سے میرے ساتھ تیار ہُوا - اور میں اس کو شمسِ دوران کے آستان پر لایا جب اس جوان نے دور سے مردمان کے اژدحام میں حضرت ذوالکرام کو دیکھا تو بے نہایت بیار اشکبار ہو کر کہنے لگا - کہ یہ وہی صاحب جمال ہے جس نے میرے حال پُر وبال پر خواب میں کرم کمال فرمایا تھا - اور زندان سے اس گمنام کو باہر لایا تھا - آخر محبت فراواں سے نالان اور گریہ کنان جناب کے اقدام پر گر پڑا - اور دیر تک مضطرانہ اور شایقانہ روتا رہا - پس آنحضرت نے اُس کی حالت پر بڑی شفقت اور مرحمت فرمائی - اور بیعت سے مشرف فرما کر عنایت بیغایت سے اس کو ہدایت کی - دینی اور دنیاوی حاجات اور مرادات سے ان کی سب مطلب براری ہو گئی -

کرامت (۴۶)

یکے را والد از میراث خود محروم بنمودہ بحالش حضرتِ اکرم کرم بسیار فرمودہ
میسر گشت املاکش وے از دیدہ شد ماتش مگر آخر بدستش آمدہ ہر چیز مفقودہ

ملک فتح خان صاحب کھیبہ ساکن موضع کنڈہ نے جو حضرت شمس دوران کا غلام صادق الایقان ہے مصدق زبان سے یوں بیان کیا کہ فتح فیض احمد ساکن جتیال جو نیک خصال اور میرا خیر سگال ہے اس کو اپنے والد ماجد نے کسی وجہ اور خیال سے گھر میں سے نکال دیا - اور اپنے کل مال اموال سے محروم الحال کر دیا - اور تین چار شہروں پر جو اُس کی ملکیت اور وراثت تھی وہ تمام دُوسرے بیٹے کے نام اس نے حکام کے دفتر میں ارقام کرا دی - وہ بیچارہ مصیبت کا مارا آزردہ اور افسردہ ہو کر میرے پاس آیا - اور بڑی غمگینی سے اپنی محرومی کا ماجرا حیرت افزا سنایا - مجھے بڑا ہی افسوس آیا اور کہا کہ ذات کبریا کی عنایت کے سوا اور کوئی حیلہ اور وسیلہ نہیں چلتا میں تجھے ایک مقبول خدا کی بارگاہ والا جاہ میں لے جاؤں اور اس ذوالکمال کی خدمت میں تیرا حال پُر ملال سناؤں - چونکہ وہ فیاض زمان محتاجوں غمزدوں کے فیضان کی کان ہے - اس لیے امید واثق اور یقین واثق ہے کہ اس کی مددگاری و دستگیری

سے تیری مطلب براری ضرور ہو جائے گی۔ وہ دلالت آثار نجابت زار میرے ساتھ تیار ہوا۔ اور جب
تمہارے اس کو شمس الانوار کے دربار پر بڑے انکسار سے حاضر کیا۔ دیکھتے ہی حضرت بزرگوار نے کرم
بیشمار سے استفسار فرمایا تو اس خاکسار نے دست بستہ یہ اظہار کیا کہ عالی جاہ! باپ نے اس مغموم
کو اپنی کل جائداد سے محروم کر دیا ہے۔ لہذا یہ مظلوم اپنے مقسوم کے لیے نالاں ہے اور حضور کے
آستان فیض نشان پر عرض رساں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر باپ کے حقوق اولاد پر
مقرر ہوتے ہیں۔ ویسے ہی اولاد کے حقوق باپ پر معین ہیں۔ اس کے والد بے انصاف نے شریعت
کے برخلاف کیا ہے۔ خیر حسب عدل اور انصاف کا اپنے الطاف اور اعطاف سے اس غریب
کا نصیبہ وراثت موجودہ سے عنقریب مرحمت فرمائے گا۔ چونکہ حضور کے فرمان سے اس غم
کو اطمینان ہو گیا تو عرض کیا کہ اے فیاض زمان اس کا یہ کام تو آپ کی زبان سے سرانجام ہو گیا
ہے۔ اب اس بات کا حسرت اور حرمان دل کو جیسان ہو رہا ہے۔ کہ یہ غریب بے اولاد ہے
اس کی جائداد پھر وہی اس کا بھائی یا بھائی زادے جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ رب الارباب
کی جناب میں اولاد کا ایجاد ہونا کوئی مشکل اور نایاب نہیں۔ وہ ذات کریم اپنے فضل عظیم سے
اس حزین کو اولاد نرینہ عطا کرے گا۔ پھر اس پیشوا نے دعا کے لیے شفقت کے ساتھ اپنا ہاتھ
اٹھایا۔ اور توجہ قلبی سے دعا طلبی فرما کر رخصت کیا۔ آگے طرفۃ الحال اس کا اس منوال پر ہے
کہ تھوڑے ہی دن گزرے جو تحصیلدار محمد فضل خان جو خاندان چشتیہ کا عدم مصافق یقین
تھا تبدیل ہو کر اس تحصیل میں آیا۔ اور کسی خیر سگال نے قاضی صاحب کا حال و حضرت صاحب
سے اس کا اتصال بڑے انفصال سے اس کو سنایا جس سے ایزد ذوالجلال کی قدرت کمال
سے ایک حسن حیت کا خیال اس کو ایسا لاحق حال ہوا۔ کہ فی الحال ایک موقعہ پر اس کے
شہر میں جا کر اس نے قاضی صاحب کے ذمہ کو بلایا اور کہا کہ ایک مطلب خاص کے لیے
میں تیرے پاس آیا ہوں۔ مجھے امید عظیم اور تمہیم یقین ہے کہ میرے کہنے کو تم تسلیم کر دو گے۔ ورنہ
تو حتی الامکان اس کام کو تحکم حکام سے ضرور سرانجام کرا لوں گا۔ وہ بولا کہ فرمائیے آپ کا حکم بسر
چشم بڑے سرور سے مجھے منظور ہے۔ تب تحصیلدار نے یہ مطلب اظہار کیا کہ تو نے چھوٹے بیٹے
کو اپنے آبا اجداد کی جائداد سے کیوں بیزار اور برکنار کر دیا ہے۔ حالانکہ بڑا لایق وارث ہے

اور تیری وراثت کا حقدار ہے تو نے سیدالانام علیہ السلام کے فرمان کے مخالف اور شہنشاہ
زمان کے قانون کے برعکس کیا ہے۔ مناسب ہے کہ کل ملک املاک سے اس کو اپنا استحقاق
دیدو۔ اور میرے پر احسان اور منت فراواں کرو۔ اگرچہ وہ باپ اس سے رنجیدہ اور دل
تپیدہ تھا۔ مگر لاچار تخیل دار کے آگے انکار نہ کر سکا۔ بلا تکرار اس کے گفتہ کو اختیار کر لیا۔
اور رواج کے مطابق کل جائداد سے پورا انصاب اس کے نام اندراج کرا دیا جس سے
وہ بہت آسودہ حال اور دولت سے مالا مال ہو گیا لیکن بعد چندیں ایام سارقان اس کے
مکان کو نقب لگا کر نقدی مال سب نکال لے گئے۔ اس کو خستہ حال اور کنگال کر گئے مگر اس
نے تفتیش کے لیے پولیس میں نہ رپورٹ دی اور نہ کوئی اطلاع کی اس خیال پر جو پولیسوں کی
کارروائی سے تباہی کے سوا کوئی انصاف وری اور خیر خواہی نہیں پائی جاتی۔ البتہ مجھ کو اس
نے اس حال کی بلا احمال خبر دی ہیں نے جلد تر جا کر تاکید مزید سے اس امر کی ترغیب دی کہ سب
امورات اور حوادثات کے لیے ہماری نالش اور گذارش شمس الانوار کے دربار پر لازم ہے تم
اس حادثہ ہوش ربا کے بارہ اس پیشوا کے کی بارگاہ میں چارہ کرو۔ اور اس کو وسیلہ جمیلہ سمجھ کر حصول
مدعا کے لیے استدعا اور التجا کرو۔ مجھے اس محبوب رب العالمین کے کرم عمیم پر یقین ہے۔ کہ حق
سبحان کے احسان سے تو کامران ہو جائے گا۔ پس اس نے ویسے ہی آنذات بابرکات کی جناب میں
بڑے عجز کے ساتھ مناجات شروع کی اور بہت خضوع اور خشوع سے اپنے مطلب براری کے لیے
گریہ زاری کی سبحان اللہ تین روز کے بعد ایک رات پر حسنات میں اس کو عالم خواب میں جناب
شمس الاقطاب کا دیدار ہوا۔ اور فرمایا۔ کہ اے فیض احمد تو جلد تر اٹھ کر اپنے مال اموال کو سنبھال
پس علی الصباح وہ نیند سے آگاہ ہو کر دو تین روز اسی خیال میں کوشش کمال سے دیکھ بھال کرتا
رہا۔ مگر کوئی پتہ نہ ملا۔ چوتھی رات کو پھر اس نے آنذات حمیدہ صفات کو دیکھا اور آپ نے
عنایات سے فرمایا۔ کہ تو اپنے مال منال کو کیوں نہیں نکالتا۔ صبح کے وقت جب خواب کی
خماری سے بیداری ہوئی تو اس کے دل میں جناب کی مددگاری اور غمخواری کے مژدہ سے
بہت اختیاری ہو رہی۔ جو اس کی دستیاری سے کب مطلب براری ہو گی۔ پھر اس نے بڑی احتیاط
سے سب جہات میں اپنے مال کا تفحص حال کیا۔ مگر کسی انسان نے کچھ پتہ نشان نہ دیا۔ حیران اور

پریشان ہو کر بیٹھ رہا۔ چار پانچ ایام کے بعد پھر وہ غلام عالم منام میں شمس الاقطاب کی زیارت
سے شرفیاب ہوا۔ اور جناب نے ارشاد فرمایا کہ تیرا مال تمام ملبہ کی ڈھیری کے درمیان مدفون
اور مصؤن ہے۔ فی الحال تو اس جگہ کو دیکھ بھال کر اپنے مال کو باہر نکال۔ جب وہ عقیدت شعار
نیند سے بیدار ہوا تو دل پژمردہ اس آزردہ کا فرحت بشارت سے گلزار ہو گیا۔ صبح کے وقت دس بارہ
اشخاص کو ساتھ لے کر اُس ڈھیری کے پاس گیا۔ اور اُس نشان پر جہاں حضور کا فرمان تھا بڑے
اہتمام سے اُس ڈھیر کو کھدوایا۔ تو مخبر صادق کی خبر کے مطابق سب مال بدستور سلامت نکلا۔
اس میں سے کسی چیز کا ایک پیسہ تک بھی نقصان نہ ہوا۔ شمس دوران کی برکت اور فیضان سے
ایزد رحمان نے سب سامان اس کو امن امان سے پھر عنایت کیا۔

کرامت (۴۸)

غلامے بود بے اولاد و مفلس تہی مضطر — پے ناچاری گرفت آں شخص پیش حضرت نور
دعا فرمود آنحضرت بلطف و رحمت و شفقت — شد آں بارور گار و صاحب ولد و دولت ور

ملک فتح خان صاحب گمیبہ رئیس گنڈہ نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ہمارے شہر
میں ایک مرد آزردہ دل نامی محمد فاضل جو حضرت شمس دوران کا خادم دیرینہ تھا لیکن
بباعث گردش روزگار بہ ہنجار مفلسی اور تنگ دستی سے بے سر و سامان اور سرگردان تھا نیز
بے اولادی کے حرمان سے پریشان و رنجور تھا۔ ایک بار جب یہ خاکسار حضرت کے دربار کو
عرس پہ تیار ہوا تو اس سے استفسار کیا کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ اس نے رو کر کہا کہ بندہ ہر وقت دل
سے رنگ کیا کروں بہت مفلس اور نادار ہوں۔ بے روزگاری سے سخت لاچار اور خوار ہوں اس
لیے تہی دستی سے کنگال کا وہاں جانا محال ہے۔ مجھے اس کے حال زار پر رحم آیا۔ اور سفر خرچ
وغیرہ از خود دے کر شمس دوران کے آستانہ پر اس کو ہمراہ لایا۔ اور حضور فیض گنجور کی زیارت بشارت
سے اس مہجور کو مسرور اور شرفیاب کرایا۔ دوسرے روز بڑے قلق اور سوز سے وہ اُٹھ کر میرے
سے بے خبر بارگاہ عالی جناب میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضرت موصوف وظائف میں مصروف
تھے۔ وہ باخلوص بلا ہراس حضرت کے پاس بیٹھ رہا اور ان کے جنون سے مس مجذوب

نے فی الحال ریش مبارک کے بال دائیں ہاتھ سے قابو کے ساتھ پکڑ لیے۔ حاضرین خشمگیں ہو کر
اس کو تنبیہ تادیب بلکہ تہدید شدید کرنے لگے۔ مگر شمس الہدا نے لطف اور عنایات سب حضرت
کو فرمایا۔ کہ اس بے نوا کو کچھ ایذا نہ دو۔ تب وہ خدام جناب کے فرمان سے تمام آرام کر رہے
اور آپ وظائف کے شغل میں مشغول ہو گئے۔ اتنے تک میں بھی ناگاہ اس بارگاہ میں آگیا۔
ماجرا دیکھ کر خوف اور خطر سے اس احقر کا دل پارہ پارہ ہونے لگا۔ مگر اس پُر خدر نظارہ سے
کوئی چارہ و حیل نہ سکا۔ جب شمس الہیٰ نے تسبیح کے پڑھنے سے فراغت پائی۔ تو فرمایا کہ نیک بخت
میرے بالوں کو چھوڑ دے۔ مگر اس نے نہ چھوڑے پھر وہ لجپال صاحب حسن وجمال اپنے ورد کے
اشغال میں شاغل ہو گئے۔ جب ایک تسبیح کو اتمام کیا۔ تب کرم فراواں سے اس فیض رساں نے
فرمایا کہ اے آشفتہ حال میری ریش کے بال اسی حال واگذار کر اور اپنا احوال پُر دبال اظہار کر تا میں
تیری حاجات کے لیے مجیب الدعوات کی بارگاہ میں استدعا کروں۔ تب اس پرملال نے فی الفور
حضرت ذوالکمال کے بالوں کو چھوڑ دیا۔ اور غم اور درد سے عاجزانہ طور پر عرض کیا۔ کہ فدایا
مدت بسیار سے یہ خاکسار تیرے دربار کا جاں نثار ہے۔ اور دل وجان اس خادم کا تیرے نام پر
قربان ہے۔ پر تعجب اور تحیر کہ باوجود تیری غلامی اور نیازمندی کے اب تک میری مراد کوئی
ادا ہوئی نہ دولت و شتاب ہوئی۔ مفلسی اور تنگ دستی نے بہت ذلیل کر دیا ہے۔ اور
بے اولادی کی آزردگی نے دل کو علیل کر رکھا ہے۔ پھر بھی اس کنگال کی طرف آپ کا کچھ خیال
نہیں۔ تب اس فیاض زمن نے بڑی شفقت اور احسان سے پوچھا کہ تو نوشت وخواند کا کام
بھی کچھ جانتا ہے۔ میں نے گذارش کیا کہ عالی جاہا یہ بندہ تو بحسن اہتمام کر سکتا ہوں۔ لیکن
اس ناکام کو حکام سے کام کے لیے کوئی پوچھتا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حق پروردگار اپنے
فضل بے شمار سے کوئی نیک سبب بنا دے۔ تاکہ تیرا کوئی روزگار اچھا باوقار بن جاوے۔ اور
اولاد نیک نہاد کے ایجاد سے بھی تیرا دل شاد اور گھر آباد ہووے۔ بعدہٗ اس معتمد نے دعا کے لیے
ہاتھ اٹھایا۔ اور شفقت سے اس کو رخصت فرمایا۔ راستہ میں نہایت ہی فکر سے بار بار میں پژمردہ
گوش گذار ہوا کہ پروردگار نے تو سرکار میں تیرا روزگار بنا دیا ہے۔ یعنی ملازمت سرکاری
میں وصول کی نعمت داری کا تو ٹھیکہ داری ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ وہ کنگال حضرت لجپال کی برکت

کمال سے دو سال میں باقبال و دولت سے مالا مال ہو گیا۔ پھر ترقی پا کر صدر مین الدکا رعہدہ
بن گیا۔ نیز بفضل رب الارباب اولاد کی مراد سے بھی کامیاب ہوا۔ چنانچہ اب اس کے دو
فرزند بڑے دوست ملازمت سرکار میں با آسودہ ہیں۔ اور وہ عقیدت مآب بخت و اقبال کا
عروج کمال دیکھ کر بہ امر ذوالجلال انتقال کر گیا۔ غفر اللہ المتعال۔

کرامت (۴۸)

عزیز شمس شد بیمار و ناچار و پریشانے — بحال یاس مدقوقش بگفتہ کل طبیبانے
چو آمد بر در حضرت بفرمود آں کہ یا مرضش — شد آخر خوشحال تا الحال نماند تنا خوانے

مولوی عبدالعزیز صاحب جو قدوۃ السالکین زبدۃ العاشقین جناب مولوی فضل الدین صاحب
چاچڑوی غفرہ اللہ رب العالمین کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ انہوں نے یہ حال بصدق مقال اپنی
زبان سے بیان کیا کہ بہ تقدیر ذوالجلال والد ماجد کے انتقال پر ملال کے بعد عارضہ بخار سے میں
سخت بیمار ہو گیا۔ کمزوری اور اسہال کا وبال لاحق حال ہوا۔ طبیبان حاذقین اور ڈاکٹران
ماہرین نے علاج سازی اور دوا پردازی میں بڑا چارہ کیا مگر کچھ افاقہ اور آرام میسر نہ ہوا۔ دن
بدن طبیعت گھٹتی گئی اور طاقت نحیف ہو رہی اور جان ناتواں میں مرض کی سختی سے
بہت تخفیف ہو گئی۔ آخر اس حال میں ایک سال گذرنے آیا۔ حکیموں نے متفق ہو کر تپ دق
بتایا۔ اس وقت دل بہت گھبرایا۔ مگر کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ آخر بیقرار ہو کر عجز اور انکسار سے حضرت
کے دربار پر حاضر ہوا۔ اس خیال پر کہ اگر وہ کرپال میرے آزردہ حال کو دیکھ کر کمال عنایت کی
نظر فرمائے گا تو میرے دردوں کا درماں فی الحال چلا جائے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ حبیب بی بی
بانو نے حضرت کی خدمت میں میری حالت کی کیفیت نیاز بے اندازہ سے عرض کی کہ عالی جاہا
یہ مولوی صاحب چاچڑوی کا چھوٹا بیٹا ہے۔ اور طبیبوں نے اس کو مدقوق اور مسلول بتا دیا
کہہ دیا ہے۔ اب یہ ہر کسی سے بیزار اور دست بردار ہو کر تیرے دربار پہ آپڑا ہے۔ امیدوار
کہ اپنے کرم بیشمار سے اس بیمار پہ رحم فرماؤ۔ اور مسیحا دم سے اس بیچارہ کو تندرست بناؤ۔ تب اس
عارف ربانی نے بڑی مہربانی سے میری پیشانی کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کو کہاں ہے بخار۔ اس

کے دل میں تو صرف محبت کا اضطرار ہے جس سے یہ آشفتہ لیل و نہار بیقرار ہے۔ فی الاصل
یہ بخار کی مرض سے کوئی بیمار نہیں۔ پھر آپ نے ہاتھ اُٹھا کر توجہ کے ساتھ دعا فرمائی۔ اور میری
حالت پُر ملالت پر نہایت رحمت کی نظر کی۔ سبحان اللہ کہ جب اس مسیح الزماں کی زبان فیض ترجمان
سے یہ کلمہ عیاں ہوا تو فی الآن میرے جسم و جان سے بفضل خدا وہ مرض اُڑ دو ایک دم جُدا ہو گئی
اور اس پیشوا کی دعا سے صحت و شفا فی الحال شامل حال ہو گئی۔ اور آج تک جس کو بہت
سال گزر چکے ہیں۔ طبع تندرست اور خوشحال ہے۔ اُس مرض کا کوئی خیال نہیں۔

کرامت (۴۹)

زبعدِ رحلتِ حضرت خیال آمد غلامے را ... کہ بہرِ پرسش چرا شد مجتمع خلقت ہزاراں را
بخوابش دیدہ کاں بنوشت فرماں شمس خداماں ... بہ دیگر عرس دید آں شخص مانند شان غلاماں را

مولوی ولی محمد صاحب ساکن موضع کریک چود ھوش صادق البیان و راوثق البیان
ہے۔ اس نے صدق زبان سے بیان کیا۔ کہ حضرت شمس العارفین کے عرس نخستین پر بکثرت
حاضر ہوا۔ ہزاروں ہزار مردمان ہر کراں سے آستان ہدایت نشان پر جمع ہوئے۔ اس فدویت
سگاں کے دل میں یہ خیال بصد حال ہوا۔ کہ حضرت ذوالکمال تو یہاں سے انتقال فرما گئے
ہیں۔ یہ زور بیشمار اب کس کے دیدار کے لیے اس دربار پر آتے ہیں۔ اسی ناقص خیال میں عرصہ
ایک سال تک بندہ مشوش حال رہا۔ اس خدا کے حبیب کا جب دوسرا عرس قریب آیا۔
تو فدوی نے ایک رات پُر برکات میں شمس الاقطاب کو عالم خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بے
مزین مکان عالی شان کے درمیان بڑی عظمت و رشان سے وہ شمس درخشاں ایک پلنگ خوش
رنگ پر زیب افزا و مسند ہیں۔ اور اس مکان جنت نشان کے فرش پر غلیچے گوناگوں بوقلموں
اطلس کے منقش اور مقدس بچھے ہوئے ہیں۔ اور اس کی ہر ایک دیوار رنگدار میں
تھوڑے تھوڑے فاصلہ کے مقدار پر الماریاں زیبدار با نقش و نگار بیشمار بنیا ہیں۔ اور ہر ایک الماری
کے پاس چند ایک مجاور نما دستار در قبا اس کے رکھے رہتے ہیں۔ جب یہ خاکسار اس دربار
پر نوا ریس حاضر ہوا۔ تب بے اختیار اس شمس الانوار کے اقدام پر گر پڑا۔ جناب نے شفقت

بے حساب سے کر دیا۔ اور اہلکاران دفتر کو اس احقر کے لیے امر کیا۔ کہ یہ منشی ولی محمد اچھا
تجربہ کار اہل کار ہے۔ اور تحریر کے کام میں واقف کار اور ہوشیار ہے اس کو بھی اپنے پاس بٹھاؤ
اور اس سے دفتر کا کام کراؤ۔ پس حسب الامر محافظ دفتر نے خالی ثمنوں کا گٹھا باندھ کر اور ایک
بڑا رجسٹر جس میں اکثر مریدوں کے نام ارقام تھے میرے سپرد کیا۔ اور میں نے اس رجسٹر کو دیکھ کر
ہر ایک کا نام بمعہ اقوام اور سکنی مقام اور حاضری کی تاریخ بمعہ سنہ رواں ثمنوں کے عنوان پر درج
کر دیا۔ پھر ان کو ایک اہل کار باقتدار نے اٹھا کر شمس الانوار کی خدمت میں پیش کیا تو اس معظم
نے اپنی قلم سے ہر ایک ثمن پر دستخط کر دیا۔ پھر اس اہلکار نے حسب ضابطہ سرکار ان ثمنوں
پر دربار کی مہر لگا دی۔ اس کے بعد نیند کی خماری سے مجھے بیداری ہو گئی۔ جن صاحبان کے نام
میں نے منادیں ثمنوں پر ارقام کیے تھے ان میں سے حسب ذیل اسما مجھے یاد رہے۔ میاں
محمد اشرف صاحب تھانہ دار ساکن ٹنڈ پور۔ سید محمد غوث شاہ صاحب ساکن و سجادہ نشین شاہ جیونہ مولوی
نجیب علی صاحب و مولوی غلام محمد صاحب ساکن امرال اور مولوی کرم الدین صاحب ساکن
ٹھلیانوالہ وغیرہ۔ پس اس فقیر کو یہ خیال دامن گیر ہوا۔ کہ آیا دیکھیے یہ اشخاص عرس کے بدس
پر حاضر ہوں گے۔ اگرچہ اس برس کے عرس پر حاضری کے بارہ میں فدوی کا ارادہ متوی تھا۔
مگر خواب کی رویت کے بعد قوی ہو گیا۔ چونکہ اس حضرت رشید کا عرس عنقریب تھا۔ اس لیے
اسی اثناء میں یہ مشتاق بڑے اشتیاق سے روانہ ہو کر اس یگانہ کے آستانہ پر حاضر ہو گیا۔ دیکھا
تو سب احباب جن کے نام میں نے کتاب سے عالم خواب میں ثمنوں پر اندراج کیے تھے
شمس انور کے دروازہ پر حاضر ہیں جس سے اس کمترین کو یقین اور تسکین ہوا۔ کہ اولیا کرام
اپنے اعزاس پر غلاموں کے نام حاضری کے لیے ضروری احکام جاری کرتے ہیں جس سے تاریخ
معین پر ان تمام مردمان کا خواجگان کے آستان پر اژدحام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص زیرین
حاضرین سے ان کے ارواح مطہرین سے حسب الایقان فیضان پاتا ہے۔

کرامت (۵۰)

بردنے حضرت از تو سببامد در یکے منزل ۔۔۔ دراں نجا از دنے دوری شنید و گشت زاں تو شدل

بہ غرضِ آن زنے کاں داد لوری دختر خود را عنایت کرد آنحضرت شد آں دختر پسر اکمل

مولوی ولی محمد صاحب ساکن کریگ ضلع جہلم نے جو درویش صداقت کیش ہے ذکر کیا۔ کہ میں ایک دفعہ شمس العارفین کی جناب میں حاضر ہوا تو مولوی غلام محمد صاحب تونسوی نے جو حضور کے آستان پر راسخ الایمان اور اہلِ عرفان سے تھے میرے پاس بیان کیا۔ کہ ایک بار حضرت بزرگوار معہ چند یں خادمان تونسہ شریف کے مکان سے مرخص ہو کر دولت خانہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ کے درمیان عادتہ ریگستان میں تابستان کی تپش اور تشنگی کی خلش سے بہت تنگ آگئے۔ اُس بیابان میں پانی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ وہاں ناگہاں بفضلِ الٰہی دور سے ایک جھونپڑی نظر آئی۔ تو شمس ربانی نے پانی کے لیے اس طرف تشریف ارزانی فرمائی۔ اس جگہ میں دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بڑی تعظیم اور تکریم سے شمس الٰہی کو چارپائی پر بٹھایا۔ اور بڑی خوشنودی سے ٹھنڈا پانی ہدیہ اس وقت ایک عورت اپنی شیرخوارہ بچی کو گھنگھوٹی میں سوا کر لوری دے رہی تھی جب وہ مسمات چُپ چاپ ہوئی۔ تو آپ نے عنایت بے غایت سے فرمایا۔ کہ اے بی بی اس کو پھر لوری آغاز کی۔ اور حضور انور کی طبع مقدس اس کی طرف متوجہ ہو رہی پھر جب مسمات نے سکوت کیا تو حضور نے بڑے سرورت فرمایا کہ مائی پھر سنا تب اس عورت دل کی حسرت سے عرض کیا۔ فقیرا یہ تو اس بد بخت کی دختر ہے۔ اگر فرزند ہوتا تو لوری دینے سے دل خورسند ہوتا۔ لوری کا گانا دختر بیچاری کے لیے سراسر شرمساری ہے۔ آپ دعا فرماویں۔ جو خداوند مجھے فرزندِ ارجمند عطا کرے۔ تب لوری کا گانا سنا نا دل آشفتہ کو شگفتہ کرے۔ اُس محبوب ذوالجلال کو اُس پُر دل کے حال پر رحم آیا اور فرمایا کہ اگر ایزد لایزال اپنے کرم کمال سے اس دختر کو پسر بنا دے تو اس کی قدرت قدیمہ سے کچھ بعید نہیں۔ یہ فرما کر فی الفور اپنے اُٹھ کر راستہ لیا۔ پیچھے جب اس عورت نے اپنی دختر کو اُٹھایا۔ اور گود میں لٹایا۔ دیکھیں تو وہ دختر نہیں پسر ہے متحیر ہو کر اس نے پنی خوش دامن کو بلایا۔ اور یہ عجیب اور غریب واقعہ اس کو سنایا۔ اس نے اس پژمردہ پُر سرورت سے بہت مسرور ہو کر اپنے بیٹوں کو جلد تر بلا کر کہا کہ آج ہماری بہادری اور غریب پروری کے لیے بفضلِ قدرت کوئی فقیر بصورت پنج پیر اس جھونپڑی میں آئے اور پانی پینے کے بہانے تھوڑی دیر بیٹھ رہے۔ آخر روانگی کے وقت بڑی مہربانگی سے ہمارے گھر برباد کو آباد کر گئے۔ اور غمزدوں کو شاد کر گئے۔ یعنی عنایت کی نظر سے انہوں نے ہماری دختر کو

پسر بنا دیا۔ گویا ہمارے اندھیرے گھر میں چراغ جلا دیا ہے۔ تم اُن کے پیچھے جاؤ۔ اور شکریہ بجا لاؤ
اور اُن سے دعا کراؤ۔ پس وہ اشخاص بعقیدت خاص شمس الانوار کے دیدار کے لیے دوڑے
اور ایک بستی میں جہاں وہ خداشناس رات کو شب باش ہوئے تھے وہاں پہنچ کر پابوس ہوئے
اور زیبت سے نذرانے اور شکرانے انہوں نے پیش کئے۔ آپ نے شفقت اور مرحمت سے اُن
کو بیعت فرمایا اور خادموں کے سلسلہ میں داخل کر کے رخصت کیا۔

کرامت (۵۱)

غلام شمس شد با تشنگان در راہ کوہستان   بیامد بارشے و آں زمان در خدمت افتاں
دراں جا بود شیشہ بمد گردش و آتشہ بجز   بگفت آں حضرت آمد فتاد آں شیشہ بی بیان

مولوی ولی محمد صاحب ساکن کرناک جو درویش سعادت نشان اور صادق بیان ہیں انہوں
نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں شمس الانوار کی خدمت اطہر میں حاضر ہوا تو میاں غلام محمد پشوری جو شہر
کی کچہری کا خادم خاص اور حاضر باش تھا۔ میرے سامنے بیان ہوا کہ اس اثناء میں ایک عجیب
واقعہ حیرت افزا رونما ہوا ہے جس سے حضرت بابرکات کے کمالات کا شمہ پردہ خفا سے
برملا چہرہ کشا ہوا ہے۔ وہ یہ۔ ایک دن ظہر کے وقت میں نے حضرت شمس دوراں کو وضو کرایا تو
اور آپ نے جلدی کے ساتھ وہ کوزہ کچھ اس طرح زمین پر مارا۔ جو کہ وہ پارہ پارہ ہو گیا۔ پھر فرمایا
اور کوزہ بھر لاؤ اور مجھے وضو کراؤ۔ چنانچہ پھر اس خادم نے تعمیل حکم دوسرا کوزہ بھر کر پیش کیا اور
اس خوش زمان نے بڑے اہتمام سے وضو کیا۔ اس وقت سب خادمان حاضرین درخانہ والا
ناظرین کو ایسی ہیبت آئی کہ ہر ایک بشر پر حیرت کی حالت طاری ہو گئی۔ مگر میں نے اس وقت
خیال کیا کہ اس طرح کی حالت حضور پُرنور کے جلال اور کمال کا کوئی نتیجہ ضرور منظر ظہور میں آئیگا
اس لیے میں نے اس تاریخ اور وقت کو تحریر کر رکھا۔ پس چند روز کے بعد ایک سادھن ساکن
علاقہ گلستان شمس دوران کی خدمت میں حاضر ہو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے
اور کہاں سے آیا ہے۔ وہ سادھن بڑے درد اور رقت سے رو کر کہنے لگی کہ اے شیخ دو جہان
جب آپ نے خادم کو اس جہان میں نہیں چھوڑا تو آخرت کے میدان میں کس طرح پہچان

کرو گے۔ تب آپ نے بڑی توجہ کے ساتھ فرمایا۔ کہ آیا میں تجھے نہیں پہچانتا تو نے کانگڑے
کے پہاڑ اور بارش موسلا دھار اور شیر کی ندر کو بھلا دیا ہے۔ یہ سن کر وہ عقیدت شعار بے ضبط
چیخیں مار کر زار و زار رویا۔ اور شمس الدین کے اقدام پر گر پڑا۔ جب حضور کی عنایت سے
مسرور ہوا۔ تو اس [illegible] اور نیاز مند درویش نے اُس شفقت سے گذشتہ حال استفسار کیا۔
اس نے تفصیلاً یوں اظہار کیا کہ میں جب جناب شمس الاقطاب کی بیعت سے فیضیاب ہو کر
اس آستانہ سے روانہ ہوا تو اونٹوں پر سوداگروں کا مال اسباب لاد کر انبالہ میں جا پہنچا۔ وہاں
سے کسی اور شخص کا سامان اونٹوں پر باندھ کر کانگڑے کو لے چلا۔ راستہ میں جب ایک پہاڑ
وحشت درک کے پاس گیا تو بہ تقدیر سبحان باران بے پایاں آسمان سے نازل ہوا۔ ندی نالے
اور پانی رواں سے اونٹ تمام پانی اور سامان مشتمل ہو رہے۔ آخر ظہر کے وقت بہت خوار
اور لاچار ہو کر اونٹوں سے بوجھ اتار دیے۔ اور بے تحاشا سردی سے بےقرار ہو کر ایک غار
ظلمت دار میں جا گھسا۔ بہ تقدیر پروردگار وہاں ایک شیر تندخو از نیند کے اندر سویا پڑا تھا۔ میرے
پاؤں کی آہٹ سے تب بیدار ہوا۔ اور بہ یکبار اس شیر نے میرے اوپر حملہ کیا۔ تب میں
لاچار اپنی جان سے بیزار ہو کر اس غار میں سے نکل کر گر پڑا۔ اور ہوش و حواس اس کے ہیبت
سے جاتا رہا۔ مگر اس آن میں میری زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ [illegible] تب کچھ
دیر کے بعد میرا ہوش ٹھکانے آیا تو اُس شیر کی طرف دیکھا۔ دیکھیں تو وہ [illegible]
جان بر سلامت کو بڑی شادمانی اور کامرانی ہوئی۔ گویا تن مردہ میں [illegible]
آرام کے ساتھ وہاں گذاری۔ صبح کے وقت جب بوندا باندی بند ہوئی تو بار برداری کی تیاری کی
گئی۔ حاصل کلام جب اُس ساربان نے یہ قصہ ختم کیا تو میں نے اس بات کی تحقیق
اور تصدیق اس دن کی تاریخ اور وقت کو دریافت کیا۔ ساربان نے وہی پتہ بیان کیا جو مجھ
نے [illegible] وہی روز تھا کہ [illegible] شمس الدین نے [illegible] کے وقت
کوزہ کو پکڑ کر زمین پر دے مارا تھا [illegible] باطنی اور کشف قلبی سے اپنے
خادم [illegible] کو شیر کے نقصان سے بچا لیا۔ اور اس شیر خونخوار کو کوزہ مار کر
خاک میں ملا دیا۔

کرامت (۵۲)

غلامے بردرِ حضرت سمے سہواً شئے خوردہ ۔۔۔ شدہ بیمار و بس لاچار حالش گشت چوں مردہ
بحضرت التجا کردند و آں آمد بہ بالینش ۔۔۔ نیک نظرش شدہ خوشحال آں بیمار آزردہ

یہ بات عوام مردمانِ شہر عام ہے۔ اور صاحبزادہ عبد ... صاحب صداقت نشان نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ چودھری الٰہ بخش صاحب افسر مال ساکن موضع ساؤدل ایک مرتبہ عرس کے موقع پر شمس یگانہ کے زمانہ میں آنحضور کے آستانہ پر آئے۔ اور شہر کے درمیان احمد خان کے مکان میں جہاں اب حیوان ترکمان کا خراس ہے وہاں شب باش ہوئے۔ چونکہ وہ زانو کے زخم سے بیمار تھے خدمت گار نے بہ تقدیر کردگار ایک دوائی سم دار جو درد کے لیے وہ مرہم تھی سہواً مغالطہ سے کھانے کی دوائی کے تبادلہ میں ان کو کھلا دی۔ کھاتے ہی اس کی زہر چودھری صاحب کے دل پر ایسی کارگر ہوئی جو فی الحال اس آشفتہ حال کا سمیت کے وبال سے سر چکرانے لگا۔ اور دم گھٹنے لگا۔ انقلاب اور قلق سے رَتی جاری ہوئی۔ قوت بدن اور طاقت رفتہ رفتہ جاتی رہی۔ طبیبان ہوش دار اور ڈاکٹران تجربہ کار اس کی زندگی سے مایوس ہو کر علاج سے دست بردار ہو گئے۔ اور تمام حاضرین غمگین اس کی حالت پُر ملالت کو دیکھ کر بیقرار اور اشکبار ہو رہے اس اثناء میں شمس الہدا کی بارگاہ میں بی بی بانو نے جا کر استغاثہ کیا کہ اے مسیح زمن جہان کے فیض رسان چودھری الٰہ بخش جو آپ کا غلام استفادہ دار فیضان کے لیے آپ کی آستان پر آیا وہ کسی دوائی کے کھانے سے ایسا بیمار اور لاچار ہو گیا ہے۔ کہ اب بحالت اضطرار مرنے کو تیار ہے۔ براہ غریب نوازی اور غلام پروری اس نحیف کے پاس تشریف لے جائیے۔ اور انفاس عیسوی اور اعجاز احمدی سے اُس بے جان ناتوان کو زندہ فرمایئے۔ حضرت ذوالکمال کو اس آزردہ حال پر شفقت آئی۔ اور بڑی مہربانی اور فیض رسانی سے وہاں تشریف ارزانی فرمائی

خوشا قسمت مبارک بخت آں فرخندہ بیمارے ۔۔۔ کہ در نزدش مسیحا نفس آید بہر تیمارے

دیکھا تو وہ شکستہ بال نزع کے فزع میں مضطرب الحال ہے۔ ایزد ذوالجلال کے افضال کے سوا اس کا بچنا محال ہے۔ تب مسماۃ بانو نے بہ اندوہ عرض پرداز ہوئی کہ اے

غریب نواز اگر اس بیتاب کے منہ میں اپنے لعاب عنایت فرما دیں تو بفضل کردگار اس بیمار کا سب آزار یکدم فرار ہو جائے گا۔ تب حضور نے اس کی عرض کو منظور فرما کر اپنے منہ کا لعاب اس کے دہن میں ڈال دیا۔ خاقانِ دوراں کے احسان سے وہ آب وہاں اس ہیجان کے لیے آبِ حیوان ہو گیا۔ فی الآن جناب کی برکت اور فیضان سے اُس ناتواں کی بیماری اور بیقراری تمام چلی گئی۔ بفضل ذوالجلال صحت اور طاقت فی الحال اس کو عائد ہوئی۔

کرامت (۵۳)

یکے آورد دخترِ خویش پیشِ حضرتِ دوراں ۔ بگفت ایں نے زن و نے مرد للہ کن بریں احسان
بگفتہ حضرت ایں مرد است دارش نام شرف الدین ۔ بگشت آں مرد داندم بہ امرِ تادرِ سبحان

میاں محکم الدین اور احمد الدین مستریان ساکنان ساہیوال نے بصدق مقال ذکر کیا کہ موضع کوٹلہ ضلع شاہ پورہ میں مسمی احمد یار تجار ہمارا رشتہ دار تھا۔ اور اس دردمند کا کوئی فرزند دلبند نہ تھا۔ صرف ایک دختر اس کے گھر میں موجود تھی جو کہ شرفاں کے نام سے موسوم تھی۔ جب وہ عاقلہ اور بالغہ ہوئی تو مادرِ حیاں نے اس کی شادی کا سامان کیا۔ تب اس دختر نے مادر کو کہا۔ کہ میری شادی کا ارادہ ملتوی کرو۔ مجھے خجل اور ذلیل نہ کرو۔ کیونکہ نہ عورتوں کے مطابق میرا مخصوصہ اندام ہے۔ اور نہ ہی مردوں کے موافق کوئی نشان ہے۔ بنا برآں میں شادی کے کام کے شایان نہیں ہوں اس نے متفکر ہو کر اپنے شوہر کو ذکر کیا۔ اور اس نے اپنے خویشوں اور اقرباؤں سے مشورہ اور تذکرہ کیا تو انہوں نے مصلحت اور شدت سے یہ کہا کہ اس علت لادوا کا دعا کے سوا اور کوئی دوا نہیں۔ چاہیئے کہ اس دختر بیکار کو شمس الانوار کے دربارِ فیض آثار پر لے جایئے۔ اور اُس مقبولِ خدا کی بارگاہ میں دعا کرایئے۔ یقین ہے۔ کہ بفضل رب العالمین جلد تر ین اس حزین کا اس آستان سے مشکل آسان ہو جائے گا۔ اور اس جہان میں شادی کا کام اور فائز المرام ہو جائے گا۔ لہذا اسی خیال پر والد اس کو فی الحال حضرت ذوالکمال کی خدمت بابرکت میں لے گیا۔ اور اس کی حالت پر ملالت کو بڑی ضراعت اور خجالت سے گذارش کیا۔ آپ نے شفقت اور مرحمت سے فرمایا کہ پروردگار کو اختیار ہے کہ اگر قدرت

کمال سے دختر بیچاں کو مرد بنا دے۔ اور اس کے والدین محزونین کے اندھیرے گھر میں چراغ
جلا دے۔ پھر اس مقتدا نے بارگاہ کبریا میں دست بدعا ہو کر التجا کی۔ تو رب الارباب کی
جناب سے اس آزردہ دل کا مشکل حل ہو گیا۔ تب آپ نے اس کے باپ کو فرمایا کہ لڑ کی
کا نام شرف الدین رکھا جائے۔ اور اس کو خاص مردوں کا لباس پہنایا جائے۔ کیونکہ یہ عورت نہیں
بلکہ مرد ہے۔ انہوں نے بموجب صدق الحق وحسب الارشاد اسی وقت اس کو مردانہ لباس پہنا دیا
اور خوش ترین ہو کر اس کا نام شرف الدین رکھ دیا۔ سبحان اللہ شمس انور کی برکت سے بقدرت
کردگار یکدم وہ دختر بیکار مرد سزاوار ہو گیا۔ چنانچہ بعد ازاں اس نے مقتضائے بشری اور خوشی
دل سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ جس سے تین فرزند دلبند اس کے پیدا ہوئے اور وہ اپنے
گھر کا کاروبار میں ہوشیار اور گذار ہو گئے۔ یہ بات مشہور ہے کہ شرف الدین مذکور مدت موت تک
محبت اور ارادت سے حضرت کے حضور میں حاضر ہوتا رہا اور فیض پاتا رہا۔

کرامت (۵۴)

غلام شمس از قرض گرانبارے شدہ غمگین   بخدمت حضرت انور بگفت آں ہم ملتے ہمگین
دعا نمود آنحضرت کرم نیز فرمودش   ادا شد قرض آں یکدم بہ دردونہ چندیں

شرافت پناہ سید احمد شاہ صاحب ساکن نتھ جنگ تحصیل تلہ گنگ جو فی الحال میرہ شریف میں مقیم
ہے۔ اور حضرت شمس العارفین کے عزیز ترین خادموں سے راسخ الیقین اور معارف آگین
ہے۔ اس نے اپنی زبان سے یوں بیان کیا کہ جب میرے والد ماجد نے دار ناپائدار سے بہ
ذوالجلال انتقال کیا تو قرض گرانبار تخمیناً پانچ ہزار کا خاکسار کے ذمہ واجب الادا تھا جس
کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
ایک ہندو کا [illegible] ۔ دوسرے ہندو کا [illegible] ۔ ایک مسلمان کی
امانت [illegible] ۔ دوسرے مسلمان کا [illegible] ۔

چونکہ بندہ نادار سے اس قرض کا ادا ہونا بہت دشوار تھا۔ اس لیے خاکسار کے دل
میں ہزاروں ہزار فکر لاحق ہوئے۔ اور بیشمار غم والم کے نذر جان ناتوان میں انبوہ ہوئے

آخر اس فکر و اضطراب سے بہت بیقرار ہو کر شمس الانوار کے دربار کو تیار ہوا۔ تو چچا صاحب بزرگوار نے فرمایا۔ کہ حضور میں جا کر عجز و فروتنی گریہ زاری کریں۔ امید ہے۔ کہ اس جناب کی دستیاری اور مددگاری سے قرض کی گرفتاری سے تیری رستگاری ہو جائے گی۔ غرض جب بندہ متفکر گھر سے چل کر شمس الاقطاب کی جناب میں پہنچ کر زیارت سے شرفیاب ہوا۔ تو آپ نے بڑے الطاف اور اعطاف سے سب حال احوال خاکسار سے استفسار فرمایا۔ اس کمترین غمگین نے بہت حزین ہو کر قرض کی نسبت التماس کی۔ جناب نے شفقت دلی اور عنایت قلبی سے دعا طلبی فرمائی۔ اور پڑھنے کے لیے کچھ کلام کی بتلائی۔ جب بندہ اس یگانۂ زمانہ کے آستانہ سے روانہ ہو کر اپنے غریب خانہ میں پہنچا تو انہیں ایام میں ایزد سبحان کی قدرت فراواں سے ایک ہندو کا مکان جس کا یہ خاکسار ایک ہزار چار سو روپیہ کا قرضدار تھا تمام جل کر خاکستر ہو گیا۔ اور اس کے حساب کے کاغذات روزنامچات اور بہیات اور نیز دیگر سامان سب نقصان ہو گیا۔ گویا قرضداروں کے سروں سے قرض کا بوجھ جو کہ سود در سود تھا گر پڑا۔ اور دوسرے قرضخواہ نے جس کا مبلغ [illegible] روپیہ واجب الادا تھا اس نے تقاضا کیا۔ تو اس کے مطالبہ کا کاغذات سابقہ سے محاسبہ کیا گیا۔ خدا کی شان مبلغ [illegible] منجملہ ازاں اس کے بہیات کے کاغذات میں حصول اور وصول نکلا۔ باقی دو سو روپیہ (۲۰۰) اس کو دیگر حساب بیباق کیا گیا۔ اور جس کا مبلغ [illegible] روپیہ دینا تھا بفضل رحمان اس نے تمام بخش دیا۔ اور جس نے ساٹھ روپیہ (۶۰) دینا تھا۔ اس کو ۲۰ دے کر کہا گیا کہ بعد روپیہ بقیہ تجھے پھر دیا جائے گا تو وہ بقیہ اس نے بھی براہ الطاف معاف کر دیا۔ پروردگار کی عنایت اور شمس الانوار کی برکت سے خاکسار تھوڑے دنوں میں اس قرض گرانبار سے یکدم سبکبار ہو گیا۔ بعد ازاں کردگار کے کرم ہمیشہ سے کسی ساہوکار کا قرضدار نہ ہوا۔

کرامت (۵۵)

غلامے در شبے براہ زمانے تپ رسیدہ   به دفع او از حضرت بوئے ارشاد گردیدہ
برفت آنجا و گفت اے مار ما بر دیدنی ام   پس ازاں روز ہر یک ما ازانجا برمیدہ

لانگری احمد الدین جو حضرت شمس العارفین کے دربار فیض آثار پر مدت کثیر اقامت پذیر رہا ہے
اس نے گذشتہ حال بصدق مقال یوں بیان کیا ہے۔ کہ موسم تابستان میں علی الدوام حضرت
ذوالاکرام کی گائیں ترکھی نوالہ کی چراگاہ میں جو وہ سیال شریف سے چار یا پانچ میل ہے چرتی تھیں
اور رات کو آرام سے وہیں رہتی تھیں۔ اور ہر روز یہ غلام ان کا دودھ شام کے وقت مدام دوہ
کر حضرت کے مکان پر لاتا تھا ایک رات پُرخطرات اور ظلمات میں جو رعد گرج رہا تھا اور
برق چمک رہی تھی۔ وہاں سے میں دودھ کا برتن اٹھا کر جب آستانہ کو روانہ ہوا تو بادل نے برسنا
شروع کیا۔ خدا کی شان آگے آگے یہ غلام راہرواں تھا۔ اور پیچھے پیچھے باران آب افشان
تھا۔ جب دو میل کے فاصلہ پر آیا دیکھا تو ایک بڑا سانپ راستہ پر پڑا ہے۔ فقیر نانگ کی مثل
شانگ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں ایسا ڈرا۔ کہ اُس کے ہراس سے بیحواس ہو گیا۔ مگر خدا نے اس کے
نیش سے اس درویش دل ریش کو بچا لیا۔ جب بوقت نیم شب دربار پُرانوار پر پہنچا۔ تو مولوی
محمد معظم الدین صاحب مرولوی نے بڑی شفقت اور پیار سے کہا کہ اے یار حضرت شمس الانوار
ابھی تک تیری انتظار میں بیدار ہیں۔ میں فی الفور دوڑ کر حاضر ہوا۔ حضور نے بڑے سرور سے
فرمایا کہ ایزد غفور کا شکر موفور ہے۔ جو تو ایسے ظلمت اور ہیبت کے وقت میں بخیریت آ گیا۔ بندہ
نے عرض کیا کہ عالی جاہ آگے تو ہمیشہ راستہ کے درمیان سے کئی سانپ اور حیوان ضرر رسان غلام
کے اقدام سے گذرتے تھے۔ اور بڑے آرام سے اپنے دھیان میں چلے جاتے تھے۔ لیکن آج
ایک سانپ نے خاکسار کو پھونکار مار کر بڑا ڈرایا ہے جس کے ڈر اور خطرے اب تک سینہ سے
پسینہ بہہ رہا ہے آپ نے فرمایا کہ آئندہ میرے موزے پاؤں میں پہن کر وہاں جایا کریں
میں نے عرض کیا کہ فیا نفہ موزوں کے پہننے سے پاؤں تو ضرور محفوظ ہو سکتے ہیں۔ مگر اور کے اندام
سانپوں کے نقصان سے کس طرح مامون ہو سکتے ہیں اس لیے جناب کے موزے کوئی نہیں پہنتا
صرف حضور کی دلی حفاظت اور سلامت چاہتا ہوں۔ تب اس پیشوا نے فرمایا کہ آئندہ اس
دعا کو پڑھا کریں۔ اور کسی بد سے نہ ڈرا کریں۔ پھر اس دعا کو میں نے روزمرہ پڑھنا شروع کیا
أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ ۵
ذات کبریا نے ہر بلا سے مجھے آج تک بچا رکھا ہے۔ پھر دوسرے دن اس خاکسار کو تُس

بزرگوار نے فرمایا کہ جب تو نے ترکتا نوالہ کو جانا تو سانپوں کو کہہ دینا کہ یہ راستہ فقیر کے کاروان کا ہے تم اس کو چھوڑ کر و گذار کردو۔ دوسرے جنگل کی بار میں چلے جاؤ۔ سو اس غلام نے تعمیل فرمان اس دفعہ پر جا کر بلند آواز سے آغاز کیا۔ کہ اے مارہائے زہر دار اور سب حشرات جنا کار بموجب ارشاد شمس الاقطاب کے تم تمام موذین اس بیابان سے نکل جاؤ۔ ورنہ سزا پاؤ گے سبحان اللہ اس روز سے آج تک اس میدان میں کسی انسان نے کوئی حیوان ضرر رساں نہیں دیکھا۔ ہر ایک شخص امن اور امان سے وہاں روز و شبان بخیر پھر رہا ہے۔ اور نیز حضور نے بادل کی گرج کے لیے فرمایا اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ ۞ اس کلام کو بادل کے وقت میں ہمیشہ پڑھتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۞

ہزاراں ہزار حمد پروردگار جو زبدۃ العارفین والکاملین محبوب رب العٰلمین حضرت خواجہ شمس الحق والدین چشتی سیالوی کی سوانحعمری کے حالات و چندیں کرامات اور مکاشفات۔ خاکسار عقیدت شعار ناقی امیر بخش منشی دربار شمس الانوار نے جو کوشش بیشمار سے بطریق اختصار جمع کر کے خاص اور عوام کے فیضان کے لیے بصحت تمام یہ رسالہ ارقام کیا ہے اور بعد اختتام اس کا نام انوار شمسیہ رکھا گیا ہے۔ اب التوسل برگزیدہ عامین پیشوا سالکین حضرت محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف نے بحسن اہتمام بنا بر استفادۂ انام لاہور کے مطبع میں طبع کرایا گیا ہے۔ جمیع ناظرین اور مستفیدین کو بشارت اور مبارک ہو کہ اس رسالہ کے مطالعہ سے رنگارنگ لطائف اور اسرار اور گوناگون نتائج اور انوار دلوں پر نمودار ہوتے ہیں جس سے خطرات شیطانی اور وجاہت نفسانی بعنایت ربانی دور اور مفرور ہو جاتے ہیں۔ اور محبت ذات کبریا اور شوق مقبولان خدا کی پیدا در ہویدا ہوتی ہے۔ الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علی حبیبہ ظاہراً و باطناً ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا بجاہ نبیک المصطفٰی و رسولک المرتضٰی شفیع المذنبین امام المتقین و خیر خلقہ اجمعین آمین یا رب العٰلمین

نظم درباره تاریخ ختم کتاب طبعزاد مصنف رسالهٔ مستطاب

هزاراں حمد ہائے حق پرور ۔ کہ ختم این کتاب فیض گستر

بشارت بر جماعت شمس نور ۔ ولے بر ہر یکے خدمت پرور

کہ گشت این تحفهٔ اہل محبت ۔ مہیا در کمال و کشف حضرت

چہ تحفہ بلکہ گلزار کرامت ۔ مزین تر ز رنگا رنگ نعمت

ز گونا گون ثمرات است مثمر ۔ ز بوقلمون گلہا ہست خوشتر

عجب رعنائے گلبن ہائے غوثن ۔ عیاں گشتند مہر فیض انسان

نظارت بخش چشم ناظریناں ۔ مسرت بخش جان سالکیناں

ہر انکو سیر ایں گلشن نماید ۔ ز کلفت دو جہاں بیروں برید

دل آں تازہ گردد از بہارش ۔ شود مخمور از بوئے خمارش

چو در وقت مبارک ختم گشتہ ۔ بتاریخ سنش فکرے گرفتہ

بہ اول ز خرد تاریخ چوں جست ۔ کتاب دولت عشاق آں گفت

دگر چوں عقل شد با فکر ہم جفت ۔ کتاب گلشن الفت بدل گفت

دگر ہم نسخہ کشف حقایق ۔ وزاں پس نسخہ گلشن حقایق

بگفتش بزرگ [illegible] تجبت ۔ سوانح عمری شمس عطیت

پس آنکہ گفت او با عجز نفسی ۔ کتاب انیس و خوشبوئے شمسی

کرامات اشرف [illegible] دگر گفت ۔ کمالات اشرف دوراں دگر جست

بگفتش [illegible] گشتہ ہمراز ۔ حیات [illegible] پرداز

وازاں پس گفت تاریخ [illegible] ۔ [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] شمس [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] کرامت [illegible]

سن بکرم دگر گذشت آنچہ نایاب　　　بہار عاشقین تسخیر احباب

مناجات

قبلۂ اہل ارادت کعبہ اہل یقین
سرور اہل کرامت رہنمائے سالکین
اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین

قدوۂ اہل معارف مقتدائے عارفین
پیشوائے کاملین و تکیہ گاہ عاجزین
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

محرم اسرار عرفان واقفِ راز جلی
یاور صحب ہدایت عارفِ سر خفی
اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین

مالکِ ملکِ ولایت افتخار ہر ولی
امرِ صدر نبی مشکلکشاء مثل علیؑ
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

حسن تیرا کیا عجب ہے رشک خورشید و قمر
کل جہاں میں ذات تیری ہو رہی ہے جلوہ گر
اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین

نور ذاتِ کبریا سے تم ہوئے شکل بشر
خاندان چشتیا کو ہے تیر بہار فخر
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

غوغا تیرا اس قدر تھا ہر ہوا اندر جہان
ہر بہ ہوش سلیمان شکل میں تم عیان
اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العالمین

جس سے حیران ہو رہے سب نوریاں اور زیاں
پُر ہوا ہے فیض تیرے سے زمین و آسمان
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

جبکہ دیکھا طور پہ موسیٰ کلیم اللہ نے نور
ہر زماں تم دیکھتے ہو نور اقدس کا ظہور
اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العالمین

گر پڑا بیخود ہوا عقل و فکر سب اس سے دور
پھر تمہارا ہے تبسم بافراست باشعور
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

معدن لطف و عنایت ہے تیری ذاتِ لطیف
تو دوا ہے باشفا ہر زار بیمار و نحیف
اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العالمین

مخزن گنج سخاوت دست گاہ ہر ضعیف
در تیرے سے بہرہ ور ہے ہر کثیف ہر لطیف
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

معرفت کے دشت میں ہے چست بس تیز قدم
تیز تر ہے تو شناور خاص دریائے قدم

زمزمۂ عرفان پر ہے شان تیرے کا علم
مجمع اوصاف تو ہے مظہر فیضِ اتم

اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

حادثوں میں دردمندوں کا تو خود ہمراہ ہے
خادموں پر ہر زماں تو شاہ ظل اللہ ہے

تکیہ گاہِ بیکساں دائم تیری درگاہ ہے
روز و شب محتاج سب ہر ایک حاجت خواہ ہے

اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

قرب ربانی میں تیری کیا بڑی توقیر ہے
ہر زماں تیری رضا پر منتظر تقدیر ہے

جلوۂ اسماء حسنیٰ سے تیری تصویر ہے
حسن تیرے کا جہاں میں شہرۂ عالمگیر ہے

اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

ہے تیرا خوان کرم انعام درگاہِ سبیل
بہرہ ور ہیں صد ہزاراں ابن السبیل

تیری صورت با صفت ہے حسن مطلق پر دلیل
ہے تو بیشک واقعی مختار سرکار جمیل

اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

نظر ہے اکسیر پُر تاثیر تیری کیمیا
گمرہوں کو کر دیا تو نے جہاں کے رہنما

تو حبیبِ مصطفیٰ ہے اور محبوبِ خدا
کیا عجب گر دل میرے کے مس کو فرما دے طلا

اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

ہو رہا منصور بے خود پی کے اک جام طرب
تو ہزاراں بحر بیکر ہے بظاہر خشک لب

باوجود زورِ مستی شرع پر ہے باادب
پھر بھی ہمت عالیہ سے ہے تجھے نہ مطلب

اے پناہِ دو جہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجۂ شمس العارفین

شام عالم کا تو ہے روشن تیرے شمس منیر
روشنی تیری ہوئی کل ملک میں آفاق گیر

نور تیرے سے ہوئے خلفاء کئی روشن ضمیر
چشتیوں کا سلسلہ اب کیوں نہ ہو سبقت پذیر

اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العلمین
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

شمس دین شمس جہاں تیرا معظم نام ہے
بادۂ وحدت سے تیرے ہاتھ اکرم جام ہے

جرعہ بخشی تشنگاں کو خاص تیرا کام ہے
خادموں کی پرورش پر تیرا انعام ہے

اے پناہ دو جہاں ممتاز رب العلمین
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

شمس دین شمس جہاں تیرا معظم نام ہے
بادۂ وحدت سے تیرے ہاتھ اکرم جام ہے

جرعہ بخشی تشنگاں کو خاص تیرا کام ہے
خادموں کی پرورش پر یہ تیرا انعام ہے

اے پناہ دوجہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

بیشمار دل راہ زدوں کو تو کیا پیر و فقیر
صد ہزاروں خاکساروں کو کیا تو نے امیر

سعد تو نے چھڑائے قید خانوں سے بہر
لاکھ مردم کے لیے ہو وقت حاجت دستگیر

اے پناہ دوجہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

میر بخش احقر تیرے در پہ پڑا شام سحر
نفس کے خطرات سے ہے مضطر و خستہ جگر

کر عنایت گستری سے خادم اپنے پر نظر
تا محبت ذات اقدس کی کرے دل پر اثر

اے پناہ دوجہاں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یا خواجہ شمس العارفین

سلسلہ چشتیہ دعائیہ اردو

اے خداوندا تو ذات کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار اس بند محنت سے اسیر
کھول دے مشکل علی المرتضیٰ کے واسطے

خواجہ بصری حسن کا نام لیتا ہوں شفیع
شیخ عبد الواحد اہل بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجۂ ابن عیاض
شاہ ابراہیم بلخی پادشاہ کے واسطے

حضرت خواجۂ حذیفہ کے لیے تک رحم کر
پھر ہبیرہ بصریٔ صاحب ہدا کے واسطے

خواجۂ ممشاد کی خاطر میرا دل شاد کر
شیخ بو اسحاق قطب چشتیا کے واسطے

خواجۂ ابدال احمد بو محمد مقتدیٰ
خواجۂ بو یوسف صاحب صفا کے واسطے

خواجۂ مودود حق اور خواجۂ حاجی شریف
خواجۂ عثمان اہل اقتدا کے واسطے

والی ہندوستان خواجۂ معین الدین حسن
شیخ قطب الدین قطب الاتقیا کے واسطے

کام کر میرا طفیل خواجۂ گنج شکر
اور نظام الدین محبوب الٰہیا کے واسطے

دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیر الدین چراغ
اور کمال الدین کمال اصفیا کے واسطے

حضرت محمود راجن سرور دنیا و دین
اور جمال الدین جمن صاحب ضیا کے واسطے

شیخ حسن اور خواجہ شیخ محمد کی طفیل
حضرت یحییٰ مدنی مقتدا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل شاہ کلیم اللہ دنی
اور نظام الدین مقبول خدا کیواسطے

دین دنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر دین
خواجۂ نور محمد رہنما کے واسطے

حضرت خواجہ سلیمان دوجہان دستگیر
قبلۂ حاجات کعبہ مدعا کے واسطے

کر کرم مجھ پر طفیل خواجۂ عالی جناب
شیخ شمس چشتیا کے واسطے

کر عنایت کی نظر یا خالق ارض وسما
شہ محمد الدین صاحب باصفا کیواسطے

بخش دے اپنی محبت اور قطع ماسوا
برکت پیران شجرۂ چشتیا کے واسطے

غم الم سب دور کر میرے رؤف العالمین
از طفیل حرمت کل اولیا کے واسطے

دو جہانوں میں مجھے کر سرخرو ہر کام میں
برکت شان رسالت انبیا کیواسطے

حادثوں کے بحر میں غرقاب ہوں پر اضطراب
کشتیٔ راحت عطا کر والضحیٰ کیواسطے

دشمنوں نے ہر طرف سے آن گھیرا ہے مجھے
دے امان مجھ کو خدایا ذوالسماء کیواسطے

معرفت کی نعمتوں سے مالا کر بہرہ ور
حرمت فرقان گنج بے بہا کیواسطے

چاشنی اپنی محبت کی الٰہی بخش کر
آہ درد دردمند دل ذوالعلا کیواسطے

بخش میرے سب خطا ایمان کامل کر عطا
برکت قرب ملائک اذکیا کیواسطے

نقشہ اعراس خواجگان چشت علیہم الرضوان

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سن ہجری	سنین عمر	مدفن پاک	
۱	حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱ محرم الحرام	۲۴ سنہ	۶۳	مدینہ منورہ	۲۴ پاک آمد بہ دنیا پاک رفت
۲	شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ	یکم محرم	۶۳۳	۹۳	بغداد شریف	۶۳۲ زاہد شہاب الدین
۳	حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ	۴ محرم	۱۱۱	۹۰	بصرہ	۱۱۰ بادی حق
۴	حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ عنہ	۲ محرم	[illegible]		بغداد شریف	۲۰۰ زبدۂ اصفیا
۵	حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمہ	۵ محرم	۹۰	۹۵	پاک پٹن شریف	۶۷۰ فرد دین فرید وحید
۶	حضرت سید الشہداء امام حسین صاحب رضی حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب	۱۰ محرم ۳ [illegible]	۶۰	۵۶	کربلا معلی سیال شریف	۶۰ حبیب ازل
۷	حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رضی اللہ عنہ	۴ محرم	۲۹۸	۰	مرقد معلی آپکی معلوم نہیں	۲۹۸ مہربان
۸	حضرت امام زین العابدین صاحب رضی اللہ عنہ	۱۹ محرم	۹۴	۶۶	مدینہ منورہ	۹۴ عابد زاہد

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سنہ ہجری	سنین عمر	مدفن پاک
١	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضہ	٧ صفر المظفر	١٢٦٧	٨٤	تونسہ شریف ١٢٦٧ قطب حق مرشد سلیمان بادشاہ
٢	حضرت خواجہ محمود عرف شیخ راجن رضہ صاحبزادہ نجم الدین صاحب سیالوی	٢٢ صفر ٢٢	٥٠٠		پیران پٹن سیال شریف
٣	حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی مولوی غلام محمد صاحب ساکن کدستی خلیفہ حضرت صاحب سیالوی رضی اللہ عنہ	٢٤ صفر ٢٦	١٣٠٠	٨٦	سیال شریف ١٣٠٠ شمس منیر کشور دینی کدہتھی ضلع جہلم
٤	حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رضی اللہ عنہ	٢٧ صفر	١٧٧		بصرہ ١٧٧ امام عبدالواحد
٥	حضرت خواجہ یحییٰ مدنی رضی اللہ عنہ	٢٨	١٤١	٩٥	مدینہ طیبہ ١٤١ عاشق سخی
٦	حضرت خواجہ علم الدین رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	٢٦ صفر	٨٠٥		بومیران پٹن گجرات احمد آباد
١	حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	١٢ ربیع الاول	١١	٦٣	مدینہ منورہ گشت از ہو سال ترحیش عیاں
٢	حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ	٣ ذیقعد ماہ قول	١٨٧		مکہ معظمہ ١٨٧ جنت المعلیٰ سید تاب

مدفن پاک		سن عمر	سنہ ہجری	تاریخ	نام حضرات	نمبر شمار
۲۶۰ امام مقبول	سرمن رائے	۲۹	۲۶۰	۶ ربیع الاول	حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ	۳
۶۳۴ قطب الدین بتقدس قطب الاقطاب	دہلی شریف	۵۲	۶۳۴	۱۴	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۴
۵۰ محبت	مدینہ طیبہ جنت البقیع	سال ماہ ۴۵ - ۸	۵۰	۱۱ ربیع الاول	حضرت امام حسن علیہ السلام	۵
۱۱۴۲ شیخ اکبر	دہلی قریب مسجد جامع محمدی ضلع جھنگ	۰۰	۱۱۴۲	۲۲ ربیع الاول ۲۰	حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ عنہ میاں عبد الرحمن صاحب خلیفہ حضرت صاحب ثانی سیالوی رضی اللہ عنہ	۶ ۷
۸۵ شیخ الاسلام ناب المنیر عاشق عجب رنگ معشوق ۱۳ ۲۴	احمد آباد گجرات بھیرہ ضلع شاہ پور	۸۵ ۶۱	۱۰۳۰ ۱۳۲۴	۲۹ ربیع الاول ۳۰	حضرت خواجہ شیخ محمد صاحب رضی اللہ عنہ مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی بھیروی رضی اللہ عنہ	۸ ۹
۳۲۹ قطب الواصلین	عسکہ شام		۳۲۹	۱۴ ربیع الآخر	حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی رضی اللہ عنہ	
۵۶۲ ۵۵ علم قطب ربانی	بغداد شریف	۹۱	۵۶۲	۱۰ ربیع الآخر	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ	۲
۷۲۵ سردار حق قطب الابدال	غیاث پور دہلی	۹۴	۷۲۵	۱۸ ربیع الآخر	حضرت خواجہ نظام الدین زری بخش محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ	۳

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سنہ ہجری	سنین عمر	مدفن پاک
۴	حضرت خوجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتی رضؓ	۲۹ ربیع آخر	۴۵۹	۸۴	چشت شریف ۴۵۹ عارف حق
۱	حضرت خواجہ شیخ سراج الدین رضؓ	۲۱ جمادی الاول	۷۶۲		قلعہ پیران پٹن نہر والہ ۷۶۲ صاحب کرامت
۲	حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ابن ادہم بلخی رضی اللہ عنہ	۲۶ جمادی الاول	۲۶۱		مقبرہ لوط علیہ السلام ۲۶۲ قطب حق
۳ ۴	حضرت امام نقی علیہ السلام رضی اللہ عنہ حضرت خواجہ الٰہی بخش صاحب تونسوی رضی اللہ عنہ	۳۰ ۲۹ جمادی الاول	۲۵۲	۴۱	سامرہ نواحی بغداد ۱۵۱ تونسہ شریف محب علی امداد
۱	حضرت ابی محمد ابن احمد چشتی رضی اللہ عنہ	۱ یا ۱ جمادی الآخر	۴۱۱	۷۰	چشت شریف ۴۱۱ پیشوا
۲ ۳	حضرت خواجہ ابی احمد فرسنافہ چشتی شاہ صاحب حضرت حیدر علیشاہ صاحب جلالپوری خلیفہ حضرت شمس العارفین	۱ ۲	۳۵۵ ۱۳۶۲	۹۵	چشت شریف ۳۵۵ جلالپور شریف ولی مرجہاں
۴ ۵	مولوی معظم الدین ساکن مرولہ خلیفہ حضرت صاحب سیالوی حضرت ابابکر صدیق رضؓ	۰ ۲۲ جمادی الآخر	۱۳	۶۳	بمقام مرولہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور مدینہ منورہ در روضہ مقدسہ حضرت سرور کائنات از احد سال ترحیلش عیاں
۶	حضرت شیخ عبدالجلیل خلیفہ حضرت صاحب سیالوی رضی اللہ عنہ	۲۵ جمادی الآخر	۱۲۹۳		۱۲۹۳ سیال شریف شیخ جلیل مکرم بود
۷	حضرت خواجہ محمد فخر الدین محب النبی رضی اللہ عنہ	۲۷ جمادی الآخر	۱۱۹۹	۷۳	۱۱۵۵ دہلی شریف محبوب فخر مسلمین

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سنہ ہجری	سنین عمر	مدفن پاک
١ ٢	حضرت خواجہ مودود چشتی رض مولوی محمد نصیر الدین صاحب چاچڑوی خلیفہ حضرت صاحب سیالوی رض	١ [illegible] ١	٥٢٧ ١٣٣٦	١٢٠	چشت شقان صاحب وجود ولی مشہور ٥٢٧ چاچڑ ضلع شاہپور شد بجنت مدان مدنی و صدق ١٣٣٤
٣	حضرت محمد الدین صاحب سیالوی رضی اللہ عنہ	١ [illegible]	١٣٢٠	٧٤	سیال شریف حضرت شمس العارفین ٦٣٣ مظہر جمال حق
٤ ٥	حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رض مولوی فضل الدین صاحب چاچڑوی خلیفہ حضرت صاحب سیالوی رض	٦ [illegible] ٢	٦٣٣	٩٧/١٠٤	اجمیر شریف ٦٣٣ آفتاب ہند چاچڑ ضلع شاہ پور
٦	حضرت خواجہ حاجی شریف زندانی رضی اللہ عنہ	١٣ [illegible]	٦١٢	١٢٠	بخارا ٦١٢ محمد زندانیاں حاجی شریف
٧	حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	٦ [illegible]	١٨٦	٥٠	بغداد شریف ١٨٦ سید اولی عہد
٨ ٩	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مولوی حفیظ ماہی صاحب سرگی والے خلیفہ حضرت صاحب سیالوی	٥ [illegible] ١٥	١٨٩	٦٩	مدینہ طیبہ ١٠٩ حق طلب سرگی تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور
١٠	حضرت امام المسلمین ابو حنیفہ کوفی رض	١٥ [illegible]	١٥٠	٧٠	بغداد شریف ٥٠ طالب حق
١١	حضرت شیخ احمد معروف بہ میاں جی رضی اللہ عنہ	٢٦ [illegible]			
١٢	حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین بن شیخ محمد مدنی رض	٢٧ [illegible]			

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سن ہجری	سنین عمر	مدفن پاک
١	حضرت خواجہ ابوالفتح	١٦ [illegible]			
١	حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ عنہ	٢ رمضان المبارک	٢٥٠		بغداد شریف ٢٥٠ قطب الحق
٢	حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی	١٨ رمضان	٧٥٧	٨٣	پرانی دہلی
٣	حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام	٢١ رمضان	٤٠	٦٣	نجف اشرف ٤٠ زبدہ پاک
٤	حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	٢ رمضان	٢٠٦	٥٥	مشہد شریف ٢٠٦ قطب زمن
٥	شیخ محمد علی مکھڈوی تونسہ حضرت صاحب تونسوی	٢٩ رمضان	١٢٥٣		مکھڈ شریف
١	حضرت صاحبزادہ محمد شمس الدین صاحب سیالوی	٢ شوال المکرم	١٢٢٢	٥٠	سیال شریف
١	حضرت خواجہ عثمان ہرونی رضی اللہ عنہ		٦١٧	٩١	مکہ معظمہ ٦١٧ تاج الاصفیا
٢	حضرت خواجہ ابی ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ	٧ شوال	٢٨٧	١٢٠ تا ١٣٠	بصرہ ٢٨٧ کامل امین الدین
٣	حضرت امیر خسرو کاسہ لیس دہلوی	١٨ شوال	٧٢٥	٧٥	دہلی۔ قریب مرقد خواجہ محبوب الٰہی صاحب شریف بقاب
٤	حضرت خواجہ مجد الدین بن شیخ عماد الدین	٢٢ شوال			

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سنہ ہجری	سن عمر	مدفن پاک
۵	حضرت خواجہ سید مدین حذیفۃ المرعشی رض	۲۵ شوال	۲۷۹		مرقد معلوم نہیں ۲۷۶ یسیر دین
۱	مولوی محمد امین صاحب چکوڑی رحمہ خلیفہ حضرت صاحب سیاوی	۱۱ ذیقعدہ	۱۳۰۲	۸۰	چکوڑی ضلع گجرات
۲	حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی	۲ ذیقعدہ	۱۱۴۲	۸۲	اورنگ آبادی ۱۱۴۲ شیخ العمین
۳ ۴	حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رضی اللہ عنہ سید اکبر ادشاہ صاحب خلیفہ حضرت صاحب سیاوی رضی اللہ عنہ	۱۶ ذیقعدہ ۲۶	۸۲۵ ۸۲۵	۱۰۵	گلبرگہ شریف ملک دکن سہاور کے ۸۲۵ بادشاہ اتقیا
۵	حضرت شیخ کمال الدین علامہ رضی اللہ عنہ	۲۷ ذیقعدہ	۷۵۶	۷۵	پرانی دہلی ۷۵۶ متقی بالیقین
۶	حضرت خواجہ شیخ حسن محمد رضی اللہ عنہ	۲۹ ذیقعدہ	۹۸۰	۵۹	احمد آباد محلہ شاہ پورہ ۹۸۰ خدا شد محمد حسن حق پرست
۱	حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رض	۳ ذی الحجہ	۱۲۰۵	۷۳	تاج سرور قریب قصبہ مہار شریف ۱۲۰۵ شیخ واقف حق
۲	حضرت امام علی نقی علیہ السلام	۶ ذی الحجہ	۲۲۰	۲۵	بغداد شریف ۲۲۰ زبدہ محقق
۳	حضرت خواجہ محمد کوسی صاحب تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵ ذی الحجہ			تونسہ شریف

نمبر شمار	نام حضرات	تاریخ	سنہ ہجری	سنین	مدفن پاک
۴	مولوی عبدالعزیز صاحب بگوی نبیرہ حضرت صاحب سیالوی	۱۶ ذی الحجہ			بھیرہ ضلع شاہ پور
۵	حضرت خواجہ محمد موسیٰ صاحب توسوی رضہ	۱۵ ذی الحجہ			تونسہ شریف
۶	حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۴ ذی الحجہ	۳۵	۹۱ / ۹۲ / ۹۳	مدینہ طیبہ جنت البقیع ۳۵ حبیب حد
۷	حضرت خواجہ جمال الدین تمین	۲۰ ذی حجہ	۹۴۰		شاہ پور احمد آباد گجرات
۸	حضرت خواجہ شیخ صاحب رضی اللہ عنہ	۲۰ ذی الحجہ	۲۲۲	۸۸	۲۳۶ مدینہ منورہ

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات

جُد بِلُطفِکَ یا اِلٰہی مَن لَہُ زادٌ قَلیلٌ
مُفلِسٌ بِالصِّدقِ یَاتی عِندَ بابِکَ یا جَلیلُ

بخش الٰہی نال کرم دے ہاں بے خرچ نمانی
آیا ہاں در تیرے یارب غلس جگہ بجاناں

ذَنبُہُ ذَنبٌ عَظیمٌ فَاغفِرِ الذَّنبَ العَظیمَ
اِنَّہُ شَخصٌ غَریبٌ مُذنِبٌ عَبدٌ ذَلیلٌ

میں ہاں بہت گناہیں بھر بخش گناہ تمامی
ناچیز خوار ذلیل ہاں میں بدرگہ

مِنہُ عِصیانٌ وَنَہیٌ ثُمَّ سَہوٌ بَعدَ سَہوٍ
مِنکَ اِحسانٌ وَفَضلٌ بَعدَ عَفوٍ جَزیلٍ

میں تھیں لکھ گناہ کبیرے ہو قصور خطائیں
فضل اتے احسان بے ڈہک تیڈے تھیں یارب سائیں

قَالَ یَا رَبِّیْ ذُنُوْبِیْ مِثْلُ رَمْلٍ لَا تُعَدُّ — فَاعْفُ عَنِّیْ کُلَّ ذَنْبٍ وَّاصْنَعِ الصَّفْحَ الْجَمِیْل

وانگوں ریت گناہ بے اوڑک نہیں یا رب میرے — پس توں بخش گناہ تمامی کر توں فضل بہتیرے

سُوْءُ حَالِیْ یَا اِلٰہِیْ لَیْسَ لِیْ خَیْرُ الْعَمَلْ — سُوْءُ اَعْمَالِیْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِیْ قَلِیْل

کھوٹا حال ہے یا رب میرا چنگا عمل نہ کوئی — بدیاں بہت تے نیکی تھوڑی کتیں نہ لبدی ڈھوئی

عَافِنِیْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَّاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ — اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ مَنْ تَشْفِی الْعَلِیْل

ہر اک میرا دکھ دفع کر پوری حاجت میری — دل میرا بیمار اے شافی ذات ہے تیری

اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُهِمَّاتِ الْاُمُوْر — اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل

توں ہیں شافی توں ہیں کافی وچ تمام مہماں — توں ہیں چنگا مالک میرا اندر ساریاں کماں

رَبِّ هَبْ لِیْ کَنْزَ فَضْلٍ اَنْتَ وَهَّابٌ کَرِیْم — اَعْطِنِیْ مَا فِیْ ضَمِیْرِیْ دُلَّنِیْ خَیْرَ الدَّلِیْل

یا رب بخش خزانے فضلوں توہیں بخشن ہارا — دل میرے دا مطلب مقصد پورا کر توں سارا

مَیْلُنَا مِنْكَ كَثِیْرٌ نَّجِّنَا مِمَّا نَخَافُ — رَبَّنَا اِذْ اَنْتَ قَاضٍ وَّالْمُنَادِیْ جِبْرَئِیْل

بخش اسانوں وچ حشر دے جتھے خوف سائیں — جبرائیل پکارا جس دم حاکم ہوسی رب سائیں

قُلْ لِنَارٍ اَبْرِدِیْ یَا رَبِّ فِیْ حَقِّیْ كَمَا — قُلْتَ قَدْ یَا نَارُ کُوْنِیْ اَنْتَ فِیْ حَقِّ خَلِیْل

اگ نوں آکھ توں ٹھنڈی ہو وچ یا رب میرے کارن — جیوں فرمایا ٹھنڈی ہو اگ نوں ابراہیم دے کارن

اَیْنَ مُوْسٰی اَیْنَ عِیْسٰی اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْح — اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصِیْ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْل

کتھے موسیٰ کتھے حضرت عیسیٰ کتھے یحییٰ کتھے نوحؑ — اے عاصی صدیقا کر توں توبہ خالص نصوح

حالاتِ مصنف

اس کتاب خواص شمسیہ کا مصنف عبودیت نقش منشی امیر بخش قوم کھوکھر عرف مخدوم ہے۔ جو کہ سیال شریف کے شہر میں عرصہ سے مقیم اور سکونت گزیں ہے۔ اس گمنام کا والد ماجد حضرت شمس دوران کا غلام صادق الیقین تھا۔ صوفی مشرب طالب عرفان تھا۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں وہ بندہ پرور اس احقر کو حضرت کی خدمت میں لایا۔ اور آنحضور نے عنایت سے فوراً بندہ کو بیعت فرمایا۔ اور قاعدہ کا سبق شروع کرایا۔ پس بیس سال کے بعد والدم

صاحب کا انتقال ہوگیا۔ جس سے اس کنگال آشفتہ حال کو گذران کا فکر اور تردد کمال لاحق حال ہوا۔ اور اس وقت یہ قصیدہ منظوم بحالت مغموم بخدمت ذوالاکرام بعجز تمام ارقام کیا۔

قصیدہ

بعد تحمیدِ خدائے خالقِ ارض و سما | پس درودِ بر محمد مصطفےٰ بے انتہا
عرضِ دارم در حضورِ حضرت عالی ہمم | آنکہ زباں عاجز گشتہ بہ اقدامش ثنا
مسند او در سیالاں جلوہ اش تا آسماں | از ظہورش شد جہانے مستفید و پُر ضیا
ہست محبوب خدا او شمس دین احمدی | برگزیدہ درگہ مصطفےٰ و [illegible] مجتبےٰ
مقتدائے سالکین و فیض بخش عالمین | مادرِ گیتی نزاید ایں چنیں ابن العلا
مصدرِ فیض و ہدایت معدنِ لطف و کرم | بیکساں راہست ذاتش تکیہ و حاجت روا
ہر کہ آمد بر درش آزردہ از جورِ زمان | کامراں شد در دمے از فیض آں مشکل کشا
چونکہ دارد نظر شفقت بر وجودِ خادمان | چرخ کجرفتار خشمے دارد زیشاں اکثر [illegible]
فرقۂ خدام شمسی زاں سبب ایمن نماند | پس تعجب کایں مرا ناگاہ چہ افتادہ بلا
من یکے از خادمانش آمدہ در گردشے | چرخ گردوں شادمانش شاید ندانستہ مرا
زاں سبب نالاں و گریاں آمدہ ام در حضور | حضرتا بر حال زارم چشم رحمت برکشا
سایۂ والد برفتہ از سرم بیکس شدم | نیست احدے روزگارم مفلسم بس بینوا
بے سروساماں ہستم غمزدہ آوارہ ام | از رہِ فکر معیشت مضطرم صبح و مسا
جز درِ تو نیست دیگر جائے فریاد و فغاں | زاں تمامم استغاثہ بر درت اے پیشوا
با عطوفت کن نگاہے بر تباہی حال من | کامرانی بخش وا کن زیں غمم فارغ نما
جملہ حاجات و مطالب دینوی و دنیوی | کن روا با مرحمت للہ بہ الطاف و عطا
میر بخش آمدہ درت ہست بحالت بیکسی | کن عنایت از طفیل سرور کل انبیا

جب یہ قصیدہ اس درویش نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے نہایت

شفقت سے تین بار بہ تکرار ابتدا سے انتہا تک پڑھا۔ اور مجھ پلیٹ کر اپنے آگے دھرا۔ اور
بجناب الہٰی توجہ دلی اور عنایت قلبی سے دعا طلبی کر کے یہ فرمایا کہ تو نے بہت اچھا لکھا ہے
حق تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں میں آسودہ رکھے۔ پس یہ خاکسار جب اُس دربار سے اُٹھ کر باہر نکلا
تو میاں محمد محمد پشوداری نے جو حضور کی کچہری کا خاص حاضر باش تھا مجھے بشارت اور مبارک
دی کہ آج جناب کے فرمان سے تو دونو جہانوں میں کامران اور فارغ المرام ہو گیا ہے۔ کیونکہ مجھے
عرصہ سے تجربہ ہے کہ جب دعا طلبی کے وقت حضرت کے ناصیہ اور رخسار سے رنگارنگ انوار
پدیدار ہوں۔ تو وہ دعا رب الارباب کی جناب میں فی الفور مستجاب ہوتی ہے۔ سو اب بھی
دعاء کے ہنگام میں آں فیض رساں کے چہرہ منورہ پر وہی انوار عجائب اور آں انوار غرائب ظاہر
رہے تھے۔ پھر اُسی اثناء میں یہ خادم الفقراء بہ توجہ پیشوا بہ تعیین ملازمت تعلیم موضع میٹھ
میں اقامت گزین ہوا۔ چونکہ وہ مقام بفاصلہ چند جریب سیال شریف کے قریب تھا۔ لہذا اکثر اوقات
آں ذات بابرکات کی زیارت سے مشرف ہوتا رہتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن حضرت کی جناب
سے مشرف ہو کر مولوی صاحب مولوی علیہ الرحمت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو وہ بکوشش
کثیر ایک مسودہ تحریر کر رہے تھے۔ میں نے استفسار کیا تو انہوں نے یہ اظہار کیا۔ کہ حضرت ذوالکمال
نے تونسہ مقدسہ کو ایک مراسلہ ارسال فرمانا ہے جس کے لکھنے کے واسطے آنجناب نے مولوی
غلام مصطفیٰ صاحب کو ساہیوال سے بلا بھیجا تھا مگر وہ کسی عارضہ سے نہیں آسکے۔ اس لیے آنجناب
نے مجھے ارشاد فرمایا ہے سو میں نے اس سے پیشتر ایک مسودہ لکھ کر خدمت میں حاضر کیا ہے۔ مگر
وہ تو حضور میں منظور نہیں ہوا۔ پھر اب یہ دوسرا تحریر کر رہا ہوں۔ شاید یہ آں ذات انور کے پسند خاطر
ہو یا نہ۔ تب میں اُس مسودہ کا مضمون معلوم اور مفہوم کر کے قلم دوات لے کر بڑی احتیاط سے
بکوشش تمام مراسلہ رقم کیا۔ جس کو مولوی صاحب نے دیکھ کر دل سے پسند کیا۔ اور جلد تر
اس کو حضور انور کی خدمت اقدس میں لے گئے۔ اور آں حضور اُس کو پڑھ کر بہت مسرور ہوئے
اور اس خاکسار کو رحمہ بیشمار سے یاد کر فرمایا۔ کہ اس زمانہ میں لائق انشا پرداز اور فارسی مسودہ
نویس بہت کمیاب ہیں۔ قبل اس کے قاضی امداد تھا خوشنویس اور منشی قابل تعریف تھا
اور لنگر کے کام کو دل اور جان سے انجام کرتا تھا۔ مگر وہ تقدیر بایزدی سے اس دنیا سے انتقال کر گیا۔

واعتقاد در خدمت وے آمدے وفیض باطنی گرفتے روزے فقیر صاحب از شفقت دلی لعاب دہن خود در دہن وے انداخت وگفت کہ اثر ایں لعاب در اولادتو ہم باقی خواہد ماند۔ پس ہمچناں شد کہ ہنوز اثر آں لعاب از اولاد وے ظاہر است۔ چنانچہ ہر کہ از اولادش بر زخم سگ گزیدہ لعاب خود اندازد بہ شود۔ دراں زمانہ جلال خاں بلوچ شہر جلہ نو آباد کرد۔ بموجب اعتقاد خویش بمحبت دلی آنرا در شہر خود نشاند در انجا دو فرزندانش شدند۔ یکے خان محمد و دیگر جان محمدؒ چونکہ خان محمد عالم و متقی گشت و شہرۂ علمش گردید۔ سردار فتح خاں صاحب رئیس ساہیوال وے را در شہر خود آورد و یکے چاہ متصل شہر وے را بخشید مگر آں چاہ مسمار شد و بجائے آں پسرش گل محمد نزد مکان خویش یک چاہک نو تیار کردہ جاری ساخت چنانچہ تاحال آں جاری وآباد است۔

چونکہ اس عبارت سے بغیر کتابت شجرہ کے مندرجہ ناموں کی واقفیت اور وضاحت نہیں ہوسکتی اس لیے وہ شجرہ اصل تمام نقل کیا جاتا ہے جس سے سب حال روشن ہوسکتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخدوم محمد امین صاحب جو حضرت مخدوم برہان الدین صاحب کو پانچویں پشت سے ملتے ہیں وہ میرے خاندان کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اور بہ زمانہ سلاطین چوغطہ لڑکپن کی حالت میں لنگر مخدوم سے بشوق علم چک بندی کے شہر میں جو ساہیوال سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر بجانب شرق واقعہ ہے۔ فقیر محمد حاضر صاحب کی خدمت میں جو وہ صاحب فقر اور عالم متبحر تھے آکر اقامت پذیر ہوئے۔ اس وقت وہ شہر بڑا آباد اور بارونق تھا اور اس میں علوم کا درس جاری تھا۔ پس صاحب موصوف وہاں علم ظاہری کی تحصیل کرکے معارف باطنی سے جب بہرور ہوئے۔ تو مالکان شہر جو اقوام بلوچ اور میکن تھے۔ بڑی محبت اور عقیدت سے اُن کو وہیں ٹکایا اور میکنوں کے گھر ان کا بیاہ کرایا۔ پس آنجناب زندگی تک اسی جگہ شاد آباد رہے۔ اور صاحب اولاد ہوئے۔ پھر لنگر مخدوم کو واپس نہ گئے۔ باقی سب حالات عبارت مندرجہ فارسی سے ظاہر ہیں۔ اور عرفیت کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت مخدوم برہان الدین صاحب کو پیشواء عارفین حضرت غوث بہاءالدین صاحب ملتانی محبوب ربانی کے جناب سے مخدوم کا خطاب عطا ہوا۔ جس سے ان کی اولاد مخدوم کے القاب سے نامزد ہوئی۔ فقط۔

نقل مطابق اصل شجرہ نسب دیرینہ آبا اجداد مصنفؒ

شجرہ نسب جناب حضرت مخدوم برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ

قوم کھوکھر زینت بخش لنگر مخدوم

حضرت مخدوم برہان الدین صاحب بن میلو بن چنن بن بگہ بن ننتہ بن گورا بن چیت بن کوڈ بن سجن بن زمان علی بقول بعض محمد شاہ المعروف کھوکھر بن عبدالعلی معروف عون لقب قطب شاہ بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس حضرت علی المرتضےٰ ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر معروف قریش بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن عدہ بن اود بن الیسع بن حمیسع بن یعرب بن غسیس بن تبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام بن آذر بن تارخ بن اخوث بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن مالک بن متوشلخ بن افنوخ بن یزد بن یارو بن مہلائیل بن کنعان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام بن آدم علیہ السلام

شجرہ صفحہ ۱۸۹ پر مندرج ہے

(خاکپائے آستانہ عالیہ سیال شریف مشتاق احمد خوشنویس تلمیذ الرشید جناب خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم صاحب مدظلہم)

۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء

شجرہ

حضرت مخدوم برہان الدین صاحب
مخدوم خیر الدین
مخدوم حسن
مخدوم حسین
مخدوم طیب
محمد طیب
حافظ احمد
چانن دین
محمد امین
وکیل
عبدالسلام
نور الدین
عبدالستار
عبدالغفور
محمد حسن
لاولد
عبدالغفار
لاولد
جان محمد
خان محمد
غلام محمد
لاولد
محمد الدین
لاولد
شمس دین
عالم دین
لاولد
شیخ محمد
نور محمد
گل محمد
عبدالعزیز
امام بخش
چراغ الدین
مراد بخش
پیر بخش
قادر بخش
خدا یار
لاولد
بہاء الدین
اللہ دتا
شرف دین
جلال الدین
غلام رسول
خدا بخش
الٰہی بخش
رحیم بخش
غوث محمد
امام بخش
سردار بخش
لاولد
محمد عظیم
فضل الدین
محمد
دین محمد
قائم الدین
غلام نبی
لاولد
سردار بخش
کریم بخش
امیر بخش

زیر نگرانی:- ڈاکٹر تسخیر احمد سیالوی (پی- ایچ- ڈی)

کتابت:- خاکپائے آستانہ عالیہ سیال شریف مشتاق احمد خوشنویس لاہور

زیر طباعت:- نور عالم پرنٹرز ۲ اے کوپر روڈ لاہور

ناشر:- مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف (ضلع سرگودھا) (پاکستان)

پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۷۸ء

تعداد ———— ۲۰۰۰ ہزار

قیمت ———— 20